بسم الله الرحمن الرحيم

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باسمہ تعالیٰ

اسلام کا معاشی نظام

تالیف

علامہ سید محمد رضی زنگی پوری اعلیٰ اللہ مقامہ

تجدید نظر

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید محمد زکی باقری

ناشر:

حوزۂ علمیہ باقر العلومؑ والبلاغ آرگنائزیشن علی پور (الھند)

مشخصات

نام کتاب .... اسلام کا معاشی نظام

تالیف .... علامہ سید محمد رضی زنگی پوریؒ

تجدید نظر .... حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید محمد زکی باقری

صفحات ۲۶۴

قیمت .... ۱۰۰/روپئے، ۵/ڈالر

سنہ اشاعت ۲۰۱۲ء

کورڈیزائنگ .... وزیر حسن چندہ

زیر اہتمام .... ادارۂ اصلاح، لکھنؤ

مطبوعہ .... ناردن آفسیٹ پریس، لکھنؤ

ناشر .... حوزۂ علمیہ باقر العلومؑ والبلاغ آرگنائزیشن علی پور (الھند)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ایک نظر۔۔۔

اس فانی دنیا میں اگر کوئی باقی رہتا ہے تو بس وہی جس نے اپنے علمی کارناموں سے اپنے بقا کی نشانیاں چھوڑا ہو۔اور ایسے انسان بہت کم ہیں جنہوں نے اپنے پیچھے ایسی یادگاریں چھوڑی ہو جو انسانیت کی خدمت کہلانے کے قابل ہو۔ایسی علمی کاوشیں جو زمانے کے گزرجانے کے بعد بھی ان کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آتا ان کے کارنامے تازہ پھولوں کی خوشبو دیتی ہیں۔ان علمی کارناموں میں سے ایک مہکتا اور تازہ پھول یہ عظیم کتاب : **''اسلام کا معاشی نظام''** ہے جس کو حجۃ الاسلام مولانا سید محمد رضی زنگی پور نور اللہ مرقدہ نے قلم بند فرمایا ہے۔

پانچ سال قبل عشرہ محرم کے دوران مدیر ماہنامہ مجلّہ **''طاہرہ''** حجۃ الاسلام مولانا حیدر عباس صاحب قبلہ دامت برکاتہ نے اس کتاب کو عنایت فرمایا تو میں راستے ہی میں چند صفحوں کو پڑھکر اس کتاب اور صاحب کتاب کو خراج تحسین پیش کرتا رہا۔حق وہی جو صاحبان حق کہ دیں مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہم السلام روحی وارواح العالمین لمقدمہ فداء نے فرمایا: **''لا میراث کالادب''** علم وادب جیسی کوئی اور میراث نہیں ہے۔اس کے بعد میں نے اسی کتاب کے مطالب کو محور بنا کر محرم وصفر کے مجالس کو پڑھا بارگاہ رب العزت میں قبولیت کی بھیک مانگتا ہوں۔

علم اس سے بہتر کیا ہوسکتا ہے جو ہر دور ہر زمانے میں ہر انسان وانسانیت کے لئے مفید ہو کتاب حاضر اس بات کے لئے بین ثبوت ہے۔دور حاضر میں جس بحران سے ہر ملک خواہ وہ جہان اول کے نام سے یاد کیا جائے خواہ ہو جہان سوم سے سب کے سب معاشی بحران کے دوچار ہیں جس کا حل سوائے اسلام کے کوئی اور نہیں ہے جس کو مکتب اھل بیت علیھم السلام نے عملی طور پر اس کو ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔

دور جدید ہے اور دنیا اپنے سائنسی پیش رفت پر نازاں ہے مگر جب ہم انسانی اقدار کو انسانیت سوز حالت میں دیکھ رہے ہیں ہر طرف ناحق انسانی خون بہ رہا ہے حقوق انسانی کو وہ پامال کر رہے جو دعویٰ دار حقوق انسانی ہیں۔خلاصہ یہ کہ اب انسان کو انسان کہنا بھی ایک غیر انسانی اقدار ہے۔یہ دور **''فی ضلال مبین''** تبدیل ہو چکا ہے۔انسان کو پھر **''نور مبین''** یعنی اسلام پر مکمل عمل کی ضرورت ہے۔

اسلام کی نگاہ میں محرک عمل (Motivation factors) ایمان باللہ، ایمان بغیب، جذبہ ایثار جو کہ صرف وصرف ''اللہ کی محبت'' سے ہی حاصل ہوسکتا ہے:**''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ''** اے رسول (ص) ان مؤمنین کو بتلا دو اگر وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو میری پیروی کرو تو اللہ تم سے محبت کریگا (آل عمران:۳۱)۔یہ جذبہ اسی کے ہاتھ آئیگا جو چند روزہ دنیا کی مادی زندگی سے آگاہ ہو: **''ان الذین لا یرجون لقاء نا و رضوا بالحیاۃ الدنیا واطماء نوا بھا والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون''**

بیشک جو لوگ ہماری ملاقات (اللہ کی رضا) کی تمنا نہیں رکھتے اور اس دنیا کی زندگی سے خوش ہیں اور انہیں اطمنان بھی ہے (یہ کہ بس یہی سب کچھ ہے) اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔(یونس:۷)

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

یو،ان،او(U N O) کے دستور پر نگاہ ڈالیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے سب کچھ اسلام ہی کی تعلیم سے لیا گیا ہے (ویسے انسان کے پاس اسلام سے پہلے تہذیب وتمدن نامی کوئی چیز موجود ہی نہ تھی) مگر کمی کس چیز کی ہے اس دستور میں؟ ہم اسلام کے پروانوں کی نگاہ میں جس چیز کی کمی ہے وہ ہے ''محرک عمل(Motivation factors)'' اگر محرک عمل مادی اغراض نہ ہوتے تو یہ دستور کسی حد تک انسانی معاشرہ میں عدل وانصاف کے پھیلانے میں کارگر ثابت ہوتا۔ یو،ان،او (U N O) میں ''وٹو پاور اور مستقل عضویت (Viteo Power and Permenent Membership)'' قوانین اس بات کا بین ثبوت ہیں کی دور جدید انسانیت کے جذبہ سے عاری ہے اور مسائل کا حل ''قوت و طاقت Power and Strength'' کو سمجھتی ہے جسکا قرآن مجید نے یہ کہ کر کہ انکار کردیا ہے کہ 'والعاقبۃ للمتقین متقین ہی کے ہاتھوں کامیابی ہے'۔ ''بقائے اصح Servival of the Fittest'' سماجیات کے مقولہ کی غلط تعبیر ''قوت و طاقت Power and Strength'' ہے۔اس کی فطری قرآنی عدل وانصاف سے جڑی تعبیر ''متقین،اورصالحین'' ہے جو نہ ہی قوت کے حصول کے خواہاں نہ ہی دنیا کے منابع کو ایک طبقہ میں لانے کا جذبہ بلکہ اگر حکومت وقوت وطاقت کا حصول بھی ہوگا تو فقط دنیائے انسانیت میں عدل وداد سے مزئین کرنا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں مقام ذیقار (صفین کے نزدیک جگہ کا نام ہے) مولا امیرالمومنین علیہ السلام کو دیکھا آپؑ اپنی جوتی سی رہے ہیں،انہیں تعجب ہوا اور اس موقع پر مولاؑ کا یہ عمل کچھ سازگار سانہیں معلوم ہوتا ہے۔مولاؑ نے پوچھا: **ما قیمۃ ھذہ النعل** ؟ اے ابن عباس کیا قیمت ہے اس جوتی کی؟ میں نے کہا: **لا قیمۃ لھا** ۔اس کی کوئی قیمت نہیں۔

مولاؑ نے فرمایا: **واللہ لھی احب الی من امرتکم الا ان اقیل حقا اور ادفع باطل** :ا خدا کی قسم تمھاری حکومت میرے نزدیک اس بے قیمت جوتی سے بھی کم ہے مگر یہ کہ (اس حکومت کے ذریعہ) میں حق کو قائم کروں اور باطل کو مٹاؤں۔ (نہج البلاغہ: خ ۳۳)

اس معیار انسانیت کو سوائے اسلام اور وہ بھی مکتب اھلبیتؑ کے علاوہ اور کہیں نہیں دیکھ پائیں گے۔

آج ساری دنیا میں عموماً اور جہاں اول میں خصوصاً ایک فطری آواز بلند ہو رہی ہے جس کا اگر خلاصہ کیا جائے تو ایک ہی محور ہے دنیائے انسانیت تلاش عدل وداد میں سرگرداں ہے اور اسی کی جانب اشارہ ہے سرکار رسالت مآبؐ کی حدیث میں جہاں پر آپؐ نے آیندہ حالات کی جانب خوش خبری دی ہے جو کہ شیعہ اور سنی دونوں مکاتب میں یہ حدیث تواتر کا درجہ رکھتی ہے: ظہور امام مھدیؑ کی جانب متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: **یملاء الارض قسطا و عدلا بعد ما ملئت ظلما و جورا** : زمین کو عدل وداد سے بھر دیگا جب کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔(المعجم الکبیر طبرانی: ج ۱۰ ص ۱۳۳)

آج کی دنیا میں جو معاشی نظام چل رہے ہیں خواہ وہ کسی بھی نام سے ہو جیسے نظام سرمایا داری،نظام اشتراکی،وغیرہ سب میں کئی خامیاں موجود ہیں سب سے بڑی خامی حاکموں کی لجام کو تھامنے کا کوئی موثر طریقہ موجود نہیں ہے۔ان کے اختیارات اتنے کہ سیاہ وسفید کے مالک ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور کوئی باز پرس کرے بھی تو یہ لوگ ظاہری قوانین ہی کا سہارا لے کر بچ جاتے ہیں۔اس سلسلے میں اسلام نے جس بات کی جانب توجہ دلائی ہے وہ حاکم کا بارگاہ رب العزت میں جواب دہ ہونا اسی طرح جس طرح ایک عام انسانوں کی باز پرس ہوتی ہے۔

www.Ziaraat.com
Gabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

مولا امیر المومنین علیہ السلام اپنے ایک ہونے والے مصر کے گورنر ملک اشترؒ کو تفصیلی فرمان دیا ہے جو دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بہتر کوئی رہنمائی کسی حاکم کے لئے نہیں ہو سکتی:۔ جس کے اہم نکات پر توجہ کریں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آج کے بلکہ ہر زمانے کے حاکموں کے لئے ایک مکمل دستور العمل ہے جس پر عمل کیا جائے تو دنیا جنت بن سکتی ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ :عمل صالح ،تقوی الٰہی ، ہمیشہ بارگاہ رب العزت میں جواب دہ رہنے کا خوف، عدالت، عوام کے درد سے آشنائی اور ان کا مدارا کرنا، خواص یعنی ایک مخصوص طبقہ کو خوش کر کے عوام کی اکثریت جو مستحق ہیں اور انسان ہونے کے ناتے برابر کا حق رکھتے ہیں کو کبھی ناراض نا رکھیں، مذہب ہی نہیں بلکہ انسانی اقدار کو اپنا نسب العین بنائیں اور اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ مظلومین کی آہ کو خالق کائنات سنتا ہے۔(نہج البلاغہ: اقتباسات از خط:۵۳)

آج کی چھ۶ عرب انسانی آبادی میں صرف دو۲ فی صد انسانی خوں خوار افراد کے ہاتھوں سمٹی ہوئی ہے۔ اور کسی ازم کے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ مگر یہ کہ دنیا آج بھی اس چوکٹ پر سجدہ کرے جہاں انسانی اقدار کی بنا پر رضا کارانہ اپنے مال و دولت کو صرف اللہ کی رضا کے لئے خرچ کر دیں گو اس دنیا میں بظاہر گھاٹے ہی میں کیوں نہ ہوں:

یوثرون علیٰ انفسھم و لو کان بھم خصاصہ: اپنے نفسوں کو ایثار کرتے ہیں حالانکہ خود گھاٹے میں ہوتے ہیں (الحشر:۹)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ غافلین کون ہیں اور کیوں ہیں: **ان الذین لا یرجون لقاء نا و رضوا بالحیاۃ الدنیا و اطمنوا بھا والذین ھم عن آیاتنا غافلون**۔ جو لوگ ہماری ملاقات کی تمنا نہیں رکھتے اور دنیا ہی کی حیات سے راضی رہتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔(یونس:۷)

ان کے اس غفلت کی وجہ: **یعلمون ظاھرا من الحیاۃ الدنیا و ھم عن الآخرۃ ھم غافلون**۔ (یہ لوگ) دنیا کی ظاہری حیات سے واقف ہیں اور آخرت کی (نا ختم ہونے والی نعمتوں) سے غافل ہیں۔(روم:۷)

حجۃ الاسلام مولانا سید محمد رضی زنگی پوری نور اللہ مرقدہ کی یہ کتاب ایک نادر سعی بلیغ ہے جس میں انہوں نے معاشیات کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھی ہے۔ دل تو چاہتا یہ تھا کہ اس کی شرح لکھی جائے مگر اپنی بے بضاعتی اور مصروفیات نے مجبور کر دیا کہ اس کو اس کی اصل ہی پر باقی رکھا جائے۔ ہاں کوشش یہ کی گئی ہے کہ منابع احادیث کو اس کتاب کے پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے حدیث کے پہلو ہی میں درج کر دیا جائے۔

سب سے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوں جس نے یہ توفیق مرحمت فرمائی کہ اس کتاب کو تجدید نظر کے ساتھ مومنین کی خدمات میں پیش کی جائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

میں حجۃ الاسلام مولانا سید احمد رضا الحسنی دامت برکاتہ کا مشکور ہوں جنہوں نے مصنف کا تعارف تحریر فرمایا اور اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں بھی کوشاں رہے۔ اس کے ساتھ ماہ نامہ 'اصلاح' کے مسئولین کا جو اس کتاب کے طبع کرنے میں مددگار ثابت ہوئے۔

آخر میں 'حوزۂ علمیہ باقر العلومؑ و البلاغ آرگنائزیشن علی پور' کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کے نشر کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

تعارف

از: حجۃ الاسلام مولانا سید احمد رضا الحسینی دامت برکاتہ

برصغیر میں لکھنؤ کو شیعیت کا مرکز قرار دیا جاتا تھا اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شاہان اودھ نے فیض آباد سے جب دار السلطنت منتقل کر کے لکھنؤ بنایا تو مذہبی اور قومی معاملات میں علماء کی ضرورت ہوئی اور ملک سے اکابر علماء کو دعوت دی گئی، مدارس و حوزات کو قائم کیا گیا مساجد و امام بارگاہ اور روضوں کی تعمیرات ہوئیں یہی سبب ہیکہ علماء و مومنین وطلاب کی ایک کثیر تعداد تھی جس نے لکھنؤ کا رخ کیا اور اس مرکز سے وابستگی اختیار کی، لیکن وسائل کی عدم فراہمی کیوجہ سے ایسے بھی علاقے تھے جہاں سے طلاب نہیں آسکتے تھے لہذا اگر قریب میں کوئی عالم دین فراہم ہو جاتا تو یہ علمی تشنگی پوری کرتے۔

سادات کی ایسی ہی ایک بستی 'زنگی پور' ہے جو شہر غازی پور سے ۱۴ کلومیٹر مغرب کی جانب واقع ہے، اس بستی کو ہمیشہ سے شہرت اس وجہ سے حاصل رہی ہے کہ یہاں پر مشہور علماء و افاضل، شعراء و ادباء اور جدید علوم کے ماہرین اور گورنمنٹ کے اندر بڑے عہدوں پر فائز افراد گذرے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ اس بستی زنگی پور میں علماء کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی اور وہاں کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اگر کسی طالب علم کو علم دین حاصل کرنے کا شوق ہوتا تھا تو بجائے یہ کہ کسی معروف مدرسہ میں جا کر تحصیل علم کرے، وہاں کے مقامی علماء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے شرف تلمذ حاصل کرتا تھا۔

انہیں بزرگ اور قابل ذکر علماء میں علامہ سید محمد رضی زنگی پوری اعلی اللہ مقامہ بھی تھے جو ایک جید عالم دین مفسر قرآن، محدث و مؤرخ اور بہترین استاد اور انتظام کار تھے اور ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے آپکی بے حد علمی و تبلیغی خدمات کئی دھائیوں پر مشتمل ہے، انہیں ہمہ جہت صلاحیتوں کی وجہ سے آپکو بنارس کے مشہور علمی درسگاہ جواد العلوم جوادیہ عربی کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا اور آپ نے جو طلباء کی تربیت کی اور شاگرد بنائے انھوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی، علامہ سید محمد رضی زنگی پوری کی عملی و قلمی کاوشیں مختلف اور مفید موضوعات پر ہیں جو نہ صرف مومنین کیلئے قابل استفادہ ہیں بلکہ طلباء اور علماء کیلئے بھی ایک بڑا علمی سرمایہ ہیں۔

اختصار کے ساتھ چند کتابوں اور مقالات کا ذکر نمونہ کے طور پر کرنا چاہتا ہوں ''تقدیر وبداء'' کے عنوان سے ۲۰ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ۱۹۵۱ء میں تحریر فرمایا جسے علماء کے درمیان پذیرائی حاصل ہوئی اور عوام کیلئے بیحد مفید ثابت ہوا، خدا نے اصول تصرف قانون حکمت کے عنوان سے واضح اور مدلل انداز تحریر اختیار کیا ہے اور فلسفیانہ گفتگو کر کے باطل خیالات و نظریات کی دھجیاں بکھیر دیں ہیں۔

''ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت'' کے عنوان سے ۵۵ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ۱۹۵۶ء میں تحریر فرمائی اور ۱۹۵۷ء میں ''حدوث عالم'' کے عنوان سے ۱۹ صفحات پر مشتمل رسالہ تحریر کیا جس میں مادہ پرستی اور دہریت کے پھیلائے ہوئے قدیم و جدید قسم کے شبہات کو عقلی استدلال

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کی روشنی میں باطل کر کے خداشناسی کے راستہ سے ہر طرح کے کانٹے کو صاف کر دیا۔''دنیا کا آخری انجام''، کے عنوان سے حضرت علامہ زنگی پوری نے ۹۷ صفحات پر مشتمل کتاب تحریر فرمائی

علامہ مرتضیٰ عسکریؒ کی کتاب، ام المومنین عائشہ، کا ترجمہ مولانا سید محمد باقر نقویؒ نے کیا۔اس کتاب کے آخر میں علامہ رضی زنگی پوری کا ایک مضمون، آیۂ تطہیر، کے عنوان سے چھپا ہے جو بیحد علمی اور وقیع مضمون ہے۔

شہید ثالث سید نوراللہ شوشتریؒ کی مشہور کتاب 'احقاق الحق' کے باب کتاب النبوۃ کا ترجمہ بھی آپکی خدمات میں شامل ہے،''عدل وحکمت'' کے عنوان سے ۸۰ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ۱۹۵۹ء میں تحریر کیا، امام زمانہ علیہ السلام کے حالات وزندگی سے متعلق اسلامی فرقوں میں مختلف افکار وخیالات پائے جاتے ہیں، آپ کے عہد میں اہلسنت کا ایک رسالہ، اروع اللئام، کے نام سے نکلتا تھا جسمیں غیبت ورجعت کے موضوع پر تشیع پر سخت تنقید کی گئی تھی علامہ رضی زنگی پوری نے اس کے جواب میں "کشف الظلام عن غیبۃ الامامؑ "تحریر کر کے امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اور حضرات آئمہ طاہرین علیھم السلام کی رجعت کو محققانہ طور پر بیان کیا، یہ کتاب ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اور علامہ رضی زنگی پوری کے عظیم کارناموں میں ''تفسیر رضی'' ہے یہ تفسیر ان یادداشتوں پر مشتمل ہے جو جناب علامہ نے رامپور میں تیار کئے تھے۔نواب صاحب رام پور رضا علی خان کی خواہش پر علامہ حافظ کفایت حسین، مولانا سید محمد دھلوی اور علامہ سید محمد رضی زنگی پوری پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل پایا تھا اور اس بورڈ کے ذمہ ایک جامع تفسیر لکھنے کا کام سپرد کیا گیا تھا لیکن تقسیم ملک کی وجہ سے کام مکمل نہ ہوسکا، علامہ رضی مرحوم نے اس ضمن میں جو کام کیا تھا اسے مولانا سید ظفر الحسن صاحب مرحوم نے شائع کیا اس تفسیر کے ۵ حصے ہیں اور پانچوں حصے شائع ہو چکے ہیں۔

انقلاب اسلامی ایران کے بعد آج ہر موضوع پر کتابیں تحریر ہو رہی ہیں لیکن اس سے قبل بس چند موضوعات تھے جس پر کام ہوا اور بار بار ہوا۔اقتصاد ایک ایسا موضوع ہے جسکی اہمیت کسی بھی عہد میں کم نہ تھی مگر نجانے کیوں اس موضوع پر پہلے بہت کم لکھا گیا، فیلسوف اسلام شہید باقر الصدرؒ نے 'اقتصادنا' لکھکر علمی دنیا میں ایک ہلچل مچادی اور پوری دنیا میں اسکی پذیرائی ہوئی۔

لیکن اسلام کے اس اہم موضوع اقتصادیات کی ضرورت کو علامہ سید محمد رضی زنگی پوری نے اپنے زمانہ میں محسوس کیا اور ایک مدلل اور مضبوط کتاب تحریر فرمائی اور اس کتاب کا نام رکھا، ''اسلام کا معاشی نظام'' اردو داں طبقہ میں اس کتاب کو بیحد مقبولیت حاصل ہوئی اور شاید اس موضوع پر اردو زبان میں اس کتاب کو پہلی کتاب کہا جاتا ہو۔اور اس راہ کے سب سے پہلے علامہ رضی مرحوم ہوں۔

سید احمد رضا الحسینی

باب العلم (تورنٹو) کناڈا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باسمہ تعالیٰ

اسلام کا معاشی نظام

مشیت خداوندی نے مطلع نیر اسلام بنانے کے لئے ایک ایسے خطۂ دنیا کو منتخب فرمایا جس کے ساکنین خیر دنیا و آخرت دونوں سے بیگانہ تھے، ظلمت کفر و جاہلیت کی طرح ضیق معاش، فلاکت و افلاس کی مصیبتیں بھی ان پر سایہ فگن تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ قوم عرب کا حال نہ صرف مذہبی و تمدنی اعتبار سے تمام اقوام عالم سے بدتر تھا بلکہ افلاس و مسکینیت اور معاشی مشکلات و شدائد کے لحاظ سے بھی اس کی حالت حد سے سوا خراب تھی اس کی وحشیانہ و جاہلانہ زندگی نے معیشت کے وسائل کو بھی اس کے لئے تنگ کر دیا تھا۔ کسب معاش کے طریقوں میں بھی جاہلیت کے آثار نمایاں تھے فتنہ و فساد ظلم و جور، قتل و غارت اس کا مرغوب پیشہ تھا۔ رہزنی، خیانت، قمار بازی کا عام رواج تھا، ایسی بدکرداریاں جن کے تذکرہ سے انسانیت کو شرم آتی ہے اس کے لئے قابل فخر ذرائع معیشت تھے، قتل اولاد کا عام رواج تھا۔ غرباء، فقیری و بے مائیگی کے خوف سے، اور اہل دولت و ثروت اپنی فرضی شرافت کے فخر و غرور کا سر اونچا رکھنے کے لئے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

فاقہ کش عوام ان بداخلاقیوں میں گرفتار تھے، جو خاصہ فقر و افلاس ہوا کرتی ہیں۔ اور طبقہ خواص میں وہ بری خصلتیں اور بدکرداریاں عام تھیں جن کو سرمایہ دارانہ ذہنیت اپنے ساتھ لایا کرتی ہے۔ عہد ظہور اسلام میں قوم عرب کے حال خراب کی بھیانک تصویریں نمایندگان اسلام نے اپنے کلاموں میں کھینچی ہیں، سیرت ابن ہشام میں حضرت جعفرؑ طیار کی وہ تقریر دلپذیر منقول ہے جو آپ نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے دربار میں کی تھی اس کے چند فقرہ یہ ہیں:

قبل ظہور اسلام عرب کی دینی و معاشی ابتری اور اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ

حضرت جعفر طیارؑ کی تقریر

أیھا الملک! انا کنا قوماً اھل جاھلیة نعبدالاصنام و ناکل المیتة و نأتی الفواحش و نقطع الارحام نسیٔ الجوار و یأکل القو ی منّا الضعیف فکناعلی ذالک حتیٰ بعث اللہ عزّ وجلّ الینا رسولامنا نعرف نسبه و صدقه و امانته و عفافه، فدعانا الی اللہ لنوحده و نعبده ونخلع ما کنا نعبد نحن و آبائنا من دونه من الحجارة و الاوثان وامرناان نعبداللہ وحده ولا نشرک به شیئا وامرنا بالصلوٰة والزکوٰة والصیام فعددعلیه امور الاسلام ثم قال وامر بصدق الحدیث و اداء الامانة و صلة الرحم وحسن الجوار والکف عن المحارم والدماء و نهانا عن الفواحش و قول الزور و اکل مال الیتیم وقذف المحصنات فصدقناه و آمنا به و اتبعناه علی ما جاء به من اللّٰه .

(البدایة و النهایة ، ج۴، ص ۱۸۲)

''اے بادشاہ! ہم ایک مبتلائے جاہلیت قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، برے افعال کیا کرتے تھے، قطع رحم اور ہمسایہ سے بدسلوکی ہمارا کام تھا۔ قوت والے کمزوروں کو

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

کھا جاتے تھے۔اسی حال میں خدا نے ہم پر اپنا ایک پیغمبرؐ ہم میں سے مبعوث کیا جس کا نسب جس کی سچائی امانتداری، پرہیز گاری کی خصلتوں کو ہم خوب جانتے تھے۔اس نے ہم کو خدا کی طرف بلایا کہ اس کی یکتائی کے قائل ہوں، اس کی پرستش کریں۔اور جن پتھر کے بتوں کو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے اُن کو چھوڑ دیں۔اور ہم کو یہ حکم دیا کہ فقط خدائے یکتا کی بندگی کریں، اُس کا شریک کسی کو قرار نہ دیں، اور انہوں نے ہمیں نماز، زکوٰۃ، روزے کا حکم دیا۔''

حضرت جعفر طیارؓ نے تمام امور اسلام کو شمار کر کے فرمایا کہ:

''انھوں نے ہم کو راست گفتاری امانتداری، صلہ رحمی، ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک، مال حرام اور خون ناحق سے بچنے کا حکم دیا، اور ہم کو بدکاریوں لغو باتوں، مال یتیم کھانے اور پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانے سے منع کیا، تو ہم نے ان کی تصدیق کی، وران تمام باتوں میں جو خدا کی جانب سے لائے تھے ان کے پیرو بن گئے۔''

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا بیان

نیز جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عرب کی حالت قبل اسلام کی تصویر کھینچتے ہوئے فرمایا ہے:

والناس فِی فِتن انجذم فِیها حبل الدِینِ، وتزعزعت سوارِی الیقِینِ، واختلف النجر وتشتت الامر وضاق المخرج وعمِی المصدر فالهدی خامِل والعمی شامِل عصِی الرحمن ونصِر الشیطان وخذِل الایمان فانهارت دعائِمه وتنکرت معالِمه ودرست سبله وعفت شرکه اطاعوا الشیطان فسلکوا مسالِکه ووردوا مناهِله، بِهِم سارت اعلامه، وقام لِواوه، فِی فِتن داستهم باخفافِها ووطِئتهم باظلافِها، وقامت علی سنابِکِها، فهم فِیها تائِهون حائِرون

جاهِلون مفتونون فِی خیرِ دار وشرِ جِیران نومهم سهود، وکحلهم دموع.

(نہج البلاغہ، خطبہ۲)

''جس وقت پیغمبرؐ مبعوث ہوئے اس وقت دنیا کا یہ حال تھا کہ لوگ ہر طرف فتنہ وفساد میں مشغول تھے دین وشریعت کی رسّی ٹوٹ گئی تھی، یقین کے ستونوں میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا۔اصل (ونسل) کے اختلافات پھیلے ہوئے تھے، امر دنیا و دین سب بالکل پراگندہ ہو رہے تھے، نجات کے طریقے تنگ اور رہائی کے راستے بے نشان ہو چکے تھے، ہدایت روپوش اور جہالت شامل حال عامۂ خلائق ہو رہی تھی، خدا کی نافرمانی کا دور تھا۔شیطان کی نصرت بدل وجان کی جاتی تھی لوگ فتنوں میں سرگرداں و پریشان تھے، حیرت امتیاز حق و باطل سے مانع تھی، اپنے نفع وضرر کا علم مفقود تھا وہ اچھے وطن (مکہ) میں تو تھے مگر بدترین ہمسایوں میں تھے بے خوابی ان کے لئے نیند تھی اور آنسوان کی آنکھوں کے لئے سرمہ تھے''۔

نیز حضرتؑ کا ارشاد ہے:

ان اللّٰه بعث محمدا صلی الله علیه و آله و سلم نذیراً للعالمین و امیناعلی التنزیل و انتم معشر العرب علی شر دین وفی شر دار، منیخون بین حجارة خشن وحیات صم تشربون الکدر و تاکلون الجشب و تسفکون دمائکم و تقطعون ارحامکم، الاصنام فیکم منصوبة والآثام بکم معصوبة.

(نهج البلاغه، خطبه۲۶)

''خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالموں کے لئے ڈرانے والا اور اپنے نازل کئے ہوئے احکام کا امانتدار بنا کر بھیجا، اے گروہ عرب! اس زمانہ میں تمہارا حال یہ تھا کہ بدترین دین کے پیروکار تھے اورر بدترین گھروں میں رہتے تھے تمہاری سکونت سخت پتھروں اور ایسے

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

زہریلے سانپوں کے درمیان تھی جن کے کاٹے کی دوا نہ تھی، کیچڑ سے بھرا پانی پیتے تھے، آپس میں ایک دوسرے کا ناحق خون بہا رہے تھے، قطع رحم (اپنوں سے بدسلوکی) تمہارا طریقۂ زندگی تھا، بت تمہارے درمیان پرستش کے لئے نصب تھے اور گنہگاریاں تمہارے دم سے وابستہ تھیں۔“

اسلام ایک قابل عمل نظام ہے جو عملی دنیا میں کامیاب ہو چکا ہے

ان اقوال میں عرب جاہلیت کی مذہبی، تمدنی، اخلاقی، معاشی، غرض ہر طرح کی پستی و بدحالی کا جو تاریک مرقع ہمارے سامنے دیا گیا ہے اگر اس کو پیش نظر رکھ کر اس واقعہ پر فکر و غور کیا جائے کہ فقط چند ماہ و سال کے عرصۂ قلیل میں اسلامی برکات نے عرب کے مذہبی و اخلاقی، دنیوی و معاشی معیار کو کس سرعت کے ساتھ ارتقاء کے بلند ترین مدارج پر پہنچا دیا، انقلاب ذہنیت کے ساتھ ان کے اخلاق و کردار کی دنیا کس طرح منقلب کر دی ان کے دین کے ساتھ ان کی معیشت دنیوی کا عنوان بھی کس طرح بدل ڈالا، تو اقرار کرنا پڑے گا کہ تعلیمات اسلام کا یہ انقلابی کارنامہ اگر معجزہ نہیں تو تاریخ عالم کا محیر العقول اور بے مثال کارنامہ ضرور ہے جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اسلام دین و دنیا معاد و معاش دونوں کا ایک مکمل قابل عمل اور کامیاب نظام ہے۔ فلسفی نظریہ کے حدود سے نکل کر تجربہ و عمل کی دنیا میں بھی اپنی کامیابی کا سکہ بٹھا چکا ہے۔ قوم عرب نہایت درشت مزاج و جاہل طبیعت قوم تھی۔ اثر پذیری و اطاعت گذاری کو اس کی جاہلیت نواز خصوصیات سے کوئی ربط نہ تھا۔ اس کی دنیا و دین کو دیکھتے دیکھتے بدل دینا ایسے ہی نظام کا اثر ہو سکتا ہے، جو انسانی فطرت کے مناسب نظری و عملی دونوں پہلوؤں سے ہر طرح مکمل اور قابل عمل ہو، اور اپنی عملی طاقتوں کا کامل ترین اسوۂ حسنہ دنیا کے سامنے لا رہا ہو۔

اعجازی شان سے چند دنوں میں عرب جیسی بگڑی ہوئی قوم کو سدھارنا اور اس کی مذہبی و معاشی دینی و دنیوی زندگی کی سطح کو بلند ترین مرتبہ پر پہنچا دینا، اس بات کا شاہد ہے کہ یہ نظام جس قدر نظری اعتبار سے کامل ہے اسی قدر وہ قابل عمل بھی ہے، اگر دنیا میں اس کو نوع انسانی کی اصلاح کا ویسا ہی موقع اور بھی ملتا جیسا چند روز کے لئے حاصل ہو گیا تھا تو آج دنیا کی حالت کچھ اور ہوتی، یہ واقعہ نہایت الم انگیز ہے کہ اسلامی نظام کے رواج پذیری کی مدت بہت تھوڑی رہی، دنیا میں مسلمانوں کی حکومتیں تو باقی رہیں اور آج بھی ہیں۔ مگر ممالک غیر کا تذکرہ نہیں خود اسلامی ملکوں میں بھی نظام اسلامی کا اثر اہل اسلام کی روزمرہ کی زندگی میں باقی نہ رہ گیا، بہت جلد مسلمانوں نے انھیں نظریات و اطوار زندگی کو اختیار کر لیا جن کو نظام اسلامی مٹا دینا چاہتا تھا، قرآنی تعلیمات کا قالب تو رہ گیا مگر روح جاتی رہی، اسلامی حلقے نظری فلسفے کی حیثیت سے اس کا درس تو لیتے رہے مگر اس کا عملی سبق بھول گئے، اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ اس کی عملی حیثیت کا ذکر کیا اس کی نظری حیثیت کو بھی چھوڑ چکے ہیں۔ اسلامی دنیا کے افراد اسلامی تعلیمات سے بیگانہ اور قرآنی اصول و ہدایت سے نا آشنا ہونے میں غیر مسلم افراد و اقوام سے پیچھے نہیں ہیں۔ اسلامی اصول و نظریات پر عمل کی کس طرح امید کی جا سکتی ہے جب کہ ان کا تذکرہ بھی مسلمانوں کے لئے دلچسپ و مرغوب خاطر نہیں رہا ہے۔ اصول اسلامی و تعلیمات قرآنی سے عملی زندگی میں منحرف اور بے تعلق ہو جانے کا آخر وہی انجام آج ہر مسلمان کے سامنے ہے جس کی خبر غیب حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے اس ارشاد میں مذکور ہے:

قرآنی تعلیمات سے روگردانی کا انجام

فعندذلک لا یبقی بیت مدر ولا وبرالا دخله ظلمهم نزحة واولجوافیه نقمة فیومئذلا یبقی لکم فی السماء ولا فی الارض ناصر (نہج البلاغہ، ص ۱۶۵)

Presented by Ziaraat.Com

"(جبکہ مسلمان قرآن کی تعلیمات سے منحرف ہوجائیں گے) اس وقت نہ شہریوں کا کوئی مٹی سے بنا ہوا گھر ہوگا، اور نہ بدویوں کا کوئی بالوں کا خیمہ جس میں ظالموں نے رنج وغم نہ داخل کردیا ہو، اور مصیبت نہ نازل کردی ہو۔ اس دن تمہارا نہ کوئی آسمان میں مددگار ہوگا نہ زمین میں۔"

عقلوں نے جب آزادانہ فکر وغور کی فرصت پائی اور فطرت کے تقاضے نے انسانی دماغوں کو مناسب سمجھنے اور سوچنے کی طرف مائل کیا اور عقلیت پسند طبیعتیں درپے تجسس وتحقیق ہوئیں تو ان کے سامنے ایک طرف انسانی خودغرضی ونفس پرستی کے ہاتھوں فریادی عیسائیت تھی اور دوسری طرف دین و مذہب کے پردہ میں روح دین و مذہب کو پامال کرنے والے اکابر مسلمین کے اخلاق وکردار کی کشتہ اسلامیت۔ غرض مجموعی طور پر دنیا ان کے سامنے اندھیری تھی لہٰذا مذہب سے عام بدگمانی اور دین سے کلی نفرت پیدا ہوگئی، اور غیر مذہبی اصول بلکہ خالص شیطانی نظریات پر نظامات بننے لگے، جن کا غیر منقطع سلسلہ نسل انسانی کی تباہی وہلاکت کو دعوت دے رہا ہے، اور حضرت رسالتمآب صلعم کی یہ پیشن گوئی واقعات کی صورت میں، اسلامی دنیا کو بالخصوص دعوت نظر دے رہی ہے:

عالم اسلام کے انقلاب ذہنیت اور اس کے نتائج کی بابت آنحضرتؐ کی خبر غیب:

یاتی علی الناس زمان بطونهم الهتهم و نسائهم قبلتهم و دنانیرهم دینهم و شرفهم متاعهم لا یبقی من الایمان الا اسمه ولا من الاسلام الا رسمه ولا من القرآن الا درسه مساجدهم معمورة و قلوبهم خربة علمائهم شر خلق الله علی وجه الارض فح ابتلاهم الله باربع خصال جور من السلطان و قحط من

الزمان و ظلم من الولاة والحكام و شركة مع العدو فتعجب الصحابة قيل يا رسول الله أ يعبدون الاصنام؟ قال نعم كل درهم عند هم صنم ۔

(لئالی الاخبار، ص ۱۲۴۔ مستدرک الوسائل: ص ۳۸۶)

"لوگوں پر ایسا زمانہ عنقریب آنے والا ہے جس میں ان کے پیٹ ان کے معبود ہوں گے، ان کی عورتیں ان کی قبلہ ہوں گی ان کا دین ان کے دینار ہوں گے مال ومتاع ہی پر ان کے شرف کا دارومدار ہوگا۔ ایمان کا محض نام، اسلام کا فقط نشان رہ جائے گا، قرآن کی تعلیمات بس سبق پڑھا دینے تک محدود ہوجائیں گی مسجدیں تو آباد ہوں گی مگر دل ویران ہوں گے ان کے علماء بدترین خلق خدا ہوں گے ایسا زمانہ آئے گا تو خدا چار باتوں میں ان کو مبتلا کرے گا۔ سلطنت کا ظلم، قحط وگرانی، حکام کا ظلم، دشمنوں کے ساتھ شرکت"

اس پر صحابہ کو تعجب ہوا، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا وہ لوگ بت پوجیں گے تو فرمایا:
"ہاں ہر درہم ان کے نزدیک ایک بت ہوگا"۔

حالات زمانہ کا تقاضا ہے کہ اسلامی نظام معیشت کا واضح خاکہ دنیا کی بے قرار و متجسس نگاہوں کے سامنے لایا جائے ممکن ہے کہ مضطرب دلوں کو توفیق ربانی اس سے ہدایت پانے اور روشنی حاصل کرنے کی طرف مائل کردے۔

چند بنیادی باتیں
جن پر اسلامی نظام معیشت کا سمجھنا موقوف ہے

اسلام کے معاشی واقتصادی نظام کو سمجھنے اور دور جدید کے اقتصادی ومعاشی نظامات سے اس کا فرق معلوم کرنے کے لئے چند باتوں کا جان لینا ضروری ہے جو بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

اول: اسلام فقط ذہنی حالت اور قلبی کیفیت اور فلسفی عقائد ونظریات ہی کا نام نہیں ہے جس کا تعلق انسان کی روح وقلب وضمیر اور محض روحانی زندگی تک محدود ہو، بلکہ وہ نہایت وسیع

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

اور جامع دستور العمل اور ہمہ گیر نظام ہے جس کا تعلق آدمی کی روحانی زندگی کی طرح اس کی دنیوی زندگی سے بھی ہے وہ ایک ایسا مذہب ہے جو عقیدۂ بے عمل کا مخالف ہے، وہ ایسی نظری و ذہنی حالت کا حامی نہیں جس کا ظہور روزمرّہ کی زندگی اور ہر طرح کی چال وچلن میں نہ ہوتا ہو ، یہ صحیح ہے کہ مذہب اسلام کی جڑ خالص باطنی وروحانی عالم میں قائم کی جاتی ہے اور ایمان کی بنیاد ذہنی دنیا میں رکھی جاتی ہے، مگر جسمانیت کی ظاہری دنیا اور عالم اعضاء وجوارح میں اس کی شاخوں کا نمودار ہونا بھی لازم ہے، وہ اصل کس کام کی جس کی شاخیں نہ نکلیں اور ان کی شاخوں میں پھل نہ آئیں، اسلامی نظریہ یہ ہے کہ عقائد اصول ہیں اور اعمال ان کی فرع، اصل بے فرع اور فرع بے اصل دونوں بے ثمر رہیں گی، عقیدہ بے عمل کے لا حاصل رہے گا اور عمل بے عقیدہ سے پھل حاصل ہونے کی آرزو محض خیال خام ہے، اس کا بیان اس آیۂ مبارکہ میں ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا . الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (سورہ کہف:۱۰۳و۱۰۴)

”(اے رسول) کہہ دو! کیا ہم ایسے لوگوں کا پتہ بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں، (یہ) وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیا ہی کی زندگی میں اکارت ہوگئی اور وہ اس خیال خام میں ہیں کہ اچھے اچھے کام کر رہے ہیں۔“

ضمیر وقلب کی طرح اعضاء وجوارح بدن کو بھی اسلام کی حقیقت سے خاص تعلق اور برابر کی نسبت ہے، جب تک وہ مصروف کار نہ ہوں گے اور حرکات عملیہ کا مظہر نہ بنیں گے حقیقت کاملۂ اسلام کا وجود غیر ممکن ہوگا، اسی بات کی طرف جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد مندرجہ ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے:

اسلام مذہب عمل ہے، عمل اس کا عین حقیقت ہے

لانسبن الاسلام نسبۃ لم ینسبھا احد قبلی، الاسلام هو التسليم والتسليم هو اليقين واليقين هو التصديق والتصديق هو الاقرار والاقرار هو الاداء والاداء هو العمل . (نہج البلاغہ مطبوعہ مصر، ص۹۰)

”میں اسلام کی ایسی صفت بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی ، (اسلام کیا ہے؟) وہ تسلیم (حکم خدا کو ماننا ہے) اور تسلیم یقین ہے اور یقین (پیغمبر کی) تصدیق ہے اور تصدیق (اطاعت خدا اور رسول کا) اقرار ہے اور اقرار اداء اطاعت وبندگی ہے، اور اداء عمل ہے“

ان مقدمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام عین عمل ہے، جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

سارا ایمان عمل ہے

(۱) **الایمان عمل کلہ .** (اصول کافی) ”سارا ایمان عمل ہے“۔ (الکافی: ج۲ص۳۸)

تمام اعضاء وجوارح کا ایمان میں حصہ ہے

(۲) **ان اللّٰہ فرض الا یمان علیٰ جوار ح بنی آدم وقسما علیها وفرقه علیها .**

”خدا نے ایمان کو اولاد آدم کے اعضاء وجوارح پر جدا جدا تقسیم کر دیا ہے“۔

(مستدرک الوسائل: ج۱۱ص۱۴۲)

مختصر یہ کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے عمل کا طالب اور بے عملی سے متنفر اور کاہلی وسستی وبے کاری وبطالت کا دشمن ہے۔ عملی زندگی سے باوجود قوت واستطاعت الگ ہوکر زندگی بسر کرنے میں کسی انسان کی ہمت افزائی نہیں کرتا ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

اسلام کے نزدیک
مفہوم عبادت بہت وسیع ہے

دوم: عبادت دین اسلام کی اصطلاح میں فقط قلبی وذہنی اعمال تک محدود نہیں، تفکر وتذکر ایمان و ایقان، گیان ودھیان ہی تک حقیقت عبادت ختم نہیں ہو جاتی، اور نہ صرف نماز روزہ وحج وغیرہ بدنی اعمال کا نام عبادت ہے بلکہ عبادت ہر وہ عمل ہے جو خدا کے احکام کے مطابق اس کی خوشنودی ورضا مندی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے، خدا کی فرمانبرداری واطاعت کا جذبہ وارادہ حقیقت عبودیت و روح عبادت ہے اور ہر وہ کام بندگی و عبادت ہے جس سے مقصود خدا کی فرمانبرداری وتعظیم امر الٰہی ہوخواہ وہ خالق ومخلوق، معبود وعبد کے روابط سے تعلق رکھتا ہو یا افراد انسان کے باہمی معاملات وحقوق سے یا خود نفس انسانی کے ان حقوق سے جن کا ادا کرنا اس پر لازم ہے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو پیار کرنا، ان کو ہنسانا کھلانا بھی عبادت میں داخل ہے، جانوروں کی خدمت بھی کار خیر وعبادت ہے۔

اپنے بچوں کو پیار کرنا بھی عبادت ہے

من قبل ولده كتب الله له حسنة ومن فرحه فرحه الله يوم القيامة

(لئالی الاخبار ص۳۳۰۔ الکافی: ج۶/ص۴۹)

''جو شخص اپنے بچے کو پیار کرے گا خدا اس کے نام پر ایک نیکی درج فرمائے گا اور جو آدمی اپنے بچے کو خوش کرے گا خدا اس کو بروز قیامت فرحت عطا فرمائے گا''

(۲) جناب صادق آل محمدؑ علیہ السلام سے مروی ہے:

جاء رجل الى النبى فقال ما قبلت صبيا قط فلما ولى قال رسول الله هذا رجل عندى انه من اهل النار (لئالی الاخبار ص۳۳۔ الکافی: ج۶/ ص۵۰)

''ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی بچے کو پیار نہیں کیا، جب وہ چلا گیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ شخص جہنمی ہے''۔

پیاسے جانوروں کو پانی پلانا بھی عبادت ہے

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

من سقى كبدا حراء من بهيمة او غيرها اظله الله فى ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله (لیالی الاخبار ۳۵۷۔ الکافی: ج۴/ص۵۸)

''جو شخص کسی جلتے جگر کو سیراب کرے خواہ وہ حیوان کا ہو یا غیر حیوان کا تو خدا اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، اس دن جس میں سوا خدا کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا''۔

اسلام مذہب عدل واعتدال اور انسان کا قدیم ترین مذہب ہے

سوم: اسلام وہ مذہب عدل واعتدال ہے جس کی تاریخ نوع انسانی کی تاریخ سے وابستہ ہے اور جس کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:... **هو دين الله قبل ان تكونوا حيث كنتم و بعد ان تكونوا فمن اقر بدين الله فهو مسلم و من عمل بما امر الله عز و جل به فهو مومن** (وسائل الشیعہ ج 15 ص. 168)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

''اسلام تمہاری پیدائش سے پہلے بھی خدا کا دین تھا اور اس کے بعد بھی وہ دین خدا ہے جس شخص نے دین الٰہی کا اقرار کیا وہ مسلمان ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے وہ مومن ہے''۔

دنیا میں تبلیغ اسلام کی غرض قیام عدل وانصاف ہے

پیغمبروں کے ذریعہ اس کو دنیا میں بھیجنے اور رواج دینے کی غرض یہی بتائی گئی ہے کہ بندگان خدا کو عدل وانصاف کے طریقے پر چلایا جائے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ... (سورہ حدید:۲۵)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان عمل نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں''۔

جور وظلم وبے اعتدالی اس مذہب کے اصول کے حدود سے باہر ہے وہ آدمی کی طرف سے اپنے ہی نفس پر کیا جائے یا دوسرے انسانوں پر، بانی اسلام نے نہایت صاف اور واضح لفظوں میں فرمایا ہے،''اسلام کا بنیادی اصول، کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اگر چہ وہ اس کی ضرر رسانی کا بدلہ کیوں نہ ہو:لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام(۱)، اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار''
(نہج الحق:ص ۵۰۶)

(۱) مجمع البحرین میں ہے:الضرر ابتداء او فعل والضرار الجزاء علیه
یعنی ''ضرر کسی کو ابتداً نقصان پہنچانا ہے اور''ضرار'' کسی کی ضرر رسانی کا بدلہ لینا''۔

یعنی قانون اسلام میں کوئی ایسی دفعہ اور احکام اسلامی میں کوئی ایسا حکم نہیں، جس کے وضع کرنے کی غرض بندگان خدا کو ضرر پہنچانا ہو، یا جن کو صحیح طریقہ پر زیر عمل لانے سے خلق اللہ کو ضرر ونقصان

پہنچتا ہو، نیز اسلام اس پر بھی راضی نہیں کہ کسی کی ضرر رسانی کا بدلہ ضرر رسانی سے لیا جائے۔

یہ زرین اصول دستور اسلامی کے لئے بنیاد کی حقیقت رکھتا ہے قوانین معیشت انھیں کے ماتحت بنائے گئے ہیں لہٰذا ہر وہ طریقہ جس سے انسانیت پر ظلم ہوتا ہو اور بشریت اس سے ضرر رسیدہ ہوتی ہو، غیر اسلامی ہوگا، خواہ وہ کسب دنیا کے لئے اختیار کیا جائے یا طلب آخرت کے لئے عصر حاضر کے ادیان مروجہ ایسے اعلیٰ اصول کی مثال نہیں لا سکتے۔

انسان کے لئے کونسا نظام معاشی مناسب ہوگا؟

چہارم: انسانی زندگی کے لئے معاشی نظام تجویز کرنے اور اس کو زیر عمل لانے سے پیشتر فطرت انسانی پر غور وفکر کرنا اور یہ سمجھ لینا لازم ہے کہ حقیقت انسانیہ کیا ہے اس کے ضروریات ولوازم کیا ہوں گے؟ انسانیت کس چیز کا نام ہے؟

انسان کی حقیقت کیا ہے؟

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ ''انسان'' نہ صرف بدن کا نام ہے۔ اور نہ فقط روح کا بلکہ ان دونوں کے مجموعے کا نام ہے اور حقیقت انسان کا تعلق جسمانیت وروحانیت دونوں سے ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ انسانی حقیقت کے یہ دونوں جز ترکیبی اپنی خواہشیں اور ضرورتیں الگ الگ رکھتے ہیں اور ہر ایک کا رزق اور غذا جس سے وہ قوت ونشو نما پاتا ہے، دوسرے کے رزق اور غذا سے مختلف ہے، ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ انسانیت کی صحیح تربیت وپرورش کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ ان دونوں جزوں کی خواہش اور ضرورتوں کو ان کے حسب حال اور مطابق فطرت طریقے پر پورا کیا جاسکے۔ اگر صرف صرف ایک خبر کی طرف توجہ کی گئی اور دوسرے کو نذر تغافل وبے اعتنائی

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا گیا تو ان کی قوت گھٹتی جائے گی اور رفتہ رفتہ اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور یہ بات منشاء فطرت کے خلاف ہوگی، تجربے سے ثابت ہے کہ فطرت کا کوئی کام اور قدرت کا کوئی عمل بے فائدہ و بے مقصد نہیں، خدا نے کسی ایسی چیز کو وجود کی نعمت اور ہستی کی خلعت سے سرفراز نہیں کیا جو عبث و بے کار ہو، لہٰذا حقیقت انسانیت کا کوئی جز جسمانیت یا روحانیت اگر بے فائدہ و لا حاصل ہوتا تو فطرت کی دنیا میں اسے جگہ نہ ملتی، اور قدرت خدا اس کو ہرگز پیدا نہ کرتی۔

ظاہر ہے کہ دونوں جزوں (بدن و روح) میں سے کسی ایک جز کو فنا کر دینے کا نتیجہ خاتمۂ انسانیت ہے، اس صورت میں آدمی یا خالص مادی یعنی حیوان ہوگا، یا محض فرشتہ جس کو اس دنیا کی مادیت وجسمانیت سے واسطہ نہیں، بصورت انسانیت بہرحال بے ثمر و لا حاصل رہے گی۔

انسان حیوان بن کر بھی غیر ذمہ دار اور آزاد فطرت نہیں بن سکتا

یہاں یہ بات نظر انداز نہیں کر دینا چاہئے کہ اگرچہ انسان حیوان بلکہ حیوان سے بدتر ہوسکتا ہے مگر اپنی عقلی فطرت اور اس کے نتائج سے الگ نہیں ہوسکتا۔ وہ خالص حیوان بن سکتا ہے مگر حیوان کی طرح غیر ذمہ دار اور آزاد فطرت نہیں بن سکتا۔ عقلی فطرت نے اس کو ہستی کے پاؤں میں جو ذمہ داریوں کے بندھن ڈال رکھے ہیں ان سے آزادی ناممکن ہے وہ مادیت و جسمانیت میں شدت انہماک کی وجہ سے تو حیوان بن سکتا ہے، لیکن حیوانوں کی طرح خوف بازپرس خطرہ و مسئولیت سے آزاد نہیں ہوسکتا ہے، سی طرح انسان ترک دنیا کے ذریعہ فرشتہ بن جانے کی کوشش کر سکتا ہے، مگر فرشتوں کی طرح مادی دنیا سے فطری بے نیازی و استغنا حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ مادی مخلوق ہے اس کی پرورش چمنستان دنیا ہی میں ہونا ہے اس کے نخل ہستی نے اس چمن کی ہوا کھا کر نشو و نما پائی ہے اور اسی چمن میں بہرحال اس کو رہنا ہے، پھر اس کی یہ

کوشش کہ چمن دنیا کی ہوا نہ لگے محض ناکام کوشش ہوگی وہ مجرد فرشتہ کبھی نہیں بن سکتا اور بالفرض اس کو مرتبہ ملکیت حاصل بھی ہو جائے تو انسانیت کا فطری شرف کھو بیٹھے گا، جس کی بنا پر وہ مسجود ملائکہ بنایا گیا تھا۔ فرشتے نمائندۂ انسانیت کے آگے سربسجود تعظیم ہوئے تھے نہ کہ نمائندہ ملکیت کے سامنے انسان کے لئے باعث شرف و کمال اس کی انسانیت ہے نہ کہ ملکی طبیعت اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اس بات میں اشتباہ نہیں ہوسکتا کہ روح و بدن کے مجموعہ مرکب انسان کے لئے مناسب فطری وہی نظام معیشت ہوسکتا ہے جو روح و بدن دونوں کی خواہشوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہو جس میں دونوں کو حسب منشاء فطرت ایک ساتھ قوت پانے اور نشو و نما کے درجہ تک پہنچنے کا بندوبست کیا گیا ہو۔ بنا بر اصول عدل و انصاف اس کا انتظام موجود ہو کہ روحانیت وجسمانیت دونوں میں کسی کے حق میں ظلم واقع نہ ہونے پائے جہاں دونوں کے مفاد ٹکراتے ہوں ان میں صلح و اعتدال کی حالت پیدا کر دی گئی ہو، حاصل کلام یہ ہے انسان کے لئے ایسا ہی نظام معاشی درکار ہے جو اس کو حقیقی معنوں میں انسان بنائے۔ ایسے نظامات جن کا نصب العین اور انجام خالص جانور یا مجرد فرشتہ بنانا ہو حسب حال انسان اور نظام اسلامی نہیں ہو سکتے، نظام اسلامی بس وہی ہوسکتا ہے جو اپنی جامعیت و وسعت و اعتدال پسندی کی وجہ سے روحانیت وجسمانیت دونوں پہلوؤں کو مطمئن اور ترقی یافتہ کر سکتا ہو۔ یہ مقام نازک ہے، عقل کے قدم یہاں اکثر پھسل جاتے ہیں، لہٰذا توضیح کے لئے کچھ اور کوشش نفع سے خالی نہ رہے گی، ہم کو غور کرنا چاہئے کہ ہم کھاتے پیتے، چلتے پھرتے سوتے جاگتے اور جسمانی لذات سے مسرت اندوز ہوتے ہیں پھر کیا ہم انھیں صفتوں کی وجہ سے انسان ہیں؟ اور کیا یہ نظریہ درست اور مناسب حال انسانیت ہوسکتا ہے؟۔ اور ہم محض کھانے پینے، سونے جاگنے اور چند روز عیش و طرب کے سامانوں میں رہ کر ہمیشہ کے لئے آغوش عدم میں چلے جانے اور ہمکنار فنا ہو جانے

www.Ziaraat.com Saheel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں ۔ہم کو دنیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور زندگی دنیا ہی تک ہمارا مقصد ہستی محدود ہے ہماری زندگی کے مقاصد دنیا سے آگے نہیں بڑھتے ؟ کیا دنیا کا مال و دولت اور آرام و چین ہی انسانی سعادت و اقبال مندی و خوش نصیبی کی انتہا ہے؟

عقل انصاف پرور سے پوچھا جائے تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ اگر انسان کو محض حیوان صفت بنانا ہوتا، اس کی غرض خلقت زندگیٔ دنیا تک محدود ہوتی، اس کا وجود صرف اس لئے ہوتا کہ چند روزہ زندگی میں کھائے، پئے، چین کرے اور بالآخر ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو جائے تو اس کو قوت عقل و شعور نہ دی جاتی اور اس کو انجام بیں نہ بنایا گیا ہوتا کیونکہ ان چیزوں کو اس کے اس مقصد ہستی سے کوئی مناسبت نہ ہوتی، اور نہ اس کو اس مقصد کی تکمیل میں ان کی ضرورت پڑتی، بلکہ یہ چیزیں اس کے مذکورہ بالا مقصد ہستی میں بڑی رکاوٹ ہیں، عقل غم انگیز و شعور انجام بیں اور فکر رنج خیز کا حاصل زندگیٔ دنیوی کی بے لطفی و بدمزگی کے سوا اور کیا ہے، انھیں رکاوٹوں کی بدولت انسان حیوانوں کی طرح خالص اور مکمل سکون دل و بےفکری کی زندگی سے محروم ہے، غم فرط اور رنج دنیا اس کو کمال عیش و طرب سے روکتا ہے، اس لحاظ سے حیوانات کا حال انسان سے کہیں بہتر ہے، ان کے خیالات کے شیرازے کو حوادث دنیا پریشان نہیں کرتے ان کے سکون دل میں کوئی خیال فکر انگیز خلل انداز نہیں ہوتا، غبار رنج و مال دنیا سے ان کے آئینہ ہائے دل مکدر نہیں ہوتے وہ اپنی خواہشوں کی تحصیل میں آزاد ہیں ۔ان کی دنیائے عیش و مسرت میں غم فرد اور رنج عاقبت کی آندھیاں نہیں اٹھتیں اور غبار فکر انجام محیط فضا نہیں ہوتا ۔لہٰذا اسیر عقل و ہوش و کشتۂ خرد تفکر خیز انسان جسمانی لذتوں اور مسرتوں کے خالص اور کامل ہونے میں آزاد حیوانوں کا مقابلہ کیونکر کرسکتا ہے؟

جن دماغوں میں اس خیال کی پرورش گاہ ہے کہ انسان محض دنیا کے لئے پیدا کیا گیا

ہے ۔وہ دراصل انسانیت و حیوانیت کا دقیق و لطیف تفرقۂ امتیاز سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتے، اگر ان میں قوت تمیز ہوتی تو اس حقیقت سے ناواقف نہ رہ جاتے کہ حواس کی دنیا عالم حیوانیت ہے اس عالم سے آگے قدم نہ بڑھانے والے کے لئے قوت عقل و ملکہ انجام بینی کی ضرورت نہیں، بدنی و حسی لذتوں اور مسرتوں کے لئے صرف حواس ظاہرہ کی صحت و قوت کی ضرورت ہے، عقل و شعور و قوت انجام بینی کا وجود نہ فقط غیر ضروری بلکہ باعث ضرر ہے، چونکہ حیوانات بس اسی دنیا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ان کی زندگی کے مقاصد و اغراض میں ماوراء عالم جسمانی و مادی کسی اور دنیا کا تصور نہیں لہٰذا فطرت نے ان کو جوہر عقل و شعور سے دور رکھا اور صرف حواس ظاہرہ بخشے اور انسانی مشاعر حسی سے زیادہ قوی اور مکمل حسی قوتیں عطا کیں جن کی وجہ سے وہ جسمانی لذات کو حسب خواہش دل بغیر کسی عقلی مزاحمت اور فکری رکاوٹ کے بھرپور حاصل کرتے ہیں ۔ ان کے فطرت کے خزانے کا جوہر عقل و شعور سے خالی رکھا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ محض حیوانی زندگی بسر کرنے اور دنیوی نعمات و لذات سے بہرہ مند ہونے کے لئے عقل و خرد کی حاجت نہیں ہے۔

حیوانیت و انسانیت کے حدود

حواس ظاہرہ کی دنیا عالم حیوانیت ہے انسانیت کی حد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے نور عقل کا ظہور ہوتا ہے، اور اس کا ظہور یہ ثابت کرتا ہے کہ انسانیت کا علاقہ اس دنیا سے بھی ہے جس میں حواس ظاہرہ کام نہیں دے سکتے ۔ اور اس کو ایسی لذتیں اور مسرتیں بھی نصیب ہوسکتی ہیں جن سے حواس ظاہرہ ناآشنا ہیں، جو لوگ محض ظاہر حیات دنیا کا تصور رکھتے ہیں وہ حیوانیت و انسانیت کے دقیق فرق اور حقیقت انسانیت کے مقصد ہستی کا حیوانی غرض خلقت سے امتیاز نہیں کرسکتے وہ اس سے غافل ہیں کہ انسان اگرچہ حیوان بھی ہے اور انسانیت

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

میں حیوانی حصے بھی موجود ہیں مگر صرف وہی مقصود فطرت نہیں ہیں بلکہ یہ حصے اس لئے رکھے گئے ہیں کہ انسانیت کو خالص ملکیت سے امتیاز پانے میں ان کی حاجت تھی۔ اور ملکیت پر انسانیت کا تفوق ان کی امداد اور اشتراک وتعاون کے بغیر ممکن نہ تھا، انسان کی مرکب فطرت کو سمجھنے والے اس میں شبہ نہیں کر سکتے کہ اس کو ایسے ہی نظام معیشت کی ضرورت ہے جو اس کو خالص حیوان نہ بنائے۔ گو اس سے حصۂ حیوانیت کی حق تلفی بھی نہ ہونے پائے کیونکہ اس صورت میں وہ فنا ہو کر وجود انسانیت کو بھی ناممکن بنا دے گا۔

ایسا جامع نظام وہی ہو سکتا ہے جو اخلاقی بنیادوں پر مرتب کیا جائے اور حیوانیت و انسانیت کے درمیان حالت اعتدال پیدا کرنے والا ہو تا کہ دنیوی معیشت کے وسیع وسائل و اسباب سے اس طرح فائدہ حاصل کیا جا سکے کہ انسان کی عقلی واخلاقی ترقی میں سد راہ نہ بنیں اور حیوانی حصہ معتدل وترقی یافتہ ہو کر انسانیت کا مددگار بن سکے، وہ نظام جو اس کے خلاف ہو وہ انسانی فطرت کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا۔

سگ دنیا بن جانا آسان ہے مگر انسان عادل بننا مشکل ہے اسی طرح تارک الدنیا و زاہد، خشک بن جانا سہل ہے مگر مرد باعمل بننا دشوار ہے یہی وجہ ہے کہ محض دنیا دار و زاہد خشک عالم میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اور انسانی عقلوں نے افراد انسانی کے لئے ابتداء تمدن سے آج تک جتنے نظامات تیار کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی افراط وتفریط اور بے اعتدالی سے خالی نہیں۔

عالم کے غیر معتدل نظامات معیشت کی دو قسمیں

ایک قسم ایسے نظامات کی ہے جو آدمی کو محض دنیا دار و آخرت فروش بناتے ہیں اس کو نہ ماوراء دنیا زندگی کا تصور ہو سکتا ہے اور نہ اس کی طرف کسی طرح کی اصلاحی توجہ، ایسے ہی لوگوں کا

تذکرہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں ہے:

(۱) يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ (سورۂ روم: ۷) ''یہ لوگ بس ظاہر زندگی کو بنا کر جاتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں''۔

(۲) مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ . أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ . (سورۂ ہود: ۱۵ و ۱۶)

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی آزمائش و زینت کا خواہاں ہے ہم اس کے کاموں کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دیدیں گے وہ لوگ اس معاملے میں گھاٹے میں نہیں رکھے جائیں گے، مگر یہ لوگ وہ ہیں جن کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا اور کچھ نہیں، ان لوگوں کی تمام کارگذاریاں اکارت جائیں گی اور دنیا میں جو کچھ کیا کرتے تھے وہ سارے اعمال ملیا میٹ ہو جائیں گے''۔

دوسری قسم ان میں سے ایسے نظامات کی ہے جن کو اختیار کرنے کا حاصل غیر معتدل زہد کے طریقوں پر لگ جانا ہے جس انسان کے لئے نہ صرف دنیا و مافیہا بلکہ خود اس کی ہستی بھی سراسر مہمل، عبث ولا حاصل ہو جاتی ہے اس کی زبان حال، ارشاد ربانی: ''**ربنا ما خلقت هذا باطلا**'' کی تصدیق کرنے پر تیار نہیں ہوتی اور وہ عملی طور ہر فرمان خداوندی: ''**جعل لكم ما في الارض جميعا**'' کو جھٹلاتا ہے غرض اس کے فلسفہ زندگی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عالم انسانیت سے اس کو نفرت ہوتی ہے اور تمام دنیا اور خود اس کا دفتر وجود بھی بالکل بے معنی و بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

صرف اسلام کا نظام معاشی معتدل اور مطابق فطرت انسانی ہے

ان غیر معتدل کے درمیان مسلک اعتدال وہ ہے جس کی طرف اسلام دعوت دیتا ہے جناب رسول خداؐ اور آئمہ ھدیٰ اور ان حضرات کے ساتھ، عارفین کی سیرتیں جس کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اس کا خلاصہ علامہ مجلسیؒ کے الفاظ میں یہ ہے:

انھم ما کانوا یاخذون الدنیا للدنیا بل الذین وما کانوا یتربصون و یھجرون الدنیا بالکلیۃ وما کان لھم فی الامور تفریط ولا افراط بل کانوا بین ذالک تعاما و ذالک ھو العدل والوسط بین الطرفین و احب الامور الی اللہ تعالیٰ

(شرح اصول کافی، ج۲،ص۳۰۹)

''یہ حضرات دنیا کو دنیا کے واسطے نہیں بلکہ دین کے واسطے طلب کرتے تھے رہبانیت ان کا طریقہ اور دنیا کو بالکل ترک کر دینا اس کا شیوہ نہ تھا ان امور میں افراط وتفریط ان کے یہاں نہ تھی بلکہ وہ حد اعتدال پر قائم تھے اور یہی بات خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے''۔

اعمال انسانی کی بنیاد دو قسم کے نظریے ہیں: نظریہ الحاد و لا مذہبی اور نظریہ خدا پرستی

پنجم: دنیا میں دو قسم کے نظریہ وفلسفہ انسان کے اعمال کے بنیاد بنتے ہیں ایک نظریۂ الحاد و لا مذہبی اور دوسرا فلسفۂ خدا پرستی و ایمان باللہ والیوم الآخر ۔

ہم کو دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں کا انسانی اخلاق وکردار پر کیا اثر ہوتا ہے اور ان کی بنیاد پر جو قوانین بنائے جائیں گے ان کی نوعیت کیا ہوگی؟۔

نظریہ الحاد اور لا مذہبی کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ہستی میں کوئی خدا نہیں ہے جو انسانی افعال کا دیکھنے والا اور ان پر باز پرس کرنے والا ہو ہم آزاد مطلق ہیں ہم کو اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں کسی غیبی طاقت کا خوف نہ ہونا چاہیے زندگی دنیا ہی تک محدود ہے ہمارے افعال کی طرح ان کے ثمرات ونتائج بھی دنیوی زندگی ہی تک ختم ہو جاتے ہیں اسے کون نہیں جانتا کہ ہر ظاہر و باطن کے رقیب وناظر خدا، اور جزا اور روز جزا کے انکار کے بعد انسان ہوا و ہوس اور نفس امارہ کی مطلق العنانی کی روک وتھام دشوار ہو جائے گی جب انسان یہ سمجھ لے گا کہ زندگی چند روزہ ہے یہاں دنیا کی مدت قلیل کے بعد ہمیشہ کے لئے خزاں ہی خزاں ہے تو اسے کوئی اخلاقی قوت دنیا کی نعمتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے ان سے زیادہ سے زیادہ لذت یاب ہونے سے نہ روک سکے گی بندۂ حرص وہوا بن جانے اور بہیمانہ جذبات پر دل کھول کر عمل کرنے سے کوئی چشم نمائی کرنے والا نہ ہوگا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیائے الحاد اور لا مذہبی نے ''حیا وقناعت'' ایسے گرانقدر اخلاق کو فلسفۂ اخلاق سے خارج کر دیا گیا ہے، ایسا ہی ہونا ہی چاہیے تھا۔

واقف رموز فطرت پیامبر اسلامؐ فرما گئے ہیں :'' **لا دین لمن حیا له** ''یعنی دین اور حیا میں تلازم ہے جہاں ایک نہیں وہاں دوسرا بھی نہیں ہوگا اور جب حیا نہ ہوگی تو آدمی کے اعمال وکردار پر کوئی پابندی روک ٹوک باقی نہ رہ جائے گی۔

حدیث نبوی میں ہے:''**اذا لم تستحی فافعل ما شئت** ''

''جب تم میں حیا وشرم نہیں ہوتو جو چاہو کرو''

اسی طرح باعث ظہور خلق وقناعت صرف امید مستقبل وآرزوئے فردا ہوسکتی ہے یعنی یہ توقع کہ آج کی کمی کل پوری ہو جائے گی۔ جہاں نہ دین ہوگا نہ حیا نہ قناعت نہ مستقبل کی توقع اور آئندہ کی امید، وہاں نفس امارہ کا آزاد مطلق ہو جانا لازم ہوگا۔ آدمی اس خیال کو دل ودماغ میں جگہ پانے سے نہ روک سکے گا کہ جتنا ممکن ہو دنیا میں کھا پی لو، چین کرلو، عیش وعشرت اور

Presented by Ziaraat.Com

لذت ومسرت کے اسباب فراہم کرنے میں کمی نہ کرو، عیش کوشی اور متاع دنیا کی ذخیرہ اندوزی میں کمی ہمیشہ کے خسارہ کا باعث ہوگی، چونکہ مذکورہ بالا خیال ونظریہ کے تحت ہر فرد بشر اسیر حرص وہوا ہوگا اس کی ہمت وفکر دنیا طلبی کے میدان میں مقید ومحدود نہ ہوگی۔ لہٰذا افراد انسانی میں بغض وحسد تفاخر وتکاثر کے جذبات ابھریں گے جن کا انجام بدنظمی عالم اور ہمہ گیر فتنہ وفساد ہوگا ،امن وامان اور سکون واطمینان کی نعمت میسر نہ ہو سکے گی آدمی کی غیر معتدل دنیا طلبی اس کو دین کی طرح دنیا سے بھی محروم کردے گی ، افراط ہوس دنیا کی بدولت عیش زندگی ناپید ہوجائے گا، اور انسانی احوال اس تصویر کے عین مطابق ہوں گے جو اس آیت قرآنی کے آئینہ میں دکھائی گئی ہے:

''ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللهِ فَأَذَاقَهَا اللهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ''

(سورہ نحل:۱۱۲)

''خدا نے ایک گاؤں کی مثل بیان کی جس کے باشندے امن وچین میں مطمئن زندگی گذار رہے تھے ہر طرف سے ان کی روزی بافراغت چلی آتی تھی۔ مگر ان لوگوں نے نعمات الٰہیہ کی ناشکری کی تو خدا نے ان کے کافرانہ کرتوتوں کی بدولت بھوک اور خوف کو ان کا اوڑھنا اور بچھونا بنادیا''

کیا آج نام نہاد عقلاء عالم کی شامت اعمال اور الحاد پرستی وانکار خدا اور روز جزا کے تاریک جذبات کے ماتحت بنائے ہوئے نظامات ہی کا یہ نتیجہ نہیں ہے کہ خوف وحراس اور فاقہ مستی کی کالی گھٹاؤں نے عالم انسانیت کو گھیر لیا ہے؟ اور ان کے ملحدانہ نظریات واصول ہی کا یہ تلخ ثمرہ نہیں ہے کہ عام خلائق کو معاشی مشکلات کا سامنا ہے؟ ہوس دنیا کے بندے خیر دنیا سے

بھی اس طرح محروم ہوتے جاتے ہیں جس طرح وہ حسن آخرت سے مایوس تھے؟ دنیا کے حال خراب کی زبان پر عبرت ونصیحت کے پیغام تو بہت ہیں، مگر سننے والے بہت تھوڑے بلکہ ناپید ہیں۔

نظریہ مادیت والحاد اور نظریہ خداپرستی کے متعلق مفصل بیان قرآنی بشکل مکالمہ

نظریہ خداپرستی اور ایمان باللہ ہو ایمان بالیوم الآخر پر جو نظام معیشت قائم کیا جائے گا اس کی صورت حال مذکورہ بالا نوعیت سے مختلف ہوگی یہ دونوں نظریہ مع اپنے نتائج کے قرآن مجید میں بصورت مکالمہ مومن وملحد مذکور ہیں:

(ترجمہ) ''اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے بیان کرو مثل ان دو شخصوں کی جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطا کئے تھے، اور خرمے کے درختوں سے ان باغوں کو گھیر دیا تھا، اور ان دونوں باغوں کے درمیان زراعت بھی قرار دی تھی۔ وہ دونوں باغ خوب پھل لائے۔ پھل لانے میں کچھ کمی نہیں کی اور ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کردی تھی۔ وہ شخص اپنے ساتھی سے جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں مال میں تجھ سے زیادہ ہوں، اور جتھے کے اعتبار سے تم سے زیادہ باعزت ہوں (یہ باتیں کہتا ہوا) وہ اپنے باغ میں داخل ہوا۔ درحالیکہ وہ (کفران نعمت خدا کی وجہ سے) اپنے اوپر ظلم کر رہا تھا، (وہاں) وہ بول اٹھا کہ مجھے تو اس کا گمان نہیں کہ یہ باغ کبھی برباد ہوجائے گا۔ اور مجھے یہ خیال نہیں ہوتا کہ کبھی قیامت بھی آئے گی اور (بالفرض) میں پروردگار کے پاس لوٹایا گیا تو (وہاں بھی) اس سے اچھی جگہ یقیناً پاؤں گا، (یہ باتیں سن کر) اس کے ساتھی نے جو اس سے باتیں کر رہا تھا یہ کہا کہ تو اس پروردگار کا منکر ہے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے، پھر تجھے معتدل ودرست قد

Presented by Ziaraat.Com

وقامت کا آدمی بنایا۔لیکن ہم تو (یہ کہتے ہیں کہ) وہی خدا میرا پالنے والا ہے، میں اس کا کسی کو شریک نہیں بناتا، جب تو نے باغ میں قدم رکھا تو یہ کیوں نہ کہا کہ ماشاءاللہ (یہ خدا ہی کی مرضی سے ہے) لاحول ولاقوۃ الا باللہ (سب قوت اور بل بوتے بس خدا ہی کے دئے ہوئے ہیں، اگر مال واولاد کی تجھے میرے پاس کمی دکھائی دیتی ہے تو عنقریب خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ عطا کرے گا۔،اور تیرے باغ پر کوئی ایسی آفت آسمان سے نازل کرے گا جس سے وہ صاف چٹیل میدان بن جائے گا، یا اس کا پانی زمین کے اندر اتر جائے گا، پھر تجھے ڈھونڈ ھنے سے نہ ملے گا (چنانچہ ایسا ہی ہوا) عذاب خدا نے اس کے پھلوں کو گھیر لیا تب وہ کف افسوس ملنے لگا (نظر کے سامنے) باغ الٹا پڑا تھا اور وہ بحسرت کہہ رہا تھا کہ کاش میں پروردگار کا شریک کسی کو نہ بناتا''

(سورۂ کہف، آیات ۳۲ تا ۴۲)۔

انسان کا اہم مقصد خوف وحزن سے نجات ہے اور وہ صرف زبانی ہدایت نامہ سے پورا ہوسکتا ہے

انسان کا سب سے بڑا مقصد زندگی یہ ہے کہ خوف وحزن سے نجات پائے اور امن وامان وخوشحالی اس کو میسر ہو، قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ زندگی کے طریقوں کی طرف ہدایت کرنے کا ذمہ دار خدا ہے. انَّا علینا للهدیٰ ''راہ دکھانا ہمارے ذمہ ہے'' اور خدا ہی کے ہدایت نامہ پر چلنے اور عمل کرنے سے انسان خوف وحزن سے نجات پا سکتا ہے:

(ترجمہ) ''ہم نے یہ کہہ دیا کہ تم سب یہاں سے اتر پڑو تمہارے پاس اگر میری طرف سے ہدایت آئے تو (اس کی پیروی کرنا) جو لوگ میری ہدایت پر چلیں گے ان کے واسطے نہ خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوں گے'' (سورۂ بقرہ: ۳۸)

جس دستور ہدایت کی جانب اس آیۂ مبارکہ میں اشارہ ہے وہ نظام اسلامی ہے جس کی ابتداء انسانیت کے سب سے پہلے نمائندے حضرت آدم سے ہوئی، اور حسب رفتار زمانہ نسل انسانی کی ترقی پذیری کے ساتھ ارتقاء کے درجے طے کرتا ہوا حضرت خاتم المرسلینؐ کے ذریعہ سے مرتبۂ کمال کو پہنچا اور وہ آج دنیا کے سامنے موجود ہے، اس کے بنیادی نظریات وہ اصول کا مجمل خاکہ یہ ہے:

اسلام کے نظام معاشی کا مختصر خاکہ

انسان کا خدا سے تعلق

(۱) انسان مخلوق خدا ہے اور خدا ہی اس کا پالنے والا اور امیدوں کا سہارا ہے لہٰذا اس سے ایسے تعلقات کا قائم کرنا ضروری ہے جو خالق ومخلوق کے درمیان مناسب ہوں۔

انسان تنہا نہیں پیدا کیا گیا

(۲) انسان دنیا میں تنہا نہیں پیدا کیا گیا ہے، بلکہ سفر ہستی میں اس کے رفیق اور نعمت وجود میں اس کے شریک دوسرے افراد بھی ہیں۔ جو اسی کی طرح انسان اور خدا کی مخلوق ہیں، اور ملک خدا میں ان کے حقوق بھی اسی کے برابر ہیں، نیز کمال زندگی تنہائی وعزلت کی زندگی نہیں۔ انسان طبعی طور پر اپنے ہمجنسوں کے تعاون واشتراک عمل کا محتاج ہے بغیر اس کے وہ اپنے ضروریات زندگی ولوازم معیشت کو مہیا نہیں کرسکتا، لہٰذا از روئے انصاف حقوق ومنافع میں ان کو اپنے برابر رکھنا چاہئے، انسانی جماعت کی مثال بدن انسانی کی ہے اور ہر فرد اس کے عضو کی حیثیت رکھتا ہے اگر اعضاء دکھ و درد میں باہم شریک نہ ہوں تو اس کا انجام فساد بدن ہے۔ بدن جو غذا حاصل کرتا ہے وہ تمام اعضاء بدن میں حسب ضرورت ومناسب حالت تقسیم ہوتی ہے، کوئی عضو دوسرے کے لوازم وضروریات میں مزاحمت نہیں کرتا اگر ان میں فطری رواداری نہ

Presented by Ziaraat.Com

ہوتی تو نظام بدن بگڑ جاتا۔ لہٰذا ہر فرد بشر کو اپنے دوسرے ہم جنسوں کے ساتھ سلوک میں اسی مثال پر چلنا ہوگا۔ انفرادی و شخصی خیر منفعت کو اجتماعی مفاد اور بہبود سے الگ نہ ہونا چاہیئے۔ انسان کی حرکات عمل کو ایسا ہونا چاہیئے۔ جو اس کے ذاتی خیر کا باعث ہوں اور دوسروں کے فوائد کا سبب بھی۔

اگرچہ انسان دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے مگر دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے

(۳) اگرچہ آدمی دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے غرض خلقت انسانی، دنیا اور اس کی نعمتیں نہیں مگر دنیا و ما فیہا کی پیدائش انسان ہی کے لئے ہوئی ہے انسانی ہستی کو ہٹا لینے کے بعد خلقت دنیا بے فائدہ ٹھہرتی ہے لہٰذا ہر فرد انسانی کو دنیا و اسباب دنیا و سامان معیشت سے فائدہ حاصل کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

دنیا و ما فیہا میں تصرف کی دو ضروری شرطیں

(۴) مگر دنیا و ما فیہا پر تصرف کا حق قائم کرنے کے لئے دو شرطوں کا لحاظ ضروری ہے:

(اول) دنیا اور ما فیہا اور خود انسان کا خالق و مالک حقیقی بھی خدا ہی ہے اس کا حق تصرف خدا ہی کا عطیہ ہے، اس لئے ہمارے تصرفات کا خدا کے حقوق مالکانہ سے تصادم نہ ہونے پائے، حدیث میں ہے کہ ''حقیقت عبودیت یہ ہے کہ خدا کی دنیوی بخششوں کو اپنی ملکیت نہ جانے بلکہ مال دنیا کو مال خدا سمجھے، اور خدا کے فرمان کے مطابق اس میں تصرف کرے۔

دنیوی زندگی سلسلۂ حیات کی ایک کڑی ہے

(۵) انسان کی مدت حیات فقط زندگیٔ دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دور زندگیٔ دنیا حیات بے پایاں کا ایک حصہ ہے، عمر رواں اس سلسلۂ زندگی کا ایک ٹکڑا ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں، موت اس سلسلۂ زندگی کو ختم نہیں کرتی، بلکہ اس کے ایک دور کو تمام کرتی ہے۔ جس کے بعد دوسرا دور حیات شروع ہوتا ہے، موت قطع رشتۂ حیات کا نام نہیں بلکہ انقلاب دور حیات و طرز زندگی و انتقال مکانی کا نام ہے، اور فقط روح انسانی ہی کے لئے بقائے دوام نہیں، بلکہ موت کی تفرقہ اندازی کے ہاتھوں بچھڑا ہوا بدن بھی ترقی یافتہ صورت میں پھر وابستۂ روح کر دیا جائے گا، اور اس طرح جو انسانی حقیقت دنیا میں تھی وہی عالم آخرت میں بھی تا ابد رہے گی۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہر آدمی کو کاربار دنیا میں یہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ دور زندگیٔ دنیا کے بعد بھی ایک دور زندگی ہے، لہٰذا اس زندگی کا تعلق دوسرے دور حیات سے منقطع نہ ہونے پائے، جس طرح ہر مرد عاقل کی کاروبار دنیا میں ہر روز کی سعی محض اسی روز کے لئے نہیں ہوتی بلکہ آنے والے ''کل'' کے لئے بھی ہوتی ہے ان کی نظر ہر حال میں مستقبل پر بھی رہتی ہے، آج کوئی ایسا قدم اٹھانا پسند نہیں کرتا۔ جس سے ''کل'' گرفتار مصیبت ہو جائے، اور جس طرح اس کی ''آج'' کی سعی عمل محض ''آج'' کے لئے نہیں بلکہ ''کل'' کے واسطے بھی ہوتی ہے، اسی طرح یہ خیال رکھنا بھی لازم ہے کہ آخرت کے کام بھی دنیا ہی میں کئے جا سکتے ہیں، آنے والے دور حیات کی بھلائی کے لئے بھی دوڑ دھوپ مدت حیات ہی میں کی جا سکتی ہے، لہٰذا انسانی کوششیں دنیا طلبی میں اس طریقے پر ہوں کہ آخرت سے رشتہ نہ ٹوٹے، دنیا بھی حاصل ہو اور دین بھی، معیشت دنیوی بھی درست ہو سکے اور آخرت کی زندگی بھی۔

اسلام کا یہ وہ مخصوص نظریہ ہے جس کی مثال دیگر مذاہب حاضرہ کے فلسفوں میں نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ملتی قرآن مجید واحادیث میں متعدد جگہوں پر اس نظریہ کوواضح کیا گیا ہے:

دنیا بھی انسان کی اور آخرت بھی

چند آیات واحادیث یہ ہیں:

(۱) وَأَنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ... (ھود/۳)

''اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگواور توبہ کرو، وہ تمہیں مقررہ مدت تک اچھا سرمایۂ زندگی دے گا، اور وہی ہر فضیلت والے کواس کی فضیلت (کا ثمرہ) عطا فرمائے گا''۔

(۲) وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلاتَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ وَلاتَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللهَ لايُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (سورۂ قصص:۷۷)

''خدا نے تجھے جو کچھ نعمتیں بخشی ہیں، ان کے ذریعہ سے آخرت کے گھر کی بھی جستجو کر اور دنیا سے جتنا حصہ تیرا ہے اس کو بھی فراموش نہ کر، جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی دوسروں پر احسان کر، اور زمین میں فساد کا خواہاں نہ ہو، بے شک خدا فساد برپا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا''۔

(۳) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورۂ نحل:۹۷)

''مرد یا عورت جو آدمی اچھے کام کرے گا اور ایماندار بھی ہوگا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک زندگی بسر کرائیں گے، اور آخرت میں ان لوگوں کو اچھے سے اچھا اجر وثواب دیں گے''۔

(۴) فَآتَاهُمْ اللهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورۂ آل عمران:۱۴۸)

''خدا نے ان کو ثواب دنیا عطا کیا اور آخرت میں بھی اچھا بدلہ دیا اور خدا تو نیک کردار لوگوں کو دوست رکھتا ہی ہے''۔

(۵)...لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ...

''اچھے کام کرنے والوں کے واسطے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو اس سے بہتر ہے''۔(سورۂ نحل؛۱۰)

(۶) حدیث نبوی :'' اِنّ لانفسکم علیکم حقا فصوموا وافطروا و قوموا و ناموا، فانی اصوم وافطرواقوم و انام واکل اللحم و الد طھن و آتی النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی ''. (مستدرک الوسائل:ج ۱۶ ص ۵۵)

'' تمہارے نفسوں کا بھی تم پر حق ہے لہٰذا روزے بھی رکھو افطار بھی کرو، راتوں کو نمازیں بھی پڑھو اور خواب استراحت بھی کرلیا کرو، دیکھو، میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نمازیں پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں۔ گوشت وروغن بھی کھاتا ہوں، عورتوں سے ازدواجی تعلقات رکھتا ہوں پھر جو شخص میری سنت سے منہ موڑے گا وہ مجھ سے نہیں ہے''۔

پرہیزگاروں کا دوگنا حصہ

حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے :

و اعلموا عباداللہ ان المتقین ذھبوا بعاجل الدنیا و آجل الاخرہ .فشارکوا اھل الدنیا فی دنیاھم و لم یشارکھم اھل الدنیا فی آخرتھم .سکنوا الدنیا بافضل ما سکنت و اکلوھا بافضل ما اکلت فحظوا من الدنیا بما حظ بہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

المترفون و اخذوا منها ما اخذه الجبابرة المتکبرون .ثم انقلبوا عنها بالزاد المبلغ و المتجر الرابح.اصابوا لذة زهد الدنیا فی دنیاهم و تیقنوا انهم جیران الله غدا فی اخرتهم لا تردلهم دعوة ولا ینقص لهم نصیب من لذة .

(نہج البلاغہ، نامہ ۲۷)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے ''بندگان خدا! یہ جان لو کہ پرہیز گار لوگ دنیا و آخرت دونوں کی منفعت حاصل کر کے گذر گئے وہ اہل دنیا کے ان کی دنیا میں شریک رہے مگر اہل دنیا ان کی آخرت میں شرکت نہ کر سکے، وہ دنیا کے بہتر ساکنوں کی حیثیت سے دنیا میں رہے، اور بہتر سے بہتر طریقہ سے دنیا کی نعمتیں کھائیں، لہٰذا انھوں نے دنیا سے وہ حظّ اٹھایا جو خوشحال ثروت والوں کو نصیب ہوتا ہے، اور وہ چیزیں بھی لیں جو کبر و جبروت کے متوالوں کو میسر ہوا کرتی ہیں پھر اس دنیا سے منزل عادت آخرت تک پہنچانے والے توشے اور پر منفعت تجارت کے ساتھ واپس گئے، انھوں نے دنیا میں زہد دنیا کی لذت چکھی اور یہ یقین بھی رکھتے تھے کہ کل کے آخرت میں خدا کے ہمسایہ ہوں گے نہ ان کی دعا بارگاہ الٰہی سے رد ہوگی۔ اور نہ لذت کا کوئی حصہ ان کے لئے کم ہوگا''۔

ارشاد حضرت صادق آل محمدؐ: لیس منا من ترک دنیاه لاٰخرته و اخرته لدنیاه. (لئالی الاخبار، ص ۱۵۳۔ وسائل الشیعہ ج ۱۷ ص ۷۷)

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو دنیا کو آخرت کے لئے یا آخرت کو دنیا کے لئے چھوڑتا ہو''

ان تمام آیات و احادیث سے دین اسلام کا یہ نصب العین ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا بھی انسان ہی کے لئے ہے اور آخرت بھی اسی کے لئے اور وہی نظام زندگی و دستور حیات مناسب

حال انسان ہوسکتا ہے جس کے ذریعہ سے یہ مقصد پورا ہوسکتا ہو اور دین اسلام کے سوا ایسا جامع وحاوی نظام و دستور العمل اور کوئی نہیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

خدا کو بھولنے کا انجام ضیق معیشت ہے

(۹) نظریہ اسلامی یہ ہے کہ جس نظام معیشت کی بنیاد یاد خدا سے غفلت پر ہوگی وہ انسان کی خوشحالی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا، یاد خدا سے منہ موڑ کر انسان کو کشادہ معیشت میسر نہیں ہوسکتی، اس طرح آخرت کو بھول کر دنیا کی نعمتوں اور لذتوں میں سرشار رہنے کا انجام یہ ہے کہ ابدی زندگی خراب ہوجائے گی اور دائمی ناکامی کا سامنا ہو:

(۱) وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِی فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى (سورۂ طه: ۱۲۴)

''جس نے میری یاد سے منہ موڑا تو اس کے لئے زندگی تنگ ہوجائے گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔''

(۲)... أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِی حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِی الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ . (سورۂ احقاف: ۲۰)

''تم اپنے حصہ کی اچھی لذتیں زندگی دنیا میں ہی ختم کر چکے اور اس زندگی میں تم نے خوب چین کئے اور آج تم پر رسوا کن عذاب نازل ہوگا۔ اس لئے کہ تم روئے زمین پر ناحق اکڑتے تھے اور بدکاریاں کرتے تھے''۔

لہٰذا وہ ایسا نظام زندگی پیش کرتا ہے جس سے یاد خدا سے غفلت نہ ہو، خالق سے رشتۂ بندگی نہ ٹوٹے اور زندگیٔ دنیا کی خیر و صلاح اخروی زندگی کی مسرتوں سے پیوستہ رہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ربط دنیا و آخرت کے متعلق اسلامی نقطۂ خیال

اس مقام پر ضروری ہے کہ دنیا وآخرت کا وہ ربط جو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے، اچھی طرح واضح کر دیا جائے، جس طرح آدمی حیوان بھی ہے اور انسان بھی، اس کی حیوانیت کو انسانیت سے ایسا فطری ربط ہے جس کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا ،اور انسانیت کا کمال بدون اشتراک جنبہ حیوانیت کے ممکن نہیں ۔جنس حیوان ہی ’’عقل و نطق‘‘ کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر نوع انسان بن گئی ہے اسی طرح آدمی کی دنیا کو اس کی آخرت سے علیحدہ کر لینا مشکل ہے اس کی دنیا ہی اس کی آخرت بھی ہو سکتی ہے اسلامی نقطۂ نگاہ کے بموجب دنیا وآخرت میں محض نظری و خیالی فرق ہے جس کو محسوس کرنے کے لئے باریک بینی کی ضرورت ہے۔

حقیقت وماہیت دنیا

بحر العلوم ملا محمد مہدی نراقیؒ کتاب جامع السعادات میں فرماتے ہیں کہ زمین اور اس کی پیداوار یعنی معادن وحیوان، ونبات دنیا کی حقیقت ہے انہیں موجودات کو دنیا کہتے ہیں ان سب کو خداوند عالم نے اپنے اس ارشاد میں یکجا بیان کر دیا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا .

’’لوگوں کی مرغوب چیزوں مثلاً عورتوں بیٹوں سونے چاندی کے لگے ہوئے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں مویشیوں اور کھیتی کی محبت اچھی کر کے دکھائی گئی ہے یہی سب چیزیں سرمایۂ حیات دنیا ہیں‘‘۔(آل عمران:۱۴)

مقصد اور طریقہ تحصیل پر دنیا کے ممدوح اور مذموم ہونے کا مدار ہے

طریقۂ تحصیل اور مقصد کے لحاظ سے دنیا بدل جاتی ہے اختلاف نظر سے دنیا کے اوصاف میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس کی اسلامی نقطہ نگاہ سے کہیں قسمیں ہو جاتی ہیں۔ دنیا کبھی ممدوح و مستحسن ہوتی ہے اور کبھی قابل مذمت، مال دنیا کبھی فضل خداوندی و امداد الٰہی ہوتا ہے اور کبھی فتنہ وفساد و متاع غرور ٹھہرتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام کا ارشاد ہے:

دنیا کی دو قسمیں ہیں

الدنيا دنياآن دنيا بلاغ و دنيا ملعونه،

’’دنیا دو طرح کی ہے، ایک وہ دنیا جو انسان کے لئے کافی ہے اور دوسری وہ دنیا جو ملعونہ (اور قابل ترک) ہو‘‘۔(جامع السعادات۔ الکافی: ج ۲،ص ۳۱۷)

قرآن مجید میں دنیا کے ممدوح و مذموم دونوں پہلوؤں کی توضیح کی گئی ہے مذموم پہلو کا تذکرہ جن آیات میں ہے ان میں سے چند آیات یہ ہیں:

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (سورۂ حدید:۲۰)

’’جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ اور ظاہری آرائش اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال واولاد کی کثرت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی خواہش ہے‘‘۔

(۲) **وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ** (سورۂ حدید:۲۰)

’’اور دنیوی زندگی تو بس فریب کا ساز وسامان ہے‘‘

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

(۳)إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تغابن:۱۵)

''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد یہ سب تمہاری آزمائش کے اسباب ہیں''۔

اگر دنیا ومتاع دنیا کا مقصد لھو ولعب کھیل تماشہ سرمایہ داری کی وجہ سے مفلسوں اور ناداروں پر فخر ونازاکثر مال پیدا کرنے میں ناروا مقابلہ ومسابقات ہے تو یہ دنیا کا برا اور بدنما اور قابل نفرت رخ ہے۔

مذموم دنیا کی تصویر

جناب صادق آل محمد علیہم السلام نے قابل مذمت دنیا کی تصویر اس ارشاد میں کھینچی ہے:

الدنیا بمنزلة صورة راسها الکبر و عینها الحرص و اذنها الطمع ولسانها الریاء و یدها الشهوة و رجلها العجب و قلبها الغفلة و لونها الغنا و حاصلها الزوال (لئالی الاخبار ص ۲۱۔ مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۳۸)

دنیا بمنزلہ ایک ایسی صورت مجسمہ کے ہے جس کا سر تکبر ہے اور آنکھ حرص ہے کان طمع ہے زبان ریاء ہے اور ہاتھ خواہش نفس اور پاؤں خود بینی وخود پسندی، قلب غفلت اور رنگ غنا اور جس کا نتیجہ زوال ہے۔''

دنیا کا قابل مدح پہلو

دنیا کا قابل مدح پہلو آیتوں میں مذکور ہے ان میں سے چند آیات یہ ہیں:

(۱) فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ (سورۂ جمعہ:۱۰)۔

''زمین میں جہاں چاہو آؤ جاؤ اور خدا کے فضل ورزق کی جستجو کرو''۔

(۲) وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللهِ (مزمل:۲۰)

''اور بعض لوگ فضل خدا رزق کی جستجو میں روئے زمین پر سفر کریں گے''۔

(۳)وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ (نوح:۱۲)

''اور خدا مال اور اولاد سے تمہاری امداد کرے گا تمہارے لئے باغ بنائے گا''۔

(۴)اَلشَّیطَانُ یَعِدُکُم الفقرَ و یَأمُرُکم بالفحشاءِ واللّٰہ یَعدکُم مغفرةً منه فضلًا... (بقرہ:۲۶۸)

''شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور بری خصلت بخل کا حکم دیتا ہے اور خدا اپنی بخشش اور فضل ووسعت رزق کا وعدہ فرماتا ہے''۔

(۵) اِنْ تَرَکَ خَیْراً الْوَصِیَّةُ (سورۂ بقرہ،۱۸۰)

''اگر وہ کچھ خیر (مال) چھوڑ جائے تو وصیت کرے''۔

ان آیتوں میں خدا نے مال دنیا کو اپنا فضل اور اپنی امداد کہا ہے اور خیر سے تعبیر کیا ہے اور یہ اس کا مستحسن اور قابل مدح رخ ہے جس کو بکثرت احادیث میں بھی واضح کیا گیا ہے:

مال صالح:

(۱)نعم المال الصالح لرجل الصالح (اصول کافی)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''کیا اچھا ہے مال صالح مرد صالح کے لئے''۔

دنیا آخرت کی اچھی مددگار ہے

(۲)نعم العون علیٰ الآخرة الدنیا . (وسائل الشیعه)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''دنیا تحصیل آخرت پر اچھی مددگار ہے''۔

پرہیز گاری کے لئے دولت اچھی مدد گار رہے

(۳)نعم العون علیٰ تقوی الله الغنیٰ (لئالی الاخبار)

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

"مالداری پرہیزگاری پر اچھی مددگار ہے"۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

(۴) الدنیا مزرعة الآخرة "دنیا آخرت کی کھیتی ہے"

طلب دنیا کے پاک مقاصد ذاتی نفع کے ساتھ دوسروں کی منفعت کا خیال

(۵) من طلب الدنیا استعفافا عن الناس وسیعا علی اهله و تعطفا علی جاره لقی الله یوم القیامة و وجهه مثل القمر لیلة البدر (لئالی الاخبار)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: "جو شخص دنیا اس لئے طلب کرتا ہو کہ ذلت سوال سے اپنی آبرو بچائے، اہل وعیال کا تکفل کرے اور ہمسایہ پر مہربان ہو تو قیامت میں پیش خدا اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا"۔ (الکافی: ج۵،ص۷۹)

کسب دنیا کے اعلیٰ مقاصد جو اس کو طلب آخرت بنا دیتے ہیں

(۶) قال رجل لابی عبد اللّٰہ و الله انا لنطلب الدنیا و نحب ان فوجدها فقال تحب ا تصنع بها ماذاقال اعودبها علی نفسی و عیالی و اصل بها واتصدق بها و احج واعتمر فقال ابو عبدا لله لیس هذا الا طلب الآخرة

"ایک شخص امام جعفر صادقؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم طالب دنیا ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا ہم کو حاصل ہو حضرتؑ نے فرمایا: تیرا مقصد کیا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے اس نے عرض کی کہ میرا مطلوب یہ ہے کہ اپنے نفس اور عیال کو اس سے فائدہ پہنچاؤں اپنے اعزہ واقاریب

کے ساتھ صلہ رحمی کیا کروں، راہ خدا میں خیرات دوں اور فریضۂ حج بجالاؤں، حضرتؑ نے فرمایا: یہ باتیں تو (طلب دنیا نہیں) فقط طلب آخرت ہیں"۔

(لئالی الاخبار۔ وسائل الشیعہ ج۱۷ص۳۴)

ان تمام احادیث سے ظاہر ہے کہ آدمی کے قصد ونیت کی اصلاح اس کی دنیا طلبی کو عین طلب آخرت بنا دیتی ہے، ان دونوں میں فرق وامتیاز کا دارومدار محض قصد ونیت پر ہے، اگر کسب دنیا وجمع مال کا مقصد اپنی ذات کے ساتھ اہل وعیال اور دیگر افراد کو فائدہ پہنچانا اور دوسرے امور خیر انجام دینا ہے تو وہ طلب دنیا نہیں بلکہ طلب آخرت ہے۔ اور فاضل علامہ نراقیؒ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ "جو افعال مثلاً کھانا پینا اور ضروریات زندگی میں انہماک بظاہر مفہوم عبادت سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ وہ بھی آدمی کے قصد ونیت کی بنا پر عبادت ہو جاتے ہیں، اور جو شخص مال کو اس نیت سے حاصل کرتا ہے کہ دین کی راہ میں خرچ کرے اور ذاتی مصارف سے فاضل مال اخوان مومنین کو مدد پہنچائے، تو ایسے آدمی کو مال کی کثرت ضرر رساں نہیں۔

زہد کی تعریف اور اس کی حقیقت

چونکہ ترک دنیا اور زہد کے فضائل واحکام قرآن مجید واحادیث میں بکثرت مذکور ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو دیکھ کر کسی دماغ ودل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ دنیا اور اس کی طلب کلیةً شریعت اسلام میں ممنوع ہے لہٰذا یہ بتا دینا ضروری ہے کہ زہد کے درجات مختلف ہیں، نیز انبیاء و اولیاء اور خاصان خدا کے فرائض ان کے مناصب اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے عامة الناس سے جداگانہ ہوتے ہیں جن کا اجمالی تذکرہ اسی مضمون میں دوسری جگہ آئے گا جہاں تک عوام خلق اللہ کا تعلق ہے ان کو جس قسم کے زہد کی ہدایت کی گئی ہے، اس کی تعریف اور اس کے حدود کے تعیین بھی صاف طور سے کر دی گئی ہے۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

زہد کا حاصل قرآن کے دوکلموں میں ہے

الزهد بين الكلمتين من القرآن قال الله سبحانه لكيلا تاسوا علىٰ ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم فمن لم ياس على الماضي ولم يفرح بالاتي فقد اخذ الزهد بطرفيه . (وسائل الشیعہ ج۱۶ص۱۹)

''جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ ''حقیقت زہد'' قرآن مجید کے دوجملوں میں ہے خداوند عالم نے فرمایا ہے لكيلا تاسوا على ما فاتكم، الخ، پس جس آدمی کو گئی ہوئی چیز کا غم نہ ہوگا اور آنے والی شئے کی خوشی نہ ہوگی وہ پورا ''زہد'' حاصل کرے گا''۔

خدا کی طرف سے حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرلینے کی مذمت

(۲) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاتُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ وَلاتَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لايُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (سورہ مائدہ:۸۷)

''اے ایماندارو! جو پاکیزہ چیزیں خدا نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو، خدا حد سے بڑھنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا''۔

اس آیت کی شان نزول کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن جناب رسالتمآبؐ نے اپنی مجلس وعظ میں صحابہ کے سامنے قیامت کے ہولناک مناظر کا تذکرہ فرمایا تو اس سے کچھ لوگ بہت متاثر ہوئے اور عثمان بن مظعون صحابی کے گھر میں جمع ہو کر اس بات پر اتفاق کرلیا کہ آئندہ سے دن کو روزہ اور رات کو نماز میں بسر کریں گے بستروں پر استراحت نہ کریں گے۔ گوشت نہ کھائیں گے بالوں کے موٹے کپڑے پہنیں گے۔ غرض ترک دنیا اور رہبانیت و فقیری کی زندگی اختیار کرکے دنیا میں پھرتے رہیں گے جب ان کے اس طرز عمل کی خبر جناب

رسالتمآبؐ تک پہنچی تو آپ عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لائے جب وہ اور ان کے رفقاء حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا:

ما بال اقوام حرموا النساء و الطيب والنوم و شهوات الدنيا اما انى لست آمركم ان تكونوا قسيسين و رهبانا انه ليس فى دينى ترك اللحم والنساء ان سياحة امتى الصوم و رهبانيتها الجهاد الخ (کنزل العرفان، ص ۳۷۳)

''آخر لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ انھوں نے عورتوں۔ خوشبو اور نیند اور دنیا کی دوسری مرغوب چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا؟ میں نے تو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ راہب پادری اور تارک الدنیا بن جاؤ میرے دین میں گوشت اور عورتوں کو ترک کر دینا نہیں ہے میری امت کی سیاحت (فقیر اور بے خانماں زندگی بسر کرنا) روزے رکھنا ہے اور اس کی رہبانیت جہاد ہے''۔

(۳) قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ

''اے پیغمبران سے کہو کہ زینت کی وہ چیزیں جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور کھانے کے پاک اشیاء آخر کس نے حرام کی ہیں؟ ''(سورۂ اعراف:۳۲)

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح خدا کے حرام کئے ہوئے خبائث کا حلال قرار دینا جائز نہیں، اسی طرح اس کی حلال کی ہوئی پاکیزہ اشیاء اور اسباب زینت کا حرام کرنا اور ان کے ترک استعمال کا عھد کرلینا بھی ناجائز ہے اس طرح کے عہد یا قسم کا شرعی طور پر انعقاد نہیں ہوسکتا۔

(۴) حضرت امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے :

الزهد فى الدنيا قصر الامل و شكر كل نعمة والورع عن محارم الله
(جامع السعادات، ص ۲۳۹۔ الکافی: ج ۵ ص ۱۷)

''زہد فی الدنیا'' آرزوں امیدوں کو گھٹانا ہر نعمت کا شکر ادا کرنا خدا کی جانب سے جو

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

چیزیں حرام کی گئی ہیں ان سے پرہیز کرنا ہے''۔

مال کو ضایع کرنا یا حلال کو حرام کر لینا زہد نہیں ہے

(۵) ان الزهد فی الدنیا لیس با ضاعة المال ولا تحریم الحلال بل الزهد فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدک اوثق منک بما عندا لله

''زہد فی الدنیا'' یہ نہیں ہے کہ مال کو ضایع کیا جائے اور حلال کو حرام کر لیا جائے بلکہ معنی زہد یہ ہیں کہ جو کچھ خدا کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد و بھروسہ تم کو ان اسباب دنیا پر نہ ہو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں''۔

(جامع السعادات، ص۲۴۰۔ تھذیب الاحکام: ج ۶ ص ۳۲۷)

اگر مقصود رضاء خدا ہو تو انسان دنیا و مافیہا لے کر بھی زاہد ہو سکتا ہے

(۶) جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: **لو ان رجلا اخذ جمیع ما فی الارض و ادادبه وجه الله فهو زاهد ولو ترک الجمیع ولم یرد به وجه الله فلیس بزاهد** (جامع السعادات، ص۲۳۳)

''اگر کوئی شخص روئے زمین کی ساری کائنات لے لے اور اس سے مقصود خدا کی خوشی و رضامندی ہو تو وہ ''زاہد'' ہے اور اگر ساری کائنات زمین کو چھوڑ دے اور رضائے الٰہی اس کی مراد نہ ہو تو وہ ''زاہد'' نہ ہوگا۔

حرام سے بچنا زہد ہے

کسی نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ ''زهد فی الدنیا کیا ہے''؟ تو آپ نے فرمایا: تنکب حرامها یعنی حرام دنیا سے منہ موڑنا۔

حاصل کلام یہ کہ دنیا کے ممدوح یا مذموم ہونے کا مدار انسان کی نیت و ارادہ پر ہے اگر تحصیل دنیا کے مقاصد انسانیت کے اعلیٰ مقاصد ہیں تو وہ قابل مدح اور وسیلہ آخرت ہے اور اگر مقاصد کسب دنیا پست نظری پر مبنی اور محض نفسانی اغراض تک محدود ہیں، ان سے حیوانی جذبات کی تسکین کے سوا کوئی اور مقصد اعلیٰ پیش نظر نہیں تو قابل مذمت و نفرت ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے اسی حقیقت کو نہایت خوبی سے واضح فرمایا ہے:

ظاہر آیات و احادیث سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ مذموم دنیا چند امور سے مرکب ہے:

(اول) یہ کہ وہ خدا کی فرماں برداری و محبت اور تحصیل آخرت سے مانع ہو جو چیزیں اسباب دنیا میں سے خدا کی رضامندی اور اس کے تقرب کا باعث ہوں ان کا شمار امور آخرت میں ہے، اگر چہ بظاہر وہ دنیوی اعمال میں سے ہوں جیسے تجارت، صنعت اور زراعت جبکہ ان سے مقصود یہ ہو کہ عیال کے لئے سامان معیشت حاصل کیا جائے کیونکہ خدا نے اس پر مامور فرمایا ہے اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنا، محتاجوں کی اعانت، غریبوں پر خیرات کرنا، ذلت سوال سے اپنی آبرو بچانا مقصود ہو یا ایسے ہی دوسرے اعلیٰ مقاصد پیش نظر ہوں، ان صورتوں میں یہ تمام کام اعمال آخرت بن جائیں گے اگر چہ عوام خلق ان کو کار دنیا ہی شمار کرتے ہیں۔

(دوم) بدعتی لوگوں کی ایجاد کردہ ریاضتیں اور ریا و نمائش کے اعمال کار دنیا ہی ہوں گے اگر چہ راہبانہ طریقوں پر اور طرح طرح کے مشقوں سے کئے جائیں اس لئے کہ ایسے ریا

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کاروں کے نمائش اعمال خدا سے دور کرتے ہیں، موجب قرب خدا نہیں ہو سکتے، اکثر راہبانہ طریقہ پر برے مال سے زندگی بسر کرنے والے انسانی صحبتوں سے الگ تھلگ رہتے اور رات کو خدا کی عبادت کرتے ہیں مگر بڑے دنیا پرست محبت دنیا میں گرفتار ہوا کرتے ہیں، ان کی جو گیانہ زندگی کا مقصد عوام الناس کو فریب دینا اور زہد وورع میں شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے، عوام الناس کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنا ان کا دلی مدعا ہوتا ہے، مال و جاہ و عزت اور امور باطلہ کی ہوس ان میں تمام خلق سے بیشتر ہوا کرتی ہے، وہ اپنے ظاہرا اور نمائشی ترک دنیا کو دنیا طلبی کا ذریعہ بناتے ہیں، اور اسی ٹٹی کے آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور اکثر تجارت پیشہ اور محنت ومزدری کرنے والے لوگ جن کو عوام الناس کسی شمار میں نہیں لاتے آخرت کے جویا ہوا کرتے ہیں، کیونکہ ان کی نیت درست ہوتی ہے، اور دنیا کی محبت نہیں رکھتے

خلاصہ کلام اس بارے میں یہ ہے کہ حسن وقبح اشیاء کے علم کا معیار اور یہ جاننے کا ذریعہ کہ کس کام کا کرنا واجب ہے اور کس کا ترک کرنا ضروری ہے، شریعت مقدسہ ہے۔

(یعنی قرآن واحادیث نبویہ) اور اہلبیتؑ عصمت علیہم السلام کے ارشادات ہیں۔

پس آیات واحادیث سے جس امر کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اور وہ مطلوب الٰہی ہے تو وہ عبادت ہے عام اس سے کہ وہ نماز روزہ وحج ہو یا تجارت وزراعت و صنعت وحرفت ہو۔ خلق کے ساتھ معاشرتی زندگی بسر کرنا یا تنہائی کی زندگی گزارنا یا ان سب کے علاوہ اور کوئی بات (چونکہ یہ سب امور مطلوب خدا ہیں لہٰذا عبادت ہیں) اور خالص نیت کے ساتھ آداب وشرائط کے ماتحت ان کو زیر عمل لانا کار آخرت ہوگا۔ اور جو باتیں خدا کی مطلوب نہیں ہیں اور ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے تو وہ دنیائے مذمومہ ہیں جو خدا اور آخرت سے دور کرتی ہیں، ایسی چیزوں کی کئی قسمیں ہیں:

(اول) حرام، جس پر عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے خواہ وہ اپنی ایجاد کردہ عبادت ہو (جس کو بدعت کہتے ہیں) یا وہ عبادت جس میں ریاکاری اور شہرت طلبی شامل ہو۔ یا ظالموں کے ساتھ معاشرت رکھنا، یا حرام مناصب اور عہدے پر کام کرنا یا مال کو حرام ذریعہ سے یا حرام کی غرض سے حاصل کرنا اور ایسے ہی دیگر امور جو باعث استحقاق عقاب خداوندی ہوں۔

(دوم) مکروہ۔ اور وہ ایسے افعال واعمال اور اس طرح کے وسائل کسب معاش ہیں جو وسیلۂ تحصیل آخرت نہ ہوں اور آخری سعادتوں کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں، مثلاً ضرورت سے زائد مال ومتاع۔ زائد از حاجت مسکن اور سواریاں اور اسی قسم کی چیزیں (غیر ضروری آثاث البیت وغیرہ)

(سوم) مباح، مثلاً ایسے اعمال جن کا صاحب شرع نے حکم نہ دیا ہو نہ ان سے منع فرمایا ہو بشرطیکہ تحصیل آخرت سے مانع نہ ہوتے ہوں اور اکثر مباح امور کو ایسے طریقے اور نیت سے واقع کرنا ممکن ہے جس سے وہ عبادت میں داخل ہو جائیں مثلاً کھانا، سونا اس ارادہ سے کہ عبادت کرنے کی قوت حاصل ہو، اور مباحات کو اس خیال سے ترک کرنا کہ (یہ ترک مباحات) عبادت ہے بدعت ہو جاتا ہے اور جہنم میں داخلہ کا باعث ہوتا ہے، بہت سے بدعتی لوگ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

انسان دولت کمانے اور خرچ کرنے میں پیش خدا مسئول ہوگا

ان تمام شواہد سے ظاہر ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہبی نظام ہے جو انسان کی دنیا و آخرت اور جسمانی وروحانی دونوں حصوں کو ایک سلسلہ میں مرتبط اور باہم وابستہ کر دینا چاہتا ہے، روحانی جذبات اور اخلاقی احساسات کو ابھارنا اس کے معاشی نظریات کی بنیاد ہے اس اصول کے ماتحت لازم تھا

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کہ انسان کو اس بات کا مسئول اور جوابدہ قرار دیا جائے کہ اس نے کس طریقے سے مال کی تحصیل کی اور اسے کس مصرف میں صرف کیا؟

حدیث نبویؐ ہے کہ: لا تزول قدم عبد یوم القیامة حتی یسئل عن اربع عن جسده فیما ابلاه عن عمره فیما افناه عن ماله مما اکتسبه و فیما انفقته وعن حبنا اهل البیتؑ (ینابیع المودة۔اعلام الدین:ص۲۱۵)

''جب تک بروز قیامت چار باتوں کی بابت سوال نہ کرلیا جائے گا کسی قدم کو ہٹنے نہ دیا جائے گا: اس کے جسم سے متعلق کہ اس نے کیسے استعمال کیا اس کی زندگی کے بارہ میں کہ کیسے گذاری مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا اور ہماری محبت ہے کہ نہیں''۔

نیز یہ بتادینا ضروری سمجھتا ہے کہ دنیا کی پیداوار میں کون سی چیزیں انسان کے لئے مناسب و نافع اور کونسی غیر مناسب اور باعث ضرر ہیں؟ کن اشیاء اور کن طریقوں سے انسان کے جذبہ خدا پرستی اور احساسات اخلاقی کو قوت حاصل ہوتی ہے اور کن سے ان میں کمزوری و اضمحلال پیدا ہوتا ہے؟۔ایک طرف وہ کسب مال و سرمایہ کا تاکیدی حکم دیتا ہے۔دوسری طرف کسب مال کے طریقے معین کرتا ہے اور حدود قائم کرتا ہے جن کے اندر مندرجہ بالا مقصد کا حاصل ہونا منحصر ہے۔نیز قابل استعمال اور قابل پرہیز اشیاء کو بیان کرتا ہے۔تیسری جانب مدات خرچ کی تشریح کرتا ہے اور وہ حدود انفاق بتاتا ہے۔جو عقلا و فطرتا ضروری و اعلیٰ مقصد زندگی کے مطابق ہیں۔ان امور کے متعلق اسلامی تعلیمات کا اتنا ذخیرہ موجود ہے جن کا اس مختصر مضمون میں جمع کردینا دشوار ہے،لہٰذا صرف چند شواہد پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے۔

اسلام نظام معیشت کا دو جملوں میں خلاصہ:
پاک چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو

اسلام نے عالم انسانیت کو جو وسیع نظام بتایا ہے ان کا خلاصہ صرف دو جملوں میں کردیا ہے۔

(۱) كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

''پاک و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے اچھے کام کرو،تم جو کچھ کرتے ہو میں اس کو خوب جانتا ہوں۔(سورۂ مومنون:۵۱)

اس آیت میں خدا کا وہ پسندیدہ نظام معیشت بتایا گیا ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ سے دنیا میں بھیجا جاتا رہا ہے اور وہ دو اصول میں منحصر ہے۔''پاک چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو''۔ اس اصول سے ظاہر ہے کہ شریعت الٰہیہ کا مقصد مادیت و روحانیت کے امتزاج کو حد اعتدال پر رکھنا اور ہر ایک کے جائز و مناسب تقاضا کو پورا کرنا ہے۔انسان کے ایسے مجموعۂ روحانیت و جسمانیت کے لئے اس سے بہتر و مناسب فطرت کوئی اور اصل معیشت نہیں ہوسکتا دنیوی نعمتوں سے لذت یابی و مسرت اندوزی کے ساتھ پرامن اور سکون و اطمینان کی زندگی صرف اسی اصول پر عمل کرنے سے مل سکتی ہے۔

ممکن ہے کہ جو نظام معیشت ''ہر چیز کھاؤ''''ہر طرح کماؤ''''جو چاہو کرو'' کے اصول پر مرتب کیا گیا ہو اس میں وقتی منافع زیادہ نظر آتے ہوں مگر ان کی تہہ میں نوع انسانی کی تباہی و ہلاکت پوشیدہ ہوگی کیونکہ اس میں ایسی چیزوں کے استعمال کی آزادی ہوگی جو امراض جسمانی کا مبداء بنتی ہیں یا حیوانی قوتوں کو ابھار کر اعتدال طبعی کے حدود سے خارج کرتی اور امراض بدنی و اخلاقی و روحانی کا باعث ہوتی ہیں۔نیز اس میں غرور،خودنمائی،بے جا تعیش،فضول،عشرت

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

پسندی، نخوت، کبروغرور کے مواد کو برانگیختہ ہونے سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ ہوگی مساوات اور ہمدردی اور باہمی مواساۃ کے رشتوں اور مذموم سرمایہ داری کی حرص ہوس کو قوی کرنے والے اسباب موجود ہوں گے، ایسی صورتوں میں زندگی کے پرامن وسکون ہونے کی توقع محض خیال ہوگی، ایسے نظامات سے ممکن ہے کہ وقتی منفعت حاصل ہو مگر عام انسانی دنیا کا فلاکت ومسکنت کے قعر ہلاکت میں پڑ جانا ان کا یقینی انجام ہے، ایسے ہی اصول ونظریات معاشی کی بدولت ہمارے سامنے عالم انسانیت کو ایٹم بم کے خطرات درپیش ہیں اور آئندہ خدا جانے کتنے تباہ کن اسباب کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

حدیث نبویؐ میں ہے:

قال الله عز و جل من لم يبال من اى باب اكتسب الدينار والدرهم لم ابال من اى ابواب النار ادخلته (مستدرک الوسائل: ج۱۳ ص۲۲)

"ارشاد خداوندی ہے کہ جو آدمی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ دینار و درہم کس دروازے سے کماتا ہے تو میں بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کو کن دروازوں سے داخل جہنم کرتا ہوں"۔

کیا ان مشاہدات و تجربات کے بعد بھی اس بات میں شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ نخل انسانیت کے پھولنے پھلنے کے لئے صرف چمن اسلام ہی کی معتدل آب وہوا سازگار ہوسکتی ہے؟

(۲) أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ (سورۂ ملک:۲۱)

اگر خدا اپنے فیض رزق کو بند کردے تو ایسا کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے گا۔

(۳) وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا (سورۂ ہود:۶)

اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی کا انتظام خدا کے ذمہ نہ ہو ۔

(۴) إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (سورۂ ذاریات:۵۸)

"خدا بڑا روزی رساں صاحب قوت اور زبردست ہے۔

(۵) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ (سورۂ جمعہ:۱۰)

"جب نماز ہو چکے تو زمین میں ادھر ادھر جہاں چاہو جاؤ اور خدا کا فضل (روزی) تلاش کرو۔

(۶)...۱ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (سورۂ عنکبوت:۱۷)

"خدا کو چھوڑ کر جن ہستیوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہارے رزق پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں، لہٰذا اللہ ہی سے روزی مانگو اور اسی کی عبودیت اختیار کرو اس کا شکر بجالاؤ اسی کی طرف بالآخر تم کو لوٹنا ہے"۔

ان آیات میں چند باتیں بتائی گئی ہیں:۔

(اول) رزق ومعیشت واسباب معیشت خدا کا عطیہ اور فضل وبخشش ہے بلکہ ہر جاندار کی پیدائش کے ساتھ خدا نے اس کے رزق کا سامان بھی پیدا کیا ہے لہٰذا اس کو خدا کی دین سمجھنا چاہیے نہ کہ صرف اپنے علم وتدبیر کا ثمرہ وحاصل، یہ خیال ملحدانہ ہے اور بخل وحرص سرمایہ داری کی بنیادی خیال ہے، اسی کی بنا پر دنیوی اسباب معیشت میں خدا کے حقوق مالکانہ کے انکار کی جرئت ہوتی ہے، عہد جناب موسیٰ کا مشہور عالم سرمایہ دار قارون اپنے مال میں سے حقوق خدا ادا کرنے سے اسی لئے منکر ہوا تھا کہ وہ اس کو اپنا مال اور اپنی علمی تدابیر کا حاصل تصور کرتا تھا، جیسا کہ خود قرآن مجید اس کی حکایت کرتا ہے:"۔**قال انما اوتیته علیٰ علم عندی** "اس کے کہا کہ یہ مال ومتاع تو صرف اس علم کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو میرے پاس ہے"۔

(دوم) اگرچہ روزی رساں خدا ہے، ہمارے رزق کا وہ ذمہ دار ہے اسباب معیشت کے ذخیرہ اس نے ہمارے لئے جمع کر لئے ہیں مگر تلاش وجستجو، سعی ومحنت بھی شرط ہے، تقدیر کے بھروسہ

Presented by Ziaraat.Com

پر تدبیر سے دست کش نہ ہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ ہمارے رزق کا ہم تک پہونچنا ہماری سعی و جستجو ہی کے ذریعہ سے مقدر ہو اور فضل خدا کا ملنا ہماری محنت اور طلب پر موقوف رکھا گیا ہو۔

زمین اور اس کی پیداوار میں تمام انسانوں کا حق برابر ہے

(سوم) اسباب رزق عطیۂ ربانی وفضل خداوندی ہیں اور بنی آدم خدا کی مخلوق اور بندے ہیں، عبودیت ومخلوقیت کے لحاظ سے سب برابر ہیں، لہٰذا اسباب معیشت میں بھی سب کا حق برابر ہے، اس مطلب کی دوسری آیتوں میں پوری تصریح کی گئی ہے اور وہ یہ ہیں:۔

(پہلی آیت): وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ (سورہ فصلت:۱۰)

خدا ہی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ قائم کردیئے اور اسی نے اس میں برکت عطا کی اور اسی نے مناسب انداز میں سامان معیشت کا بندوبست فرمایا یہ سب چار اوقات (چار فصلوں) میں کیا (وہ بندوبست سامان معیشت) تمام طلبگاروں کے لئے برابر ہے۔

تفسیر قمی میں مذکور ہے کہ ''اربعۃ ایام'' سے مراد چار اوقات اور فصول یعنی جاڑا، گرمی، بہار وخزاں ہیں، تمام اسباب معیشت انسان وحیوان کی پیداوار انھیں فصول واوقات میں ہوتی ہے اور اس کے تغیرات وانقلابات کو ان اسباب کی پیدائش میں پورا دخل ہے۔

اور ''للسائلین'' سے مراد تمام خلق اللہ ہے جو رزق کی محتاج ہے اور کم سے کم بزبان حال اپنی روزی کی طلبگار ہے لہٰذا سامان معیشت میں تمام خلائق کا حق برابر ہے کسی کو دوسرے پر حق فطری کے اعتبار سے ترجیح وفضیلت نہیں۔

(دوسری آیت): وَاللهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ

فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللهِ يَجْحَدُونَ (سورہ نحل:۷۱)

خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (مال ودولت) میں فضیلت وزیادتی عطا کی ہے پھر (کیا) وہ لوگ اپنی روزی میں سے ان لوگوں کو جن پر ان کا دسترس ہے دینے والے نہیں (حالانکہ) اس میں تو سب کے سب برابر ہیں؟ تو کیا یہ لوگ نعمت خدا کے منکر ہیں۔؟

قدرت الٰہیہ براہ راست کسی انسان کے پاس خوان نعمت وسامان رزق نہیں بھیجتی بلکہ طبعی طور پر ایک کو دوسرے سے رشتۂ احتیاج وضرورت میں وابستہ کردیا ہے، اور ایک شخص کی روزی کو دوسرے کے ذریعہ مقدر فرمایا ہے حدیث میں ہے کہ خدا کو یہی بات پسند ہے کہ ایک فرد انسان کا وسیلۂ رزق دوسرے فرد انسان کو بنائے اور اس مصلحت سے نظام اجتماعی کے اندر زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے اور راہبوں اور جوگیوں کی طرح پہاڑوں جنگلوں میں تمدن سے الگ تھلگ زندگی گذارنے کا طریقہ ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسلامی طریقے کے خلاف ٹھہرایا ہے۔

اس قسم کے فطری نظام معیشت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ دوسروں کے لئے بظاہر وسیلۂ معاش ہوتے ہیں، وہ اپنے کو ان کا رازق تصور کرنے لگتے ہیں اور ان کو اپنے سے پست درجہ خیال کرتے ہیں، اس آیت میں اس فاسد خیال کو دل ودماغ میں جگہ پانے سے روکا گیا ہے اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تم اپنے کو ان کا رازق نہ جانو، نیز یہ بتایا گیا ہے کہ تماری فضیلت زیردستوں پر بس اس قدر ہے کہ تم کو اپنی شان رزاقیت کا ذریعہ قرار دیا ہے ورنہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں اور تمہارے ہی بھائی ہیں، لہٰذا تمہیں ان سب کو اسباب معیشت میں برابر رکھنا چاہیے۔

زبدۃ البیان اردبیلیؒ میں ہے: ای کان ینبغی ان یردوا مما رزقوا علی

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

مـمالیکهم حتی یتساودا فی الملبس والمطعم کما یحکی عن ابی ذرؓ انه سمع رسـول الـلـهؐ یـقول: (انما هم اخوانکم فاکسوهم مما تلبسون و اطعموهم مما تـطعمون فما رؤی عبده بعد ذالک الا و ردائه ردائه و ازاره ازاره غیر تفاوت) ا فبـنـعـمة الـلـه یـجـحـدون فجعل عدم التسویة بینهم و بین عبیدهم من جملة جـحـود النعمة علی سبیل المبا لغة ففیها دلا لة علی استحباب التو بة بین نفسه و مـمـا لیکـه و یـدل علیه ایضا الاخبار مثل ما تقدم و یدل علی ابلغ ذالک ما روی عـن امیـر الـمـو مـنیـنؑ انه کان یشتری ثوبین یعطی افضلهما القنبر ویا خذ الاردی لنفسه .

یعنی انھیں یہ چاہیے تھا کہ اپنے مال و دولت میں سے اپنے زیردستوں کو دیتے تاکہ لباس وخوراک میں آقا و غلام سب کے سب برابر ہو جاتے ، ابوذرؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب ان بزرگ نے حضرت رسالتمآب کو یہ فرماتے سنا کہ تمارے غلام تمہارے بھائی ہیں ان کو وہی کپڑا پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور وہی غذا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو تو اس دن سے ان کے اور ان کے غلام کے لباس میں کوئی فرق و امتیاز نہیں دیکھا گیا، قول الٰہی: ’’افبـنعمة الله یجحدو ن ‘‘ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا نے مالداروں کی طرف سے زیردستوں کو برابر حصہ نہ دئے جانے کو کفران نعمت قرار دیا ہے اور یہ دلیل ہے کہ اس امر کی کہ اپنی ذات اور غلاموں کے درمیان برابری قرار دینا مستحب ہے اور اس پر حدیث بھی دلالت کرتی ہیں ان میں سے وہ حدیث بھی ہے جو پہلے گذری اور اس سے زیادہ بہتر سلوک پر یہ رویت دلالت کرتی ہے کہ جناب امیر دو لباس خریدتے تھے اور جو بہتر ہوتا تھا وہ قنبر کو مرحمت کرتے تھے اور جو ادنیٰ درجہ کا ہوتا تھا وہ اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔‘‘

(تیسری آیت): هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِیْ الْاَرْضِ جَمِیْعًا

’’زمین میں جو کچھ ہے اس کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے‘‘۔(سورۂ بقرہ آیہ:۲۹)

وہ پیداوار زمین مباح الاصل ہے جو ذریعہ معاش انسان بن سکتی ہے

جیسا کہ محقق اردبیلیؒ نے ارشاد فرمایا ان آیات سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ زمین کی وہ چیزیں جو انسان کا رزق اور ذریعہ معاش بن سکتی ہیں اور ان کی تحصیل کے طریقے مباح الاصل ہیں، ہر انسان کو ان کی استعمال کا حق ہے، سوا ان چیزوں اور طریقوں کے جن کو عقلی و نقلی دلیلیں حکم اباحت سے خارج کرتی ہیں اور ایسی چیزیں اور ایسے طریقے جن کو عقل و نقل دونوں قابل استعمال قرار نہیں دیتیں بہ نسبت مباح و قابل استعمال اشیاء اور طریقوں کے بہت کم ہیں اس لئے انسان کی معیشت دنیوی بغیر کسی تنگی کے سدھر سکتی ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام کا ارشاد ہے: ان الـذی امـرتـم بـه اوسع من الذی نهیتم عنه وما احل لکم اکثر مما حرم علیکم فذروا ما قل لما کثر.

’’جس نے تمھیں احکام بجالانے کا حکم دیا ہے ان چیزوں سے زیادہ ہیں جن کو منع کیا گیا ہے جو چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں وہ ان چیزوں سے بہت زیادہ ہیں جو تم پر حرام کی گئی ہیں لہٰذا اکثر کے واسطے قلیل یعنی حرام کو ترک کردو‘‘۔

(۹) یَـا أَیُّهَـا الـنَّـاسُ کُلُوا مِمَّا فِی الْأَرْضِ حَلاَلًا طَیِّبًا وَلاَتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُبِینٌ (سورۂ بقرہ:۱۶۸)

’’اے لوگو! زمین میں جو کچھ ہے اس سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے‘‘۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

(۱۰) کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي... (سورۂ طہ:۸۱)

''ہم نے جو پاک سامان رزق تم کو دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا''۔

چونکہ معیشتِ دنیوی کی سب سے اہم شرط انسان کے لئے غذا ہے اس لئے اکثر آیات میں ''اکل'' یعنی کھانے کا تذکرہ ہے مگر اس سے مراد صرف کھانا نہیں بلکہ ہر قسم کا انتفاع اور عام تصرف ہے اور مقصد یہ ہے کہ دنیا کی ان چیزوں میں جو انسان کے لئے اسباب معیشت بن سکتی ہیں پاکیزہ اور حلال کا انتخاب کرنا چاہیے انتفاع اور تصرف کے لئے پاکیزہ وحلال اشیاء اور پاک و حلال طریقے اختیار کرنا انسانی فریضہ ہے۔ ان آیات سے چند نتائج ظاہر ہوتے ہیں:

(اول): زمین کی پیداوار اور اس کے انتفاع کے طریقوں کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں:

(۱) وہ چیزیں اور انتفاع کے وہ طریقے جو انسان کے مناسب فطرت و موافق طبع ہوں ان سے نہ جسمانی مضرت کا خطرہ ہو نہ اخلاقی و روحانی عنصر کو فساد کا اندیشہ:۔

(دوم): وہ اشیاء اور وہ طریق اکتساب و انتفاع جو مذکورۂ بالا اوصاف کے خلاف ہوں

قسم اول کے اشیاء اور اکتساب کے طریقے ''حلال و طیب'' کہے گئے ہیں اور قسم دوم کے اشیاء اور طریق اکتساب و انتفاع کو خبیث و حرام قرار دیا ہے اور ان کے استعمال کو اتباع شیطانی سے تعبیر فرمایا ہے۔ آیۂ مبارکہ ''حلالا'' کے بعد ''طیبا'' کی تکرار یہ بتانے کے لئے ہے کہ ان اشیاء اور طریقوں کے حلال قرار دئے جانے کی علت ان کا ''طیب'' یعنی موافق فطرت و مناسب طبع انسانی ہوتا ہے اور جو اشیاء اور طریقے ''حرام'' کئے گئے ہیں ان کی وجہ تحریم یہی ہے کہ ان کے صفات، اوصاف مذکورہ کے خلاف ہیں۔

حلال وحرام کا کلی اصول: وہ چیزیں اور کسب معاش کے وہ طریقے حرام ہیں جن سے بدن و روح میں فساد پیدا ہوتا ہے

ایک حدیث میں حلال وحرام کے معیار کو اصول کلی کے طور پر بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے:

كل امر يكون فيه الفساد مما قد نهى عنه من جهة اكله و شربه و لبسه و نكاحه لوجه الفساد مثل الميتة والدم و لحم الخنزير و الزنا و جميع الفواحش و لحوم السباع والخمر وما اشبه ذالک فحرام ضار للجسم و فساد للنفس۔ (بحارالانوار، ج۳۳، باب المکاسب)

ہر وہ امر جس میں کوئی وجہ فساد وخرابی کی ہے اس کو خدا نے ممنوع قرار دیا ہے اس لئے کہ اس کے کھانے پینے پہننے اور اس سے ازدواجی تعلقات پیدا کرنے میں وجہ فساد موجود ہے مثلاً مردار، خون، سور کا گوشت، زنا، اور تمام بدکاریاں، درندوں کے گوشت، شراب اور اسی قسم کی دوسری اشیاء تو وہ حرام ہیں اس لئے کہ وہ جسم کے واسطے باعث ضرر اور روح میں فساد پیدا کرنے والی ہیں، (اور جو چیزیں ایسی نہیں ہیں وہ حلال ہیں۔)

لفظ ''طیب'' کے معنی

جناب شیخ مقدادؒ کنز العرفان میں لفظ ''طیب'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''و الطيب'' يقال لمعان، الاول ما هو مستلذ والثاني: ما حلله الشارع، الثالث: ما كان طاهراً، الرابع: ما خلا عن الاذى فی النفس والبدن .

''لفظ طیب'' کئی معانی میں مستعمل ہوتا ہے (اول) وہ چیز جو لذیز ہو (دوم) وہ چیز جس کو شارع نے حلال قرار دیا ہے (سوم) وہ چیز جو پاک ہے (چہارم) وہ چیز جو روح و بدن

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

میں بیماری واذیت پیدانہیں کرتی۔'' (کنزالعرفان ص ۳۶۱)

حدیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ شارع کی طرف سے حلال وطاہر قرار دیئے جانے کی وجہ وہی بات ہے جو شیخ مقدادؒ نے آخر میں کہی ہے اور آپ کے بیان کئے ہوئے چاروں معنی میں اختلاف نہیں ہے بلکہ لفظ ''طیب'' ان سب کو شامل ہے۔

اسلام کے نزدیک معاشیات تابع اخلاق ہیں نہ کہ اخلاق تابع معاشیات

(سوم): پاکیزہ چیزوں کو کھانے کا حکم دیتے ہوئے یہ فرمان نافذ کرنا کہ ''لا تطغوا فیہ'' (یعنی طغیان نہ کرو وحدود مقررہ سے آگے نہ بڑھو) اس حقیقت کی پوری توضیح کے لئے کافی ہے کہ اسلام معاشیات کو تابع اخلاق بنانا چاہتا ہے، اخلاق کو تابع معاشیات بنانا اس کے نقطۂ نظر کے خلاف ہے، اور یہی اصول یعنی معاشیات کو تابع اخلاق بنانا اس کے نظام معاشی کا بنیادی اصول ہے۔

ارشاد ربانی ''لا تطغوا فیہ'' کا حاصل یہ ہے کہ کسب معاش وطلب رزق کے وہ طریقے انسان کے لئے حرام قرار دئے گئے ہیں جن سے طغیان لازم آتا ہے دوسرے مقام پر فرمایا ہے''

ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ ''یعنی انسان جبکہ اپنے کو غنی وسرمایہ دار پاتا ہے تو طغیان وسرکشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے یہ ''طغیان'' کسب دولت و مال میں بھی ہوا کرتا ہے اور اس کے بعد بھی خدا کے مقرر کردہ حدود شرعیہ سے باہر نکل کر کسب معاش کرنا ''طغیان'' ہے اسی طرح خدا کو بھول جانا اس کے حدود شرعیہ کی مخالفت کرنا حقوق مستحقین کو روکنا، کم مایہ اور غریب لوگوں پر تکبر و فخر کرنا ان کے مقابلہ میں شان جباری دکھانا طغیان ہے۔

معاشی معاملات میں باہم تعاون و اشتراک عمل نہ کرنا نظام تمدن میں ابتری

پھیلانے والے طریقے اختیار کرنا۔ اپنے مالی فائدہ کے لئے دوسروں کو نقصان پہنچانا، اپنے ذرائع کسب مال و دولت کو وسیع کرنے میں دیگر افراد کے لئے معاشی تنگی کے اسباب پیدا کرنا، مفلس کے افلاس و ناداری اور اس کی اضطراری حالت سے فائدہ اٹھانا اور محتاج وضرورت مندوں کی احتیاج وضرورت سے غنیمت موقع پا کر ایسے شرائط منظور کرانا جو سرمایہ داری میں اضافہ کے ساتھ مفلس کی افلاس و ناداری کو بڑھاتے ہیں اور محتاج کو محتاج تر کرتے ہوں ''طغیان'' ہیں محتاجوں کے حق کو روکنا تکبر و فخر کرنا شان و جبروت دکھانا، سرکشی وفساد انگیزی کرنا غرض تمام وہ طریقے اور خصلتیں ''طغیان'' ہیں جس سے اخلاق کے فطری سرمایہ کی بربادی اور روحانیت کا فساد لازم آتا ہے، انفرادی منفعت کے لئے یا جتماعی مفاد کے نظام کی خرابی ان کا انجام ہو اسی طرح خدا کی عطیات ونعمات میں مناسب فطری تصرف سے روکنا قدرتی اشیاء کے موافق طبع استعمال کی ممانعت کرنا، معاشی میدان عمل کو تنگ کرنا ایسے قیود لگانا جن سے فطرت کی دی ہوئی جسمانی و دماغی صلاحیتوں سے کام لینے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے یا اپنی محنت وسعی عمل کے ثمرات سے متنفع ہونے کا حق سلب ہوتا ہو ''طغیان'' ہے مختصر یہ کہ عقل وشرع وفطرت کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے بڑھ جانا ''طغیان'' ہے خواہ یہ آگے بڑھ جانا کسی جانب ہو آیہ مبارکہ میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اس قسم کے ''طغیان'' کا انجام غضب خدا کا نزول اور سراسر تباہی و ہلاکت ہے جس نظام معیشت کی بنیاد ''طغیان'' پر ہوگی وہ غضب الٰہی کو دعوت دے گا، اگر غور وفکر سے کام لیا جائے تو یہی ایک آیت یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ اسلام سرمایہ دارانہ اصول معیشت کو برداشت نہیں کرتا ساتھ ہی اس کے ان تمام نظامات کا بھی مخالف ہے جن میں انسان کے فطری حقوق کے متعلق بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

کسب معاش کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں

شرع اسلام نے طلب معاش اور اس کے وسائل کی تلاش کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے، مفسر علامہ مقدادؒ نے مختصر و جامع الفاظ میں ان سب کا بیان کر دیا ہے:

ثم الطلب للرزق ينقسم بانقسام الاحكام الخمسة واجب هو ما اضطر الانسان اليه ولا جهة له غيره وندب وهو ما قصدبه فى المال لتوسعة على العيال و اعطاء الحى و يجمع والافضال على الغير و مباح و هو ما قصد به جمع المال الخالى عن جهة منهى عنها و مكروه و هو ما اشتمل على ما ينبغى التنزه عنه حرام وهو ما اشتمل على جهة قبح (کنز العرفان)

''طلب رزق کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) واجب، طلب رزق پر مجبور و مضطرب ہو، اس کے علاوہ کوئی اور صورت اس کے لئے نہ ہو

(۲) ندب (یعنی مستحب) جبکہ مقصود مال میں وسعت پیدا کرنے سے یہ ہو کہ عیال کے لئے معاشی وسعت پیدا ہو محتاجوں کو دے اور غیروں پر تفضّل کرے۔

(۳) مباح، جس سے مقصود مال جمع کرنا ہو ایسے طریقے سے جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو

(۴) مکروہ، جو ایسے ناپسندیدہ طریقوں سے ہو جس سے پاک وصاف رہنا ہی مناسب ہے۔

(۵) حرام، کسی برے پہلو پر مشتمل ہو۔''

(۱۱) لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورۂ مائدہ:۹۳)

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے انھوں نے جو کچھ کھایا (پیا) اس میں کچھ گناہ نہیں جبکہ انھوں نے پرہیزگاری کی اور ایمان لے آئے، اور اچھے اچھے کام کئے پھر پرہیزگاری کی اور ایمان لائے پھر پرہیزگاری کی اور نیکیاں کیں اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

اس آیۂ مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب انسان خدا پر ایمان رکھتا ہوا چھے کام کرتا اور محرمات سے بچتا ہو تو پھر دنیا کی نعمات الٰہیہ سے منتفع ہونے میں اس کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔

تذکرۂ ایمان وتقویٰ وصلاح کار میں تکرار کی مصلحت

تذکرہ ایمان وتقویٰ صلاح عمل واحسان کی تکرار انسانی حالات ومعاملات کی جانب ناظر ہے۔

آدمی کا معاملہ اپنے نفس سے ہے خدا سے ہے اور بندگان خدا سے بھی ۔ اس آیۂ مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمات دنیا سے انتفاع میں ہر آدمی کو ان تینوں حالات ومعاملات کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اس بات کو مندرجہ ذیل آیتوں میں صراحۃً بیان کیا گیا ہے:

(پہلی آیت) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَاأَوْلَادُكُم عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمْ الْخَاسِرُونَ . وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَاأَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنْ الصَّالِحِينَ (منافقون:۹و۱۰)

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو یاد خدا سے غافل نہ کر دیں اور

Presented by Ziaraat.Com

جولوگ ایسا کریں گے وہی گھاٹے میں رہیں گے اور ہم نے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے (دوسرے حاجتمند لوگوں پر) خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور اور وہ یہ کہنے لگے کہ پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کرتا اور اچھے کام کرنے والوں میں داخل ہو جاتا''۔

(دوسری آیت): رِجَالٌ لاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (نور:۳۷)

''ایسے لوگ جن کو یاد خدا کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت روک سکتی ہے اور نہ کاروبار خرید وفروخت، وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں (خوف سے) دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔''

جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ''حلال طریقوں سے معاش کی طلب عمل آخرت سے نہیں روکتی۔

ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو

(۱۲) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاتَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلاتَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا . (سورۂ نساء:۲۹)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، لیکن آپس کی رضامندی سے تجارتی کاروبار ہونا چاہیے تم خود اپنی جان نہ دو، بے شک خدا تمہارے حال پر مہربان ہے۔''

جبکہ خداوند عالم نے دنیوی معیشت کے لئے بنیادی اصول یہ قرار دیا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ انسان ہی کے لئے ہے، اور پیداوار زمین سب کے لئے عام اور مباح الاصل ہے ہر فرد کو اس سے نفع حاصل کرنے کا یکساں حق حاصل ہے تو فطرت انسانی کے حیوانی حصے کا یہ

تقاضا ہونے لگا کہ زمین کے منافع کو جس قدر اور جس طرح ہو سکے اپنے لئے سمیٹ لیا جائے، اور اس صورت میں مخلوقات کے درمیان مزاحمت ومناقشت ناگزیر تھی۔ لہٰذا ضرورت ہوئی کہ اکتساب وانتفاع کے طریقوں کو اخلاقی بنیادوں پر محدود کیا جائے اور اس آیت کا مفاد یہی ہے کہ تحصیل معاش کے جائز طریقے بتائے جائیں اور ناجائز طریقوں کو بند کر دیا جائے۔

لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل:. ارشاد خداوندی ہے ''لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل'' اسلامی نظام معیشت کا نہایت جامع اور وسیع بنیادی اصول ہے۔

انسان کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ کسب معاش وتحصیل مال میں اس کی جدوجہد کا جائز طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی اس پیداوار میں جو تمام بنی نوع انسان کی مشترکہ ملکیت ہے کسی کی مملوک خاص نہیں۔ خودغرضی اور زبردستی کا دخل نہ ہونے پائے طرق اکتساب معیشت باہمی معاملات و معاوضہ کی شکل اختیار کریں جن کی بنیاد آپس کی رضامندی اور اشتراک عمل پر ہو۔ تصرفات کی اور اس آپس کے جذبۂ تعاون وتراض پر قائم کی جائے۔ معاملات کے لئے ایسا صحیح طریق کار اختیار کیا جائے جس سے ایک فرد کا نفع دوسرے کی حق تلفی اور مضرت کا باعث نہ ہو جائے۔ ایک شخص کی خیر دوسرے کے لئے شر نہ بن جائے لہٰذا جو چیز ناحق لی گئی ہو صحیح طریق کار سے حاصل نہ کی گئی ہو، بلکہ سود ورشوت قمار، غصب خیانت چوری اور ایسے ہی باطل وناپاک طریقوں سے حاصل کی گئی ہو اس سے انتفاع حرام ہے۔

''اکل بالباطل'' کے کلیہ میں وہ تمام طریقے داخل ہیں جن کی اجازت شریعت سے حاصل نہیں ہے اور نظام عالم انسانیت کے لئے باعث فساد وضرر ہیں۔

''اکل بالباطل'' کو ممنوع قرار دیتے ہوئے یہ فرمانا کہ '' لا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما '' یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل یعنی ناجائز اور

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

غیر اخلاقی طریقوں سے کھانا خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہے۔ اس کا انجام انسانیت و عالم انسانیت کی تباہی وخرابی ہے چونکہ خدا رحیم ہے اس کو تمہاری تباہی و ہلاکت گوارہ نہیں، اس لئے تمہیں ان طریقوں سے روکتا ہے۔

معاشی جدوجہد میں جو اہتمام منظور نظر شریعت اسلام ہے وہ ان احکام وہدایات سے ظاہر ہے جن کی کثرت حصر وشمار سے کم از کم اس مختصر مضمون میں مانع ہے۔ نفع عالم کے خیال سے صرف چند احکام وہدایات کو یہاں پیش کرتا۔

معاشی جدوجہد کی اہمیت اسلام کی نظر میں طلب معاش فریضہ ہے اور بہترین عبادت

(۱)''انہ هو اغنیٰ و اقنی''(النجم:۴۸) جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اس قول الٰہی کی تفسیر میں فرمایا: اغنی کل انسان بمعیشة و ارضاه بکسب یده . ہر انسان کو اس کی معیشت کا سامان عطا کر کے غنی کیا اور اس کے ہاتھوں کی محنت اور کمائی کے ذریعہ سے اس کو رضامند فرمایا۔''(مستدرک الوسائل: ج ۱۱۳ ص۲۳)

(۲)قال صلی اللّٰہ علیہ و آله و سلم: طلب الحلال فریضة بعد الفریضة (بحار)''طلب حلال فریضہ ہے بعد فرائض (نماز روزہ وغیرہ) کے۔''

(بحارالانوار: ج۱۰۰، ص۱۸)

(۳) قال رسول اللّٰہؐ: العبادة سبعون جزء افضلها طلب الحلال ''عبادت کے ستر (۷۰) جز ہیں ان میں سب سے افضل طلب حلال ہے۔''

(تھذیب الاحکام: ج۱۶، ص۳۲۵)

عیال کے لئے روزی کمانے میں محنت کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کا ہمسر ہے

(۴)قال رسول اللّٰہؐ الکاد علی عیاله کالمجاهد فی سبیل الله.

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عیال کے لئے مشقت سے روزی کمانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے۔''(الکافی: ج۵،ص۸۹)

(۵)اصلاح المال من الایمان و قال علیک بصلاح المال فان فیه منهة للکریم و استغناء عن اللئیم،اصلاح مال خاصہ ایمان ہے تم کو لازم ہے کہ تم مالی حالت درست رکھو کیونکہ یہ بات صاحب کرم کے لئے باعث رفعت قدر ہے اور لئیم (ذلیل و دنی الطبع) انسانوں سے بے نیاز کرتی ہے۔''(الکافی: ج۵،ص۸۹)

(۶) علی العاقل ان یکون طالبا لثلاث حرمة لمعاش او تزود لمعاد او تلذذ فی غیر محرم ،صاحب عقل کا فرض ہے کہ تین باتوں کا خواستگار ہو (۱) اپنی معاش کی درستی (۲) توشۂ آخرت مہیا کرنا (۳) اور جائز وحلال لذتوں سے محظوظ ہونا۔''

(وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۳۴۴)

ممدوح سرمایہ داری، حلال طریقے سے اغراض صحیحہ کے لئے مال جمع کرنا چاہیے

(۷) لا خیر فیمن لایحب جمع المال من حلال یکف به وجهه و یقضی به دینه و یصل به رحمه۔ (وسائل الشیعہ ج۱۲ ص۱۹)

اس شخص کے اندر کوئی بھلائی نہیں جو بطریقہ حلال مال جمع نہیں کرتا تا کہ اپنی آبرو محفوظ رکھے اور قرض ادا کرے۔''

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

صلہ رحمی اور سخاوت کا دگنا اجر

(۸)الغنیٰ اذا کان وصولا رحمہ بار باخوانہ اضعف اللہ لہ الا جر ضعفین لان اللہ یقول وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفیٰ الا من امن و عمل صالحا فاو لئک لھم جزاء الضعف بما عملوا و ھم فی الغرفات امنو ن ((وسائل الشیعہ ج۴ ص۴۷۷))

"سرمایہ دار جبکہ صلہ رحمی کرنے والا ہو اور بھائیوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا ہو تو خدا اس کے اجر کو دگنا کر دے گا اور اس کا ثبوت خدا کا یہ فرمان ہے" وما اموالکم ولا اولادکم الخ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کا مقرب نہیں بنا سکتے مگر (مقرب خدا وہ ہے) جس نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیئے۔ ایسے لوگوں کو خدا کی طرف سے دوہری جزا ان کی کار گذاریوں کی ملے گی اور وہ لوگ (بہشت کے) جھروکوں میں امن وچین سے رہیں گے۔"

طلب دنیا کے اعلیٰ مقاصد دوسروں سے بے نیاز ہونا اور ہمسایہ پر مہربانی کرنا

(۹) من طلب الدنیا استغناء عن الناس و تعطفا علی الجار لقی اللہ وجھہ کالقمر (الکافی: ج۵،ص۷۹)

"جو شخص اس غرض سے دنیا حاصل کرتا ہے کہ دوسروں سے بے نیاز رہے اور ہمسایہ پر مہربانی کرکے وہ خدا کے سامنے بروز قیامت حاضر ہوگا، درآنحالیکہ اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہوگا۔"

اپنے دست و بازو کی محنت سے کما کر کھانے والا، ثواب انبیاء حاصل کرے گا۔ خدا اس پر نظر رحمت کرے گا اور کبھی اس پر عذاب نہ ہوگا

(۱۰)من اکل من کدیدہ کان یوم القیامة فی عداد الانبیاء و یأخذثواب الانبیاء (جامع الاخبار)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمایا ہوا مال کھائے گا قیامت میں وہ پیغمبروں کے درجہ میں ہوگا۔ اور پیغمبروں کا ثواب پائے گا".

(۱۱) من اکل کدیدہ نظر اللہ الیہ بالرحمة ثم لا یعذبہ ابداً

"جو آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر روزی کھائے گا۔ خدا اس کی طرف نظر رحمت کرے گا اور اس پر عذاب کبھی نہ ہوگا"۔(مستدرک المسائل: ج۱۳ ص۲۴)

مرد کاسب خدا کا محبوب ہے

(۱۲)الکاسب حبیب اللہ "مرد کاسب خدا کا محبوب ہے۔(الکافی: ج۵،ص۷۹)

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا:(۱۳) انی احب ان ینادی الرجل بحر الشمس فی طلب المعیشة .

"مجھے یہ پسند ہے کہ لوگ طلب معیشت کے لئے دھوپ کی اذیت برداشت کریں"

"دنیا کے کام اس طرح کرو کہ گویا تمہیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے

اور

کار آخرت اس طرح کرو کہ گویا کل ہی مرنا ہے"

(۱۴) اعمل لدنیاک کانک تعیش ابداً و اعمل لآخرتک کانک تموت غداً (لئالی الاخبار، ص۳۳)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

''دنیا کا کام اس طرح کرو گویا تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت اس طرح کرو گویا کل ہی تم کو مرنا ہے''۔

دوسروں پر اپنا بار معیشت نہ ڈالو، جو شخص اپنا بار دوسروں پر ڈالتا ہے وہ ملعون ہے

(۱۵) قال رسول الله ﷺ ملعون ملعون من القی کله علی الناس ملعون ملعون من ضیع من یعول ''(الکافی ج:۴ص:۷۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی ملعون ہے، ملعون ہے جو دوسروں پر اپنا بار ڈالتا ہے ملعون ہے، ملعون ہے وہ جو اپنے زیر دستوں کو مشکلات میں ڈالے۔''

سب سے بڑا اجر اس آدمی کا ہے جو اپنے اہل و عیال کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱۶) من اعظم الناس اجراً من سعی فی حاجةاحب من ضیع اهله و قطعه حرمه الله من الجزاء یوم یجزی المحسنین. (وسائل الشیعہ ج۱۶ ص۳۴۴)

حضور ﷺ نے فرمایا ''سب سے بڑا اجر اس آدمی کا ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور جو آدمی اپنے اہل عیال کی خبر نہیں لیتا اور قرابتداروں کے حقوق ادا نہیں کرتا خدا اس کو روز قیامت اچھی جزا سے محروم کردے گا۔''

جو شخص عیال کو ضایع کردیتا ہے، ان کی خدمت نہیں کرتا وہ ملعون ہے

نیز آپ کا ارشاد ہے: **(۱۷) ملعون ملعون من یضیع من یعول.**

''وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جو عیال کو باحال خراب چھوڑ دیتا ہے''(الکافی ج:۴ص:۷۷)

روزی کمانے میں کاہلی کی مذمت

لا تکسل عن معیشتک فتکون کلا علی غیرک (لئالی الاخبار)

''روزی کمانے میں کسل و کاہلی نہ اختیار کرو کہ اس طرح دوسروں پر بار بن جاؤ گے۔''(الکافی ج:۵ص:۸۷)

بے صبری اور کاہلی سے بچو

(۱۹) نیز حدیث میں ہے'' **ایاک و خصلتین الضجر و الکسل فانک ان منجرت لم لقبر علی حق و ان کسلت لم تو دحقا** (الکافی ج:۵ص:۸۶)

''تم دو خصلتوں سے بچتے رہو (ضجر) (تنگدلی و بے صبری (کسل و سستی و کاہلی) کیونکہ اگر تم بے صبر و تنگدل ہو جاؤ گے تو (اپنے) کسی حق پر صبر نہ کرسکو گے اگر کاہل بنو گے تو کوئی حق ادا نہ کرو گے''

ارشاد نبویؐ: جو آدمی منہ کھولے خدا سے روزی کے لئے دعائیں مانگتا ہے اور طلب رزق نہیں کرتا اس کو میں دشمن رکھتا ہوں!

(۲۰) قال النبیؐ انی لابغض الرجل فاغرافاه الی ربه یقول ارزقنی و

Presented by Ziaraat.Com

یترک الطلب ۔''(وسائل الشیعہ ج ۱۷ ص ۱۲۹)

''آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے اس آدمی سے دشمنی ہے جو منہ کھولے پروردگار سے کہتا ہے کہ مجھے رزق عطا کر اور خود روزی نہیں کماتا''

جس آدمی کو روزی کمانے میں شرم نہیں آتی اس کا بار ہلکا، دل مسرور اور عیال خوشحال رہتے ہیں

(۲۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **من لم یستحی من طلب المعاش خفت مونته ، ورخا باله ، ونعم عیاله** (وسائل الشیعہ ج ۱۶ ص ۱۱)

''جو شخص طلب معاش میں شرم نہیں کرتا اس کا بار ہلکا، دل مسرور اور عیال خوش حال رہتے ہیں۔''

جو شخص گھر میں بیٹھا رزق کی دعائیں مانگتا ہے اور طلب رزق کے لئے نہیں نکلتا اس کی دعا مقبول نہیں ہوتی

(۲۲) ان اصنافا من امتی لا یستجاب لهم دعاء هم

''میری امت میں چند قسم کے لوگوں کی دعا مقبول نہیں ہوتی۔''

ان اصناف کے بارے میں فرمایا: **و رجل یقعد فی بیته و یقول یا رب ارزقنی ولا یخرج ولا یطلب الرزق فیقول الله عز و جل عبدی الم اجعل لک السبیل الی الطلب و التصرف فی الارض بجوارح صحیحة .**

''وہ شخص جو گھر میں بیٹھا کہتا ہے پروردگار مجھے رزق دے اور نہ گھر سے باہر نکلتا ہے اور نہ روزی کماتا ہے، خدا اس سے فرماتا ہے کہ کیا میں نے تیرے لئے روزی کمانے اور زمین میں تندرست

اعضاء سے کام کاج کرنے کی سبیل نہیں قرار دی ہے''۔(الکافی: ج ۵، ص ۶۸)

دنیا چھوڑ دینے والوں کی دعا مقبول نہیں ہوتی، اصحاب رسولؐ کا ایک نصیحت خیز واقعہ

(۲۳) علی بن عبد العزیز راوی ہیں کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ''عمر بن مسلم'' کا حال پوچھا تو میں نے عرض کی کہ انھوں نے تجارت کا پیشہ چھوڑ دیا ہے اور عبادتوں میں لگ گئے ہیں تو حضرتؑ نے فرمایا:

ویحه اما علم ان تارک الطلب لا یستجاب له دعوات ان قوماً من اصحاب الرسولؐ لما نزلت و من یتق الله یجعل له مخرجا و یرزقه من حیث لا یحتسب اغلقوا الابواب و اقبلوا الی العبادة و قالوا قد کفینا فبلغ ذالک النبیؐ فارسل الیهم فقال ما حملکم علی ما صنعتم فقالوا یا رسول الله تکفل الله لنا بارزاقنا فاقبلنا علی العبادة فقال انه من فعل ذالک لم یستجب له علیکم با لطلب.

''اس کے حال پر افسوس ہے کیا اس کو نہیں معلوم کہ ترک دنیا کرنے والوں کی دعائیں مقبول نہیں ہوتیں، اصحاب نبی میں سے کچھ لوگوں نے آیہ مبارکہ ''من یتق اللہ'' آیہ کے نزول کے بعد اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدا نے ہمارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے جب یہ حال جناب رسولؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان لوگوں کو بلا بھیجا اور فرمایا تمہارے اس طرز عمل کا باعث کیا ہوا ہے؟ انھوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! خدا تو ہمارے لئے روزی کا کفیل و ذمہ دار ہو چکا ہے، اس لئے ہم صرف عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں،

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

حضرتؑ نے فرمایا: جو شخص ایسا کرے گا اس کی دعا قبول نہیں ہوگی، تم پر روزی کی تلاش لازم ہے"۔
(الکافی: ج۵،ص۸۴)

ارشاد نبویؐ، سوال کرنا
بھیک مانگنا بہت برا کام ہے

(۲۴) قال مسئلة الناس من الفواحش والفاحشة تباح عندا لضرورة و من سئل عن غنی فانما يستكثر من حميم جهنم و من سئل و له ما يغنيه جاء يوم القيامة و وجهه عظم يتقعقع ليس عليه لحم . (وسائل الشیعہ ج۱۶ ص۱۱)

آنحضرتؐ نے فرمایا: "لوگوں سے سوال کرنا بدکاریوں میں داخل ہے اور برے کام کی اجازت فقط ضرورت ہی کے وقت ہوسکتی ہے، بے ضرورت سوال کرنے والا جھنم کے گرم پانی کو اپنے لئے کثیر مقدار میں جمع کرتا ہے اور جو شخص سوال کرے گا درحالیکہ اس کے پاس بقدر ضرورت سامان رزق موجود ہے تو بروز قیامت اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر فقط ہڈیاں ہوں گی گوشت نہ ہوگا۔" (المحجۃ البیضاء ج:۷ ص:۳۷۷)

جو مسلمان لوگوں سے سوال کرے گا خدا اس کے آنکھوں کے درمیان یہ لکھ دے گا کہ
یہ شخص تا قیامت فقیر رہے گا

(۲۵) نیز یہ ارشاد نبویؐ ہے: **من هداه الله للاسلام و علمه القرآن ثم سال الناس كتب بين عينيه فقير الى يوم القيامة .**

"جسے خدا نے اسلام کی راہنمائی کی اور علم قرآن عطا کیا پھر اس نے لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلایا تو خدا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھدیتا ہے کہ یہ شخص

قیامت تک فقیر رہے گا۔" (مجموعۃ الورام ج:۱ ص:۷۰)

ایک در سوال کا کھولنا
فقیری کے ستر (۷۰) دروازوں کے کھلنے کا باعث ہوتا ہے

(۲۶) نیز حضرتؐ نے فرمایا: **من فتح على نفسه باب مسئلة فتح الله عليه سبعين باباً من الفقر لا يسدادنا ها شئی** (وسائل الشیعہ ج۱۶ ص۱۱)

"جو شخص اپنے اوپر ایک دروازہ سوال کا کھولے گا تو خدا اس پر ستر دروازے فقیری کے کھول دے گا جن میں سے ادنی دروازے کو بھی کوئی چیز بند نہ کر سکے گی۔"

لکڑیاں چن کر بیچنا اور اس سے اپنا رزق حاصل کرنا
سوال کرنے سے بہتر ہے

(۲۷) ان الارزاق دونها حجب فمن شاء هتک الحجاب و اخذا رزقه و الذی نفسی بیده لان یاخذاحدکم حبلا ثم یدخل عرض هذاالوادی فیحتطب ثم یدخل السوق فیبیعه بمد من تمر فاخذ ثلثه و یتصدق بثلثیة خیر له من ان یسئل الناس اعطوه او حرموه۔(الکافی: ج۴،ص۲۱)

"روزیوں کے اوپر حجاب پڑے ہوئے ہیں جس کا جی چاہے اپنی شرم و حیا پر قائم رہے اور جس کا جی چاہے حجاب غیرت کو چاک کردے اور اپنا رزق حاصل کرے تم میں سے کوئی شخص اس وادی میں جا کر لکڑیاں جمع کرے اور بازار جا کر ایک مد خرما پر فروخت کر کے ایک تہائی خود کھائے اور دو تہائی محتاجوں پر تصدق کردے تو یہ بات اس کے لئے اس سے بہتر ہوگی کہ لوگوں سے سوال کرتا رہے خواہ اس کو دے یا محروم کردے"۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ہمارا پیرو وہ آدمی ہے جو بھوکا مرجائے
مگر بھیک نہ مانگے

(۲۸) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شیعتنا من لا یسئل الناس ولو مات جوعا. (وسائل الشیعہ ج ۹ ص ۴۴۴)

''ہمارا شیعہ وہ ہے جو بھوکا مرجائے مگر لوگوں سے سوال نہ کرے''۔

ایک جماعت انصار کا بہترین طرزِ عمل۔
اتباع امر نبیؐ کا اعلیٰ نمونہ

(۲۹) ایک روایت میں ہے:۔انہ جاء ت فخذ من الانصار قالوا یا رسول الله ﷺ فرد علیهم السلام فقالوا لنا الیک حاجة فقال:(هاتوا حاجتکم) فقالوا انها حاجة عظیمة فقال: هاتوها ما هی) قالوا:تضمن لنا علی ربک الجنة فنکس راسه ثم رفع راسه فقال:(افعل ذلک علی الا تسالوا احدا شیئا) فکان الرجل منهم یکون فی السفرفسقط السوطه فیکره ان یقول الانسان ناولنیه فراراً عن المسئلة ،وینزل فیاخذه و یکون علی المائدة و یکون بعض الجلساء اقرب الی الماء منه فلا یقول ناولنی حتی فیقوم ویشرب. (الوسائل: کتاب الزکاة ابواب الصدقہ: باب ۳۳ الحدیث ۴)

''انصار میں سے کچھ لوگ خدمت رسالتمآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ہم ایک بڑی حاجت لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ آپ ہمارے لئے بہشت کی ذمہ داری لے لیجئے۔حضرت نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا۔پھر مخاطب ہوئے اور فرمایا۔میں اس شرط پر تمہارے لئے بہشت کا ضامن ہوتا ہوں کہ تم کسی سے سوال نہ کروگے۔ان لوگوں نے یہ شرط

قبول کرلی۔نوبت یہ پہنچی کہ اگر سفر میں ان کے کسی سوار کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو وہ خود اتر کر اٹھاتا تھا۔اپنے کسی ساتھی پیدل چلنے والے سے یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا تازیانہ اٹھادو،اور کسی دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھتے تھے تو جس سے ظرف آب دور ہوتا تھا وہ خود اٹھکر جاتا اور پانی پیتا تھا،کسی قریب کے آدمی سے نہیں مانگتا تھا''۔

بھیک مانگنے والے کی گواہی لائق قبول نہیں

(۳۰) نیز جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا:شهادةالذی یسئال فی کفه یرد :
جو آدمی بھیک مانگتا ہے اس کی گواہی قبول نہ کی جائی گی۔(لئالی الاخبار: ص ۱۴۶)

سبحان اللہ: کیسی اعلیٰ اخلاقی ومعاشی تعلیم تھی،اور کیسے عالی ہمت اس کے ماننے والے تھے اگر آج تعلیم اسلامی پر عمل کرنے کا یہی مبارک جذبہ پیروان اسلام کے بنائے ہوئے طریقوں پر بلند ہمتی کے ساتھ گامزن ہوتے تو دنیا اسلامی اصول کی برتری تسلیم کئے بغیر نہ رہتی، جبکہ خود مسلمان ہی اسلامی تعلیمات سے ناواقف وبے بہرہ ہیں تو اغیار کا ناواقف رہ جانا کس طرح قابل تعجب ہوسکتا ہے۔؟

دکانداری وتجارت کی ہدایت

ارشاد نبوی ہے: الرزق عشرة اجزاء تسعة منها فی التجارة ''روزی کے دس حصے ہیں،نو حصے تجارت میں ہیں۔''(وسائل الشیعہ ج ۹ ص ۱۲)

ابوعمار راوی ہیں: قلت لابی عبدا للهؑ انه قد ذهب مالی و تفرق مافی یدی و عیالی کثیر فقال ابو عبدا لله اذا قدمت الکوفة فافتح باب حالونک وابسط بساطک وضع میزانک و تعرض لرزق ربک ففعل ذالک فاثری و صار معروفاً. (وسائل الشیعہ ج ۱۷ ص ۵۶)

''میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کی کہ میرا سب مال ومتاع جاتا رہا اور عیال

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

میرے بہت ہیں کیا کروں؟ حضرتؑ نے فرمایا: جب کوفہ میں تیرا جانا ہو تو اپنی دوکان کے در کھول دینا، بساط بچھا کر بیٹھ جانا، ترازو رکھ دینا اور اس طرح خدا کا رزق طلب کرنا اس نے ایسا ہی کیا اور مشہور صاحب ثروت ہو گیا۔''

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا:۔ ای شئی تعالج ای شئی تصنع قلت ما انا فی شئی قال فخذ بیتا اکنش قناه و رشه و ابسط فیه بساطاً فاذا فعلت ذلک فقد قضیت ما علیک (لئالی الاخبار، ص۱۵۳)

''تمہارا روزگار کیا ہے کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی کچھ بھی نہیں۔ تو فرمایا ایک دوکان لے لو، اس کے صحن کو جھاڑو، پانی چھڑکو اور فرش بچھا کر بیٹھ جاؤ، جب تم نے اتنا کر لیا تو اپنا حق اور فریضہ ادا کر چکے۔'' (الکافی: ج:۵، ص ۸۰)

تجارتی کاروبار اپنا پیشہ بناؤ

(۴) تعرضوا للتجارة فان فیها غنی لکم عما فی ایدی الناس

حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے: تجارت کا پیشہ اختیار کرو لوگوں سے بے نیازی کا راز اسی میں ہے۔ (بحار ص۸۵) (الکافی: ج:۵، ص ۱۵۰)

تجارت و دستکاری

(۵) سئال النبیؐ ای کسب الرجل اطیب قال عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور (لئالی الاخبار، ص۳۳۱)''

جناب رسول سے کسی نے پوچھا کون سا پیشہ اور کمانے کا طریقہ اچھا ہے؟ فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرنا یعنی دستکاری اور عمدہ و سچی تجارت۔ (مستدرک المسائل: ج ۱۳ ص ۲۵)

صنعت و حرفت کی ترغیب

جناب رسولؐ نے فرمایا: (۶) ان الله یحب المتحرف (لئالی الاخبار، ص۳۳۱) صاحب حرفت و درستکاری کو خدا دوست رکھتا ہے۔

جب مومن صاحب حرفت نہیں ہوتا تو دین فروشی کرتا ہے اور دین ہی کو ذریعہ معاش بناتا ہے

(۷) کان رسول الله صلعم اذا نظر الی الرجل فاعجبه قال هل له حرفة فان قالوا لا قال سقط من عینی قیل و کیف ذالک یا رسول الله قال لان المومن اذا لم یکن له حرفة یعیش بدینه (مستدرک المسائل: ج ۱۳ ص ۱۱)

جب آنحضرت کسی کو دیکھتے اور وہ آپ کو بھلا آدمی معلوم ہوتا تو پوچھتے تھے کہ یہ کوئی صنعت و حرفت کرتا ہے؟ اگر لوگ یہ کہتے کہ نہیں تو آپ فرماتے تھے کہ یہ شخص میری نگاہ سے گر گیا، کسی نے عرض کی اے رسول خداؐ! یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ جب مومن صاحب حرفت اور پیشہ ور نہیں ہوتا تو وہ اپنے دین ہی کو ذریعہ معاش بناتا ہے۔''

زراعت پرورش حیوانات و باغبانی

(۸) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُومِنُونَ (سورہ توبہ:۵۱)

''ایمانداروں کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

حدیث میں ہے کہ ''مومنون'' سے مراد کاشتکار و مزارعین ہیں جناب سرور کائناتؐ سے کسی نے پوچھا کہ کونسا مال بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زرع زرعه صاحبه و اصلحه و ادی حقه یوم حصاده وہ کھیتی جس کو کاشتکار بوتا ہے اس کو درست کرتا ہے اور کاٹنے کے

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دن اس کا حق ادا کر دیتا ہے۔(وسائل الشیعہ ج ۱۹ ص ۳۶)

پھر اس نے پوچھا زراعت کے بعد کونسا مال بہتر ہے؟ تو فرمایا: **رجل فی غنمه قد تبع بها مواقع القطر یقیم الصلوٰة و یوتی الزکوٰة** ۔''وہ آدمی جو بھیڑیں پالتا اور بارش کے مقامات سبزہ زاروں میں ان کو لئے پھرتا ہے نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے ، پھر اس نے پوچھا بھیڑوں کے بعد کونسا مال بہتر ہے؟ تو فرمایا: **البقر تغدو بخیر و تروح بخیر** ،گایوں کے گلے جن کو تو صبح کو چرانے نکلتا ہے اور شام کو واپس آتا ہے، پھر سوال ہوا کہ گائے کے بعد کونسا مال بہتر ہے؟ تو فرمایا:**المطعمات فی المحل نعم الشئی النخل** زمانۂ قحط میں غذا دینے والے کھجور کے درخت نہایت خوب ہیں۔

(تفسیر نور الثقلین: ج:۳ ص:۳۹)

کاشتکاری و باغبانی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زراعت مکروہ ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: **ازرعوا واغرسوا والله ما عمل الناس عملاً اطیب من ذالک** (مستدرک المسائل: ج ۱۳ ص ۴۶۲)

'' کھیتی کرو باغ لگاؤ بخدا کوئی کام اس سے زیادہ حلال و پاکیزہ نہیں ہے۔''

خدا کو سب سے زیادہ پسند پیشہ کاشتکاری ہے

ہارون راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کاشتکاروں کے متعلق پوچھا تو ارشاد ہوا: **هم الزارعون کنوزا لله فی ارضه وما فی الاعمال شی احب الی الله من الزراعة** ''کاشتکار خدا کے خزانوں کو زمین میں بوتے ہیں۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ پیشہ زراعت ہے۔'' (وسائل الشیعہ ج ۱۲ ص ۲۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرے پدر بزرگوار (امام زین العابدین علی بن الحسینؑ علیہم السلام) کہا کرتے تھے کہ ''بہترین کام کاشتکاری و زراعت ہے کیونکہ اس سے مومن و بدکار سب ہی منتفع ہوتے ہیں اور حیوانات کو بھی نفع پہونچتا ہے۔''

باغبانی

جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا: **من سقی طلحه او سدرة فکانما سقی مومنا من ظماء** (مستدرک المسائل: ج ۱۷ ص ۴۳)

''جو شخص درخت خرما یا بیر کے درخت کو پانی دیتا ہے گویا کہ وہ کسی پیاسے مومن کو پانی پلاتا ہے۔''

سیرت جناب امیرؑ کے متعلق ارشاد دیلمی میں مروی ہے، **کانؑ یغرس النخل و یبیعها و یشتوی بثمنها العبید و یعتقهم و یعطیهم مع ذالک ما یغنیهم عن الناس .**

جناب امیرؑ کھجور کے باغ لگاتے اور اسے فروخت کرتے تھے اور اس کی قیمت سے غلاموں کو خرید کر کے آزاد کر دیتے تھے اور ان کو اتنا مال بھی دیدیتے تھے جس سے وہ لوگوں کے محتاج نہ رہیں۔''

نیز حضرت کے متعلق مروی ہے، **لقد اعتق الف مملوک من کد یمینه تربت منه یداه و عرق فیه جبینه** ، (بحار الانوار: ج: ۴۱) ''حضرت امیر المومنین نے ایک ہزار غلام اپنی ذاتی کمائی سے جس میں دست مبارک خاک آلود اور جبین مقدس عرق ریز ہوئی تھی خرید کر آزاد فرمائے۔

سیرت نبویؐ و سیرت دیگر پیشوایان اسلام

(۱۲) رأیت ابا الحسن علیه السلام یعمل فی ارض له قد استفعت قد ماه فی العرق فقلت له جعلت فداک این الرجل فقال یاعلی من عمل

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

بالید من هو خیر منی فی ارضه ومن ابی فقلت و من هو قال رسول الله و امیر المومنین و ابائی کلهم کانوا قد عملوا بایدیهم و هو من عمل النبیین والمرسلین والاوصیاء والصالحین (الکافی: ج۵،ص۷۶)

ابوحمزہ راوی ہیں ''میں نے ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی ایک زمین میں اپنے ہاتھوں سے کام کررہے ہیں اور دونوں پاؤں غبار و پسینے سے آلود ہیں۔ میں نے یہ دیکھ کر عرض کی کہ میں آپ پر فدا کیا جاؤں آدمی کہاں ہیں؟ (جو آپؑ خود محنت ومشقت برداشت کررہے ہیں) فرمایا: اے علی! اپنے ہاتھوں سے ان لوگوں نے کام کئے ہیں جو خدا کی زمین میں مجھ سے بہتر تھے۔ میں نے عرض کی وہ حضرات کون تھے؟ فرمایا: جناب سرالتمآب اور امیر المومنین اور میرے سب باپ دادا اپنے ہاتھوں ہی سے کا کیا کرتے تھے۔ اور انبیاء ومرسلین، اوصیاء وصالحین کا بھی طریق عمل یہی رہا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

انی لا عمل فی بعض ضیاعی حتی اعرق و ان لی من یکفینی لیعلم الله انی اطلب الرزق الحلال (الکافی: ج۵،ص۷۷)

میں اپنی زمینوں میں خود کام کرتا ہوں یہاں تک کہ پسینے میں ڈوب جاتا ہوں، حالانکہ میرے پاس خدمتگار موجود ہوتے ہیں جو میری مدد کرسکتے ہیں۔ میں ایسا اس غرض سے کرتا ہوں تاکہ خداوندعالم دیکھ لے کہ میں رزق حلال کا طالب ہوں۔''

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

کان امیر المومنین یخرج فی الها جرة فی الحاجة قد کفاها یرید ان یراه الله یتعب نفسه فی طلب الحلال ،(من لایحضره الفقیه: ج:۳ ص:۱۶۵)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دوپہر کی شدید گرمی میں خود حاجات وضرورت کے لئے نکل پڑے ہوتے تھے حالانکہ آپ کی مدد کرنے والے موجود تھے مگر آپ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ خداوندعالم یہ دیکھ لے کہ طلب حلال میں آپ اپنے نفس کو تعب میں ڈالتے تھے۔''

روایات مندرجہ بالا کے مضامین کا خلاصہ

ان روایات واخبار سے مندرجہ ذیل نتائج نگاہ عقل کے سامنے آتے ہیں:

(۱) اسلام کو گداگری سے نفرت ہے بے ضرورت سوال کرنا اور بھیک مانگنا اس کے نزدیک ناجائز اور برا کام ہے۔

(۲) اسلام کو یہ گوارہ نہیں کہ کوئی تندرست وتوانا آدمی اپنا بار معیشت دوسروں پر ڈالے وہ اس کو قابل لعنت کام قرار دیتا ہے اور وہ کاہلی اور سستی کا سخت مخالف ہے۔

(۳) زیادہ سے زیادہ افراد کا سب پیدا کرنا، تجارت، زراعت، صنعت وحرفت کو فروغ دینا، زمین کی آبادی اور کسب معاش کے جائز ذرایع و وسائل کو وسیع کرنا، اس کا عظیم الشان نصب العین ہے، ذوق اسلامی راہبانہ وجوگیانہ طریقوں سے حاصل کی ہوئی معاش کو'' **اکل بالباطل** ''یعنی حرام خوری قرار دیتا ہے، **یا ایها الذین ا منو ا ان کثیرا ً من الاحبا ر و الر هبان لیاکلون اموال الناس بالباطل** (سورۂ توبہ:۳۴) ''اے ایمان لانے والو! یقیناً (یہود ونصاریٰ) کے بہت سے علماء اور راہب، لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں۔''

(۴) زراعت وتجارت و باغبانی اس کے نزدیک وسائل معاش کے اعلیٰ اقسام ہیں، نوکری، مزدوری، مستاجری، کو وہ تجارت کے برابر اہمیت نہیں دیتا، اور اس کی وجہ بھی بتائی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اجرت کے کاموں سے تجارت بہتر ہے
اور اس کا سبب

عمار ساباطی ناقل ہیں کہ میرے سوال کے جواب میں جناب صادق آل محمد علیہم السلام نے فرمایا:

لا یوجر نفسه و لکن یسترزق الله عز و جل و یتجر فانه اذا جر نفسه خطر علیٰ نفسه الرزق ،کوئی شخص اپنے نفس کا سودا نہ کرے بلکہ خدا سے رزق کا طالب ہو(یعنی اجرت پر کام کرنا، اپنا ذریعہ معاش نہ بنائے) اور تجارت کا پیشہ اختیار کرے کیونکہ اپنے نفس کا معاملہ اجرت پر کرنے سے رزق کم ہو جاتا ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ : ج:۳ ص:۱۷۵)

اصول، اجمالی فی الطلب"تحصیل رزق کے لئے سعی و محنت کے عمدہ طریقے اختیار کرو

جناب رسالتمآب نے فرمایا: **ایھا الناس ان الرزق مقسوم من الله تعالیٰ وامرء ما قسم له فاجملوا فی الطلب**

''لوگو! رزق خدا کی طرف سے تقسیم شدہ ہے جس کی قسمت میں جتنا رزق ہے وہ اسے ضرور ملے گا، لہذا طلب رزق میں اچھے طریقے اختیار کرو۔'' (مستدرک المسائل: ج ۱۳ ص ۴۲)

اصول اجمال فی الطلب کا خلاصہ

فخفض فی الطلب و اجمل فی المکتسب فانه رب طلب قد جر الی حرب (نہج البلاغہ امام حسن علیہ السلام کے نام خط نمبر ۳۱)

''جناب امیر المومنین کا ارشاد ہے'' طلب رزق میں نرم رفتار سے چلو کسب معاش میں اچھے

طریقے اختیار کرو کیونکہ اکثر معاشی دوڑ دھوپ کا انجام جھگڑا و فساد ہے۔

شیخ محمد عبدہ مصری شارح نہج البلاغہ نے مذکورہ جملوں کی شرح میں کہا ہے: **ای سعی سعیا جمیلا لا یحرص فیمنع الحق و لا یطمع فیتناول ما لیس بحق** ''یعنی آدمی سعی جمیل اختیار کرے نہ حریص بنے اور نہ کسی کا حق روکے اور نہ طمع کرے اور وہ چیزیں لے لے جو اس کا حق نہیں ہیں۔

طلب رزق و کسب معاش میں اچھے اور معتدل طریقے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس کی مصلحت بھی بتادی ہے، یعنی حرص و ہوا کے ماتحت غیر جمیل سعی و طلب کا انجام یہ ہو گا کہ حقداروں کے حقوق تلف ہوں گے، آدمی دوسرے کے حق کو روکے گا، اور وہ مال و دولت بھی حاصل کرے گا جس کا اس کو حق نہیں ہے اور اس طرح آپس میں جنگ و پے کار چھڑ جائے گی۔ طلب الکل کا انجام فوت الکل ہوگا اور اس طریقہ پر تعمیر معاش میں صورت تخریب مضمر ہوگی ، کیا آج ہمارے سامنے دنیا کی معاشی پیچیدگیاں اور فتنہ سامانیاں نہیں ہیں جو صرف اجمال فی الطلب کے اصول پر عمل نہ کرنے کا تلخ مزہ اور مہلک نتیجہ ہیں، کیا پر آشوب حالات عام یہ درس عبرت نہیں دیتے کہ بری طرح کمانے کا انجام سب کچھ کھو دیتا ہے۔؟

طلب رزق کے معتدل حدود

لا تجاهد الطلب جهاد العدو و لا تتکل علی القدر اتکال المستسلم فا ن انشاء الفضل من السنة و الاجمال فی الطلب من العفة ۔

''طلب معاش میں اتنے جدو جہد نہ کرو جتنی دشمن سے مقابلہ میں کی جاتی ہے اور نہ تقدیر کے بھروسہ پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والے کا طریقہ اختیار کرو معاش میں زیادتی پیدا کرنا سنت ہے اور طلب معاش میں عمدہ طریقے اختیار کرنا شعار عفت ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دوسری حدیث میں ہے:و لیکن طلبک المعیشة فوق کسب المضیع دون طلب الحریص الراضی بالدنیا المطمئن الیھا ولکن انزل نفسک من ذالک بمنزلة المنصف المتعفف (بحار، ج۲۳،ص۱۲)۔

''طلب معاش میں تمہاری کوشش اس شخص سے بالاتر ہونی چاہیے جو بیکاری میں رہکر اپنی معاش کو ضایع کرتا ہے اور اس حریص سے کم جو دنیا ہی پر راضی اور مطمئن ہوتا ہے بلکہ اپنے نفس کی منزل ان دونوں کے درمیان وہاں قرار دو جہاں انصاف پرور و پرہیزگاروں کا مقام ہے۔''

حریفانہ مقابلہ ومفاخرت کے خیال سے بطریق حلال تحصیل دولت ومال بھی باعث غضب الٰہی ہے

طلب حلال میں بھی سرمایہ دارانہ حریفانہ مقابلہ اور مسابقت نہ ہو، مال و دولت میں کثرت طلبی خالص دنیاداری کا رنگ اختیار کرلے اور اس کا انجام تکاثر وتفاخر ہو معاشی میدان عمل میں کامیاب، اپنی کامیابی کو ناکاموں پر فخر کا ذریعہ بنائے، یہ اغراض اسلام کی نظر میں فاسد اور قابل نفرت ہیں، اور کسب حلال بھی اگر ان اغراض کے ماتحت ہوگا تو باعث غضب خداوندی قرار پائے گا۔

اس حدیث میں یہی بات واضح کی گئی ہے۔ من طلب الدنیا حلالا مکاثرا مفاخراً لقی الله و ھو علیه غضبان و من یطلبھا استعفافاً عن المسئلة و سیانة لنفسه جاء یوم القیامة و وجھه کالقمر لیلة البدر .

(مستدرک المسائل:ج ۱۳ ص۵۳)

جو آدمی حلال طریقوں سے بھی دنیا کی طلب اس غرض سے کرے گا کہ کسب و دولت میں دوسروں سے بڑھ جائے اور اس بات پر فخر کرے تو خدا کے سامنے اس طرح آئیگا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا اور جس کا مقصد طلب دنیا سے یہ ہوگا کہ ذلت سوال سے اپنے نفس کو بچائے تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا

یہ حدیث طلب اسباب معیشت کی جائز وناجائز اغراض کو متعین کردیتی ہے اور اس پر متنبہ کرتی ہے کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت اور حریفانہ مقابلہ وکشمکش جذبہ تفاخر وتکاثر کسب حلال میں بھی ناقابل برداشت ہے، اسلام کی نظر میں وہ سعی معاش وطلب رزق ممدوح ہے جس کی نیت بخیر اور طریق کار اخلاقی نقطۂ نظر سے درست ہو۔

پرہیزگاری وخوش کرداری کا افزائش رزق میں دخل ہے

اسلام کی نگاہ میں جس نیت وصلاح کاروخوبیٔ کردار کو انسان کی وجہ معیشت ورزق کی اصلاح میں بڑا دخل ہے، جس کے چند شواہد یہ ہیں: (۱) لِیَجْزِیَ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُوْلَئِکَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ کَرِیمٌ (سورۂ سبا:۴)

''تاکہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے خدا ان کو جزائے خیر عطا کرے یہ لوگ وہ ہیں جن کے واسطے گناہوں کی مغفرت اور باعزت روزی ہے

(۲) ... وَمَنْ یَتَّقِ اللهَ یَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا . وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لاَیَحْتَسِبُ ...(سورہ طلاق: ۲ و ۳)

'جو شخص خدا سے ڈرے گا تو خدا اس کی نجات کا راستہ قرار دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہ ہو۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

تنگیٔ معاش اور زوال نعمت کے اسباب

عن امیر المومنین ما زالت نعمة قوم ولا غضارة عیش الا بذنوب اجترحوها ان الله لیس بظلام للعبید۔

''حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی قوم کی نعمت اور سکھ اور چین کی زندگی پر زوال نہیں آیا، مگر اس کے افراد کے گناہوں ہی کی وجہ سے، خدا تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔'' (مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۳۷۰)

افزائش رزق حسن نیت سے وابستہ ہے

من حسنت نیته زید فی رزقه ''جس کی نیت اچھی ہوگی اس کا رزق زیادہ ہوگا'' (وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۵۳)

توکل بھی وسعت رزق کا ذریعہ ہے

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (طلاق: ۳)
جس نے خدا پر بھروسہ کیا تو وہ اس کے لئے کافی ہوگا۔

ارشاد نبوی ہے: **لو توکلتم علی الله حق توکله لرزقتم کما ترزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطاناً** (مستدرک الوسائل: ج ۱۱ ص ۲۱۸)

''اگر خدا پر تم کو پورا بھروسہ ہو تو روزی تمہیں اس طرح ملنے لگے گی جس طرح پرندوں کو ملتی ہے کہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

جن دماغوں میں غبار مادیت بھرا ہوا ہے وہ تعجب سے یہ سوچنے لگیں گے کہ دنیوی معیشت کے اسباب میں اخلاق و روحانیت کی تاثیر و مداخلت کیسی؟ مگر یہ ایک حقیقت ثانیہ

ہے جس کا تجربہ ہر انسان کر سکتا ہے، بلکہ ہمارے روزمرہ کے مشاہدات اس کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔

حکم طلب معیشت اور حکم توکل میں ضدیت نہیں

ممکن ہے کہ اس مقام پر کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ توکل اور طلب معیشت دونوں باتیں باہم ضدیت رکھتی ہیں۔ خدا پر بھروسہ اور تلاش رزق میں دوڑ دھوپ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، اس لئے ضروری ہے کہ ''توکل'' کے صحیح مفہوم اور حقیقت کی بابت پیشوائے اسلام کی تعلیمات پر نظر کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان حضرات نے جو توضیح، توکل کے دئے ہیں اس کے معنی کیا ہیں۔

تدبیر کے بعد تقدیر پر بھروسہ
سعی عمل کے بعد توکل

مروی ہے: (۱) **ان اعرابیا دخل مسجد النبیؐ فقال اعقلت ناقتک قال لا قد توکلت فقال اعقلها و توکل** (لئالی الاخبار، ص ۱۵۶) (مشکاۃ الانوار: ص: ۳۲۰)

'' ایک اعرابی مسجد نبیؐ میں آیا تو آنحضرت نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی اونٹنی کے پاؤں کو باندھ دیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں نے خدا پر بھروسہ کر کے چھوڑ دیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس کے پاؤں رسی سے باندھ دے اور خدا پر توکل کر''۔

اس ارشاد نبویؐ کی بنا پر جناب امام جعفر صادق نے فرمایا: **التوکل ان تعقل بعیرک ثم تقول توکلت علی الله** ۔حقیقت توکل یہ ہے کہ تم اپنے اونٹ کے پاؤں کو

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

باندھ دو پھر کہو "توکلت علی الله" مجھے خدا پر بھروسہ ہے۔

حقیقت توکل کے متعلق ارشاد نبویؐ

العلم بان المخلوق لا یضر ولا ینفع ولا یعطی ولا یمنع واستعمال الیاس من الخلق فاذا کان العبد کذالک لم یعتمد الی احد سوی الله ولم یرجع لم یخف سوی الله و لم یطمع فی احد سوی الله فهذا هو التوکل (لئالی ص۱۵۶)

"توکل" یہ جان لینا ہے کہ کوئی فرد مخلوق نہ ضرر پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع دے سکتی ہے عطا کرنا اور روکنا کچھ بھی اس کے ہاتھ میں نہیں اور خلق کی جانب سے امید قطع کر لینا، جب بندہ ایسا کرے گا تو اس کو خدا کے سوئی اور کسی پر بھروسہ نہ ہوگا اور نہ اس کی رجوع کسی کی طرف ہوگی، سوا خدا کے نہ کسی کا خوف اس کے دل میں ہوگا، اور نہ اس کی طمع سوا خدا کے کسی سے وابستہ ہوگی

قول خداوندی "وما یومن اکثرهم الا و هم مشرکون" کی تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: هو قول الرجل لو لا فلان لهلکت و لو لا فلان ما اصبت کذا کذا ولو لا فلان مضاع عیالی الا تری انه قد جعل لله شریکا فی ملکه یرزقه و یدفع عنه قال راوی فیقول ما ذا یقول لو لا ان من الله علی بفلان لهلکت قال نعم لا باس بهذا او نحوه (لئالی الاخبار، ص۱۵۶)

"شرک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فلاں آدمی نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا اور اگر فلان آدمی نہ ہوتا تو میں اپنے مطالب ومقاصد نہ پا سکتا، اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو میرے عیال ضایع ہو جاتے، جو شخص یہ باتیں کہتا ہے وہ خدا کا شریک اس کے ملک میں قرار دیتا ہے جو اس کو رزق دیتا ہے اور اس سے مصیبتوں کو دفع کرتا ہے راوی نے کہا پھر کیا اسے اس طرح کہنا چاہیے کہ اگر خدا نے فلان آدمی کے ذریعہ سے مجھ پر احسان نہ فرمایا ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا آپ

نے فرمایا: ہاں، اس طرح کی باتوں میں مضائقہ نہیں"

امامؑ کا مقصد یہ ہے کہ اگر بنظر تحقیق غیر خدا پر اعتماد کی تحقیق وتشریح کی جائے تو ظاہر ہوگا کہ خدا پر یقین نہ ہونا یعنی کفر باطنی ہی اس کا منشاء ہوا کرتا ہے اگر خدا پر یقین واعتماد کا اس کی ذہنی وباطنی دنیا میں پورا دخل ہو تو غیر خدا پر بھروسہ قائم ہونے کی وجہ باقی نہ رہے گی۔

حقیقت "توکل" خدا کے بھروسہ پر عمل کرنا ہے نہ کہ بے عمل بن جانا

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ "توکل" کے معنی اپنے امور میں خدا کو وکیل بنانے کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو اپنا "وکیل" اس وقت بناتا ہے جبکہ اس پر پورا اطمنان واعتماد رکھتا ہے لہذا "توکل" سعی عمل اور تدبیر کے خلاف نہیں ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی خدا پر بھروسہ کر کے تدبیر وسعی عمل سے ہاتھ کھینچ لے اور معطل ہو کر بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہے حقیقت "توکل" خدا کے بھروسہ پر عمل کرنا ہے نہ کہ بے عمل بن جانا، بات یہ ہے کہ انسان کسی اعتماد اور کسی بل بوتے پر ہی کوشش کر سکتا ہے، اگر امید واعتماد بالکل نہ ہو تو مطلق یاس وقنوط کی حالت میں اس کی قوت عمل میں حرکت پیدا ہی نہیں ہو سکتی تحریک عمل کے لئے اعتماد کا سہارا ضروری ہے، انسان کے لئے معاش ومعاد کی مثال حاضر وغائب، عاجل، واجل، امروز وفردا کی ہے، معاشی ضرورتیں اسے احساس معاد وآخرت سے پہلے دامنگیر ہوتی ہیں، جب وہ میدان میں آتا ہے تو اسباب معاش ورزق کے طویل مسائل سارے عالم علوی وسفلی میں پھیلے نظر آتے ہیں، اس کو ایک وقت کی غذا حاصل ہونے میں زمین وآسمان ابر و ہوا چاند وسورج اور بہت سی علوی وسفلی، مخفی وظاہری طاقتوں کا دخل نظر آتا ہے اس کا بھی احساس ہوتا ہے کہ خود اس کی قوت عمل وتدبیر بھی اسباب معیشت کی تحصیل میں دخل رکھتی ہے، اب ان کے سامنے دو ہی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

صورتیں ہوتی ہیں یا تو اپنی قوت اور عالم اسباب میں بکھرے ہوئے اسباب و وسائل پر بھروسہ کرے یا کسی ایسی طاقت پر جو تمام قوتوں پر حاوی اور تمام اسباب و وسائل پر محیط ہے

پہلی صورت میں اس کو ذہنی و قلبی انتشار کا سامنا ہوگا، اس کی امیدوں و آرزوؤں کا واحد مرکز نہ ہوگا، پریشانی خیال اسی کے دامن سے وابستہ ہوگی ایک مبتلائے فکر معاش انسان کو بھی علوی اسباب کی عاجزانہ خوشامد کرنی ہی پڑے گی اور کبھی سفلی وسائل کی رضا جوئی کی فکر، وجہ پریشانی خاطر ہوگی، کبھی سماوی طاقتوں کی ناراضی کا ڈر اور کبھی ارضی قوتوں کی غضبنا کی کا اندیشہ غرض امیدوں کی یہ لا مرکزیت اس کو سکون قلب سے کبھی آشنا، نہ ہونے دے گی اور اس کے حال پریشاں کی تصویر اس صورت کے مطابق ہوگی جو اس آیہ مبارکہ کے آئینہ میں دکھائی گئی ہے: ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً رَجُلاً فِیہِ شُرَکَاءُ مُتَشَاکِسُونَ وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً ...(سورہ زمر : ۲۹)

''خدا نے ایک مثل بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی جھگڑالو (آقا) شریک ہیں، اور ایک غلام ہے جو صرف ایک ہی شخص کا ہے، تو کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے

عالم اسباب میں ہر جانب پھیلے ہوئے اسباب معاش و وسائل رزق سے امید و اعتماد کی وابستگی ہی شرک جلی و خفی کا مبداء بنتی ہے۔

دوسری صورت میں اس کی معاشی امیدوں کا ایک مرکز ہوگا، عالم کے تمام منتشر مختلف اسباب ایک مرکزی نظام کے تحت واحد مسبب الاسباب سے وابستہ نظر آئیں گی، اور اس کی عقیدت اور نیازمندی کا صرف مرکز اعتماد سے وابستہ ہونا اس کو پریشانی ذہن و خیال سے بچا کر اطمینان و سکون خاطر کی نعمت سے بہرہ مند کر دے گا: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب (دلوں کا اطمینان صرف خدا کی یاد سے وابستہ ہے)

اصول توکل کا حاصل اور ثمرہ

اسلامی نظام معیشت میں اصول ''توکل'' کا حاصل یہ ہے کہ معیشت کی بہتری کے لئے کوشش کرو، مگر کامیابی کے لئے اسباب پر بھروسہ نہ کرو، بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رکھو، روزی رساں کے فضل و کرم کے اعتماد پر میدان عمل میں جدوجہد کرو، نہ کہ اپنی محدود و عاجز قوت عمل اور دیگر اسباب و وسائل کے بھروسہ پر، اس سے مقصود تحصیل اسباب رزق سے دست برداری کی تعلیم نہیں ہے، بلکہ اسباب پر کلی اعتماد نہ کرنے کی ہدایت ہے، ذہنی انتشار، پریشانی خیال اور شرک مخفی و کفر باطنی سے محفوظ رکھنا، اس اصول کا اصل نصب العین ہے، اسی نصب العین کے ماتحت قرآن مجید کے بے شمار آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ رزاق حقیقی خدا ہے تمام اسباب علوی و سفلی اسی کے مسخر و تابع فرمان ہیں، وہ اس قابل نہیں کہ ان کو امیدوں کا مرکز بنایا جائے، ساتھ ہی اس کے ان اسباب سے قطع تعلق نہ کیا جائے، جن سے خدا نے مسببات کو اس طرح مرتبط کر دیا ہے کہ ان کے بغیر وہ کبھی عالم وجود میں نہیں آتے، ان مسببات کا ان اسباب سے مشروط ہونا، اور ان کے بغیر حاصل نہ ہونا فطرت کا ایک عام اصول ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا، اس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے، ہم بھوکے اور محتاج غذا بھی ہیں، مگر اس کا ہمارے منہ میں جانا اور ہمارا رزق بننا اس کی طرف ہاتھ بڑھانے، ہاتھ منہ میں رکھ کر دانتوں سے چبانے پر موقوف ہے اور یہ ایسی شرطیں ہیں جن کے بغیر وہ کھانا فطرت کے عام اصول کی بنا پر ہماری غذا اور ہمارا رزق نہیں بن سکتا، اب اگر ہم سوچیں کہ ہم کو خدا پر توکل کرنا چاہیے، اور شرط توکل عدم سعی و طلب ہے اور ہاتھ کو کھانے کی جانب بڑھانا اور اس سے اس کو دہن تک لانا پھر دانتوں سے چبانا یہ تمام امور سعی و حرکت و عمل ہیں، لہٰذا ان کو چھوڑ کر خدا پر اعتماد کئے بیٹھے رہنا چاہیے، وہ خود کھانے کو ہمارے دہن تک پہنچا دے گا، ظاہر ہے کہ اس قسم کا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

خیال مجنونانہ ہوگا اسکو توکل سے کوئی واسطہ نہ ہوگا، صورت مذکورہ میں ''حقیقت توکل'' تو یہ ہوگی کہ ہم ہاتھ بڑھائیں اور کھائیں اور اس کام میں رزاق حقیقی کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اثناء عمل میں ہاتھ شل ہو جائیں، یا ایسے حالات واتفاقات پیدا ہو جائیں جن کی وجہ سے سامنے رکھا ہوا کھانا ہمارا رزق نہ بن سکے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: **اوجب الله لعباده ان یطلبوا منه مقاصدهم بالاسباب التی سببها لذالک و امرهم بذالک** ۔ (جامع السعادات: ص: ۵۳۴)

''خداوند عالم نے بندوں پر واجب کیا ہے کہ اپنے مقاصد کو ان اسباب کے ذریعہ سے طلب کریں اور اس نے بندوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے''۔

نظریہ ومقصد وعمل کے اعتبار سے اسلام کا نظام معیشت ایک قسم کا معتدل نظام اشتراکیت ومساوات ہے اشتراکیت سے مراد زمانہ حاضرہ کا نظام اشتراکیت کمیونزم نہیں ہے، کیونکہ اس نظام کے بعض بنیادی نظریات اگرچہ نظام اسلام سے ماخوذ ہیں مگر طریق کار میں بہت زیادہ اختلاف ہے چونکہ اسلام کو اشتراکی نظام کہنے سے ''مخالف اسلام اشتراکیت'' سے اس کا التباس واشتباہ پیدا ہوسکتا ہے، لہٰذا یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اسلامی نظام اخوت ومواساۃ، عدل و مساوات کا نظام ہے، جو سرمایہ داری اور سرمایہ دارانہ ذہنیت اور ان تمام اسباب کا دشمن ہے جن کا انجام یہ ہو کہ مال ودولت مخصوص طبقوں میں سمٹ کر محدود ہو جائے، عام بندگان خدا مبتلائے فقر واحتیاج ہو جائیں چند افراد، دولت وثروت کے اندر لوٹتے رہیں اور مسرفانہ تعیش پرستی میں زر ومال لٹاتے ہوں اور دوسرے خدا کے بندے نان شبینہ کے محتاج، ننگے بھوکے بے جانماں پھرتے اور سامان معیشت کے لئے ترستے ہوں، ان مقاصد سے بچنے کے لئے جو امور ضروری تھے ان کا مکمل بندوبست نظام اسلام کے پیش نظر ہے۔

(امر اول) فاسد سرمایہ داری اور مال ودولت کی ذخیرہ اندوزی کا مذموم جذبہ جن اسباب سے پیدا ہوتا ہے ان کو ایک حدیث میں امام رضا علیہ السلام نے یکجا بیان فرمایا ہے:

لا یجتمع الا بخمس خصال ببخل شدید و امل طویل و حرص غالب و قطیعة الرحم و ایثار الدنیا علی الآخرة۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۵ ص ۲۶۵)

''مال کے جمع ہونے کا باعث بس پانچ خصلتیں ہوا کرتی ہیں، سخت بخل، لمبی آرزوئیں، حرص غالب، قطع رحم یعنی حقوق اہل قرابت ادا نہ کرنا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا، نظام اسلامی نے ان تمام فاسد خیال سے ہر انسان کو پاک رہنے کی ہدایت فرمائی ہے''۔

بخل کی مذمت

وَلاَیَحْسَبَنَّ الَّذِینَ یَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَیْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَیُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ... (آل عمران/۱۸۰)

''جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل (مال ودولت) میں سے کچھ حصہ دیا ہے اور (پھر) وہ بخل کرتے ہیں انھیں اس خیال خام میں نہ رہنا چاہیے کہ یہ ان کے لئے بہتر ہوگا، بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے جس (مال) میں وہ لوگ بخل کرتے ہیں اسی کا طوق بنا کر عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں پہنایا جائے گا''

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَی . وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَی . فَسَنُیَسِّرُهُ لِلْعُسْرَی . وَمَا یُغْنِی عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّی (سورۂ لیل: ۸تا۱۱)

''جس نے بخل کیا اور بے نیاز اور بے پرواہ بنا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اسے تنگی (وبدحالی) میں ڈالدیں گے اور جب وہ ہلاک ہوگا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا''۔

حدیث نبویؐ: **ایاکم والشح فانه اهلک من کان قبلکم حملهم ان یسفکوا دمائهم و یستحلوا محارمهم** (وسائل الشیعہ ج ۹ ص ۴۳)

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

’’تم بخل کی خصلت سے بچو کیونکہ وہ اگلی امتوں کی ہلاکت کا سبب بن چکی ہے اسی نے انھیں خون بہانے اور حرمتوں کو برباد کرنے پر آمادہ کیا تھا۔‘‘

نیز حضرتؐ نے فرمایا: **البخل شجرة ینبت فی النار ولا یلج النار الا بخیل**

’’بخل ایک درخت ہے جو دوزخ کی آتشین زمین میں اگتا ہے اور بخیل ہی دوزخ کی آگ میں داخل کیا جائے گا‘‘۔ (مستدرک المسائل: ج ۷ ص ۱۴)

نیز آپؐ کا ارشاد ہے: **ادوی الداء البخل بعید من الله بعید من الناس بعید من الجنة قریب من النار** (جامع السعادات)

’’بدترین مرض کنجوسی ہے‘‘ بخل خدا سے دور ہے انسانوں سے دور ہے جنت سے دور ہے، اور دوزخ کی آگ سے قریب ہے۔

طول عمل کی مذمت

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (حجر: ۳)

’’انھیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو کہ کھائیں (پیئیں) اور (دنیا کی چندروزہ زندگی میں) چین کر لیں اور ان کی آرزوئیں انھیں گرفتار غفلت رکھیں عنقریب (اس کا انجام) انھیں معلوم ہو جائے گا۔‘‘

حدیث نبوی ہے (جس کو ہم مولا امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کر رہے ہیں):

ان اشد ما اخاف علیکم خصلتان اتباع الهوی و طول الامل اما اتباع الهوی فانه یعدل عن الحق و اما طول الامل فانه یحب الدنیا

’’مجھے تم پر جن باتوں کا خوف ہے ان میں دو خصلتیں سب سے زیادہ سخت ہیں، خواہشوں کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوئیں خواہشوں کی پیروی حق سے پھیر دیتی ہے اور لمبی آرزوئیں محبت دنیا پیدا کرتی ہیں‘‘۔ (نہج البلاغہ: خ: ۴۲)

نیز حضرتؐ کی ایک دعا میں ہے: **اللهم انی اعوذبک من دنیا تمنع**

الاخرة و اعوذ بک من حیات تمنع خیر الممات واعوذ بک من امل یمنع خیر العمل (جامع السعادات: ۴۱۹)

’’اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس دنیا سے جو آخرت کی سعادت میں رکاوٹ بنتی ہو‘‘۔

اس دعا میں حضرتؑ نے تین چیزوں سے اظہار نفرت فرمایا ہے اور خدا سے پناہ مانگی ہے، ایسی دنیا جو خیر آخرت سے مانع ہو، ایسی زندگی جو اچھی موت مرنے سے روکے، ایسی لمبی آرزوئیں جو حسن عمل و خوبی کردار سے مانع ہوں۔

حرص و طمع نہ کرو

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنيَا (سورۂ طہ/۱۳۱)

’’اے پیغمبرؐ! ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو زندگی دنیا کی رونق کے سامان دیئے ہیں تاکہ اس ذریعہ سے ہم ان کو آزمائیں تم ان (مسلمانوں) کی طرف نظریں نہ بڑھاؤ‘‘۔

قطع رحم کی مذمت صلہ رحمی نہ کرنا موجب لعنت خدا ہے

(۱) **وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ** (سورۂ رعد/۲۵)

’’وہ لوگ جو خدا کے عہد کو اس کے مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جن (باہمی تعلقات) کے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں قطع کرتے ہیں زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ایسے ہی لوگوں

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کے واسطے برا گھر (دوزخ) ہے''۔

صلہ رحمی کا تاکیدی حکم

(۲)وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِیْ تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً

(سورۂ نساء/۱)

''اس خدا سے ڈرو جس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، اور قطع رحم (قرابتداروں کے حقوق کی نگہداشت میں کوتاہی) کرنے سے بھی (ڈرو) بے شک خدا تمہارا نگراں ہے''۔

حدیث نبویؐ ہے:۔ان ابغض الاعمال الی اللہ تعالیٰ الشرک باللہ ثم قطیعة الرحم (جامع السادات ص۳۳۲)

خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند کام شرک ہے۔ اور اس کے بعد قطع رحم یعنی حقوق قرابت کو ضایع کر دینا''۔

قطع رحم باعث تعجیل فنا اور سلب نعمت ہے

جناب امیرؑ نے ایک خطبہ میں فرمایا: اعوذ باللہ من الذنوب التی تعجل الفناء اس وقت ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا کیا ایسے بھی گناہ ہیں جو جلد فنا کر دیئے جائیں! آپؑ نے فرمایا: نعم و تلک قطیعة الرحم ان اھل البیت یجتمعون و یتواسون و ھم فجرة فیر زقھم اللہ عز و جل و ان اھل بیت یتفرقون و یقطع بعضھم بعضا فیحرمھم اللہ وھم اتقیاء .

''ہاں قطع رحم ایسا ہی گناہ ہے۔ بعض گھرانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو باہم

اتفاق رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ہمدرد رہتے ہیں تو باوجود اس کے کہ بدکار ہوں خدا ان کو صلہ رحمی کی بدولت رزق عطا کرتا ہے اور بعض گھرانے والے جو افتراق پسند ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں تو خدا ان کو رزق سے محروم کر دیتا ہے، گرچہ وہ پرہیزگار ہوں''۔

صلہ رحمی نہ کرنے سے مال شریروں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے

نیز آپ نے فرمایا: اذا قطعوا الارحام جعلت الاموال فی ایدی الاشرار ،جب لوگ قرابتداروں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرتے تو ان کے اموال نصیب اشرار بن جایا کرتے ہیں''۔(الکافی: ج۲،ص۳۴۸)

اگر بدکار لوگ بھی صلہ رحمی کرتے ہیں تو اس سے ان کے مال و دولت میں زیادتی ہوتی ہے

جناب امیرؑ نے فرمایا :ان اعجل الطاعات ثوابا لصلة الرحم و ان القوم لیکونو ن فجارا فیتواصلون فتنموا اموالھم و یثرون (مستدرک الوسائل: ج۱۵ ص۲۴۰)

''خدا کی بندگیوں میں جس کا ثواب سب سے زیادہ جلد ملتا ہے وہ صلہ رحم ہے، اگر کسی قوم کے افراد بدکردار ہونے کے باوجود صلہ رحمی (حقوق قرابت کی نگہداشت) کرتے ہیں تو ان کے مال و دولت میں افزائش ہوتی ہے اور وہ صاحب ثروت ہو جاتے ہیں''۔

ان احادیث سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ نظام اجتماعی کی خیر فلاح کا مدار جذبۂ صلہ رحمی پر ہے، نہ کہ ایمان و کفر پر، اگر کافروں میں بھی یہ جذبہ پایا جائے گا تو وہ خوش حال اور مال و ثروت کے مالک ہو جائیں گے اور اگر اہل ایمان و تقویٰ اس جذبہ سے خالی ہوں گے تو ان کو معاشی تنگی و بدحالی کا سامنا ہوگا۔

دراصل نظام اجتماعی اور تمدن کی بہتری کا ذریعہ جذبۂ تعاون و امداد باہمی ہے اور صلہ

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

رحمی اسی جذبے کا نتیجہ ہے، اگر یہ جذبہ افراد انسان میں نہ ہوتو ان کے دنیوی خوشحالی اور وسعت مال و دولت بھی میسر نہیں ہوسکتی، اور جو دولت ثروت قطع رحم کے ذریعہ سے جمع کی جائے گی، اس کا انجام نہ صرف آخرت کی خرابی بلکہ دنیوی تباہی بھی ہوگا۔

سرکشی اور دنیا کو آخرت پر مقدم کرنے کا انجام،
مذموم سرمایہ داری کے نتائج

فَأَمَّا مَن طَغَى (۳۷) وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنيَا)(۳۸ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوىٰ (۳۹.

''جو شخص حد سے نکل گیا اور اس نے دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) مقدم کیا تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے''۔ (النازعات

إِنَّ هَؤُلَاء يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءهُمْ يَوْماً ثَقِيلاً (الدھر:۲۷)

یہ لوگ (دنیا کے) جلد ملنے والے نفع سے محبت رکھتے ہیں اور ایک بھاری دن (روز قیامت) کو پس پست چھوڑ بیٹھے ہیں،

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنيَا (۱۶) وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (۱۷) (الاعلی)

بلکہ تم زندگئی دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنيَا نُؤتِهِ مِنهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ (۴۲:۲۰)

جو شخص دنیا کی منفعت چاہتا ہے ہم اس کو اس میں سے کچھ دیں گے مگر آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

مذموم سرمایہ داری کے کرشمے
اور اس کا انجام بد

۱) وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (۱) الَّذِي جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَهُ (۲) يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (۳)

ہر عیب لگانے والے چغل خور کی تباہی ہے جو مال جمع کرتا ہے اور گن گن کر رکھتا ہے اور اسے یہ خیال ہے کہ اسکا مال اسے ہمیشہ باقی رکھے گا۔

۲) كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (۱۷) وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ (۱۸) وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلاً لَّمّاً (۱۹) وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبّاً جَمّاً

ہر گز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو، اور میراث کے مال (حلال اور حرام) سب کچھ سمیٹ کر نگل جاتے ہو اور مال کو بے حد عزیز رکھتے ہو۔ (الماعون)

۳) إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (۶) وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ (۷) وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۸) (العادیات)

یقیناً انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور یقیناً خود بھی اس پر گواہ ہے اور بے شک وہ مال کا سخت حریص ہے۔

۴) يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ (۲۷) مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ (۲۸) هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ (۲۹) خُذُوهُ فَغُلُّوهُ (۳۰) ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ (۳۱) ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوهُ (۳۲) إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ (۳۳) وَلَا

Presented by Ziaraat.Com

يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (الحاقه)

''اے کاش موت نے میرا کام (ہمیشہ کے لئے) تمام کردیا ہوتا میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا (ہائے) میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا (پھر حکم خدا ہوگا) اسے گرفتار کرکے طوق پہنادو۔ پھر اسے دوزخ میں جھوک دو پھر اسے ایک ایسی زنجیر میں جو ستر (۷۰) گز کی ہے خوب جکڑ دو (کیونکہ) یہ نہ تو عظمت والے خدا پر ایمان لاتا ہے اور نہ محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا ہے''۔

۵) وَلاَ تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلاَدُهُمْ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِيْ الحيوٰةالدُّنيا(۵۸) (توبه)

ان کے مال اور اولاد کی (فراوانی) تمہیں تعجب میں نہ ڈالے (کیونکہ) خدا کا ارادہ تو یہ ہے کہ ان کے مال و اولاد کی بدولت انھیں عذاب میں گرفتار کرے۔

۶) ذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلاً (۱۱) إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالاً وَجَحِيْماً (۱۲) (المزمل)

(اے پیغمبر) مجھے چھوڑ دو اور ان صاحب دولت جھٹلانے والوں کو (میں ان سے سمجھ لوں گا) انھیں تھوڑی سی مہلت دیدو ہمارے پاس (انکے لئے) بیڑیاں ہیں جلانے والی آگ ہے

(امر دوم) جب کوئی نظام معاشی مساواۃ وعدل کی بنیاد پر قائم کیا جائے گا اس کے لئے یہ بھی لازم ہوگا کہ ضروریات زندگی حد اعتدال پر رکھے، اور غیر ضروری اشیاء کو لوازم زندگی میں داخل کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کرے، آج دور انقلاب میں ہمارے سامنے زندگی کی مشکلات کا اسلئے بھی ہجوم ہے ہم نے بے ضرورت اشیاء کو بھی ضروریات زندگی میں شامل کرلیا ہے اور بیدل کا یہ شعر ہمارے پیش نظر نہیں ہے

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں

انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

جو نظام معیشت اصول عدل و مساوات پر قائم کیا جائیگا اس میں لباس، غلام، مسکن ،اور دیگر اسباب زندگی کی تحدید ضرور ہوگی، وہ ہر انسان سے بے جا تعیش افراط راحت طلبی و عشرت پرستی، فضول زینت وخودآرائے، طفلانہ لہو ولعب سے بچنے اور زندگی کے ساز وسامان کو حد اعتدال ودائرۂ ضرورت واحتیاج تک محدود رکھنے کا مطالبہ کریگا اسلامی نظام معیشت نے بھی اس مقصد کے پیش نظر؛ اصول قناعت اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے، اور افراد عیش پرستی وتن پروری کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّى يُلاَقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوعَدُوْنَ

۱) تو تم انھیں چھوڑ دو کہ پڑے بک بک کرتے اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ دن ان کے سامنے آجائیگا جسکا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (۸۳: زخرف)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۱۲ محمد)

۲) اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کی زندگی کا لطف پارہے ہیں۔ اور اس طرح کھاتے (پیتے ہیں) جیسے چار پائے کھاتے (پیتے) ہیں اور (آخر کار) انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اصول قناعت:

حدیث نبوی ﷺ ایاکم وفضولی المطعم ۔ کھانے کے فضول تکلفات سے بچو (عدۃ الداعی: ص۲۳۶)

،حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: ان کان ما یکفیک یغنیک فادنی ما فیمایغنیک ان کان ما یکفیک لایغنیک فکل ما فیمالایغنیک..

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"اگر تمہیں بقدر کفایت چیزیں زیادہ سے بے پروا کر سکتی ہیں تو دنیا کی کم سے کم چیز تمہیں کافی ہو سکے گی، اور اگر وہ مقدار جو تمہارے لئے کافی ہے تمہیں بے نیاز نہیں کرتی تو دنیا کی ساری چیزیں بھی تمہاری ہوس پوری نہیں کر سکتی" (الکافی: ج۲،ص۱۴۰)

حریص را نہ کند نعمت دو عالم سیر
ہمیشہ آتش سوزندہ اشتہا دارد

اصول قناعت، اشتراکیت کے اس نظریے سے مختلف نہیں ہے کہ ہر شخص کو اس کے احتیاج ہی کے مطابق دینا چاہیئے، البتہ اس اصول پر عمل درآمد میں دونوں کے راستے جدا ہو جاتے ہیں، دینا چاہیئے، اور لینا مناسب ہے، دونوں میں جو فرق ہے وہی دونوں کے طریق کار میں نظر آتا ہے اشتراکیت جس نظریے پر قانونی جبر وتشدد اور تلوار کے زور سے عمل درآمد کرنا چاہتی ہے اس پر نظام اسلامی رضا کارانہ عمل کا مطالبہ کرتا ہے اور دراصل انسان کے الاتی جوہر ہر طرف اسی سمت میں نکھر سکتے ہیں۔

صرف مال میں رعایت
اصول اقتصاد واعتدال

جس طرح تحصیل دنیا میں۔ اجمال فی الطلب. کی طرف ہدایت کی گئی ہے اسی طرح اور روزمرہ کے مصارف ومخاربہ میں بھی "اصول اقتصاد واعتدال" پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس اصول کی اہمیت مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے ظاہر ہے:

۱۔ يَا بَنِيْ آدَمَ خُذُواْ زِيْنَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الاعراف: ۳۱)

فرزندان آدم ہر نماز کے وقت (اچھے لباس سے بدن کی) آرائش کیا کرو۔ اور کھاؤ پیو (بیشک) خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

فضول خرچی کی ممانعت

۲۔ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً (۲۶) إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً (۲۷) وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاء رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلاً مَّيْسُوراً (۲۸) وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُوراً (الاعراف: ۲۹)

قرابت داروں اور محتاج اور مسافروں کو ان کا حق دیدو اور فضول ہرگز خرچ نہ کیا کرو کیونکہ فضول خرچ کرنے والے بے شبہ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پالنے والوں کا بڑا کافر نعمت ہے اور اگر تمہیں اپنے پروردگار کے فضل وکرم کے انتظار میں جس کی تم کو امید ہے (مجبورا) ان (بیچاروں) سے منہ پھیرنا پڑے تو نرمی سے (اپنی مجبوری) ان کو سمجھا دو اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر بہت تنگ کرلو (کہ کسی کو کچھ بھی نہ دو) اور نہ بالکل کھول دو کہ (سب کچھ دیکر) آخر میں ملامت زدہ اور گرفتار حسرت ہو کر بیٹھ جاؤ"

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً (الفرقان: ۶۷)

اور وہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی (بلکہ) اب کا خرچ ان دونوں باتوں کے درمیان اوسط درجہ کا ہوا کرتا ہے۔

كُلُواْ مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الانعام: ۱۴۱)

جب یہ پھلیں تو انکا پھل کھاؤ، ان چیزوں کے سامنے کے دن خدا کا حق (جو ان میں ہے) ادا کرو اور بیجا خرچ نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

اسراف واقتصاد کے حدود

حدیث نبوی میں ہے:۔ **ما عال من اقتصد** ،جس نے اعتدال کا طریقہ اختیار کیا وہ محتاج نہیں ہوتا: (سفینۃ البحار: ج:۲ ص۴۳۱)

مجمع البیان میں حضرت کا ارشاد ہے:۔ **من عطی من غیر حق فقد اسرف ومن منع من حق فقد قتر.** جس نے ناحق دیا اس نے اسراف کیا اور جس نے کوئی حق روکا اس نے تنگی کی:

اقتصاد اور اسراف

اقتصاد اور اسراف کے حدود کی پوری توضیح امام جعفر صادقؑ نے مندرجہ ذیل حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

عن الصادقؑ قال اتری الله اعطیٰ من اعطیٰ من کرامته علیه و منع من منع هو ان به علیه لا ولکن المال مال الله یضعه عند الرجل و دائع و جوز لهم ان یاکلوا قصدا ویشربوا قصدا ویلبسوا قصدا وینکحوا قصدا ویرکبوا قصدا ویعودوا بما سوی ذلک علی الفقراء المومنین ویلموا به شعثهم فمن فعل ذلک کان ما یاکل حلالا و ئشرب حلالا و یرکب حلالا وینکح حلالا وما عدا ذلک کان حراماثم قال ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین اتری الله ائتمن رجلا علی مال خول له ان یشری فوسا بعشرةالاف درهم یجزیه فرس بعشرین درهما . الخ

جناب صادقؑ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ خدا جسے نعمت دنیا دیتا ہے تو اس لئے دیتا ہیکہ اس کی عزت اس کی نگاہ میں ہے اور جسے نہیں دیتا اس وجہ سے کہ وہ اس کی نظر میں

ذلیل ہے؟ ایسا نہیں ہے مال و دولت خدا کی ملکیت ہے وہ آدمیوں کے پاس بطور امانت رکھتا ہے اور اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس سے اپنے لئے کھانے پینے پہننے کا سامان مہیا کریں، شادی بیاہ کریں اور سواری کے سامان خریدیں، مگر ان تمام باتوں میں اقتصاد و اعتدال کا لحاظ رکھیں۔اور جو مال اس کے بعد اس سے بے ایمان محتاجوں کی مدد کریں، اور اس کی پریشان حالی دفع کریں جو آدمی کا یہ طرز عمل ہوگا اس کا کھانا پینا گھوڑے خریدنا، نکاح کرنا حلال ہوگا، اور اس کے ماوراء حرام ٹھہرے گا، پھر حضرت نے فرمایا تم لوگ فضول خرچی نہ کرو، خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جسکو خدا نے اپنے مال کا امانتدار بنایا ہے اس پر یہ تفضّل اس واسطہ فرمایا ہے کہ وہ گھوڑا بیس ہزار درہم پر خریدے، حالانکہ اس کے واسطے بیس درہم قیمت کا گھوڑا کافی ہوسکتا ہے

نیز حضرتؑ نے فرمایا:۔ **انما الاسراف فیما اتلف المالو اضر بالبدن :.**

(تفسیر صافی: ج:۲ ص۱۹۰)

اسراف فقط ان باتوں میں ہوتا ہے جن سے مال فضول تلف ہوتا ہے اور بدن کے لئے مضر ہو

اسحاق بن عمار راوی ہیں:۔ **قلت لا بی عبد الله یکون المومن عشرة اقمصه قال نعم قلت عشرون قال نعم قلت ثلاثون قال نعم لیس هذا من السرف انما السرف ان تجعل ثوب صونک بذلک** (الکافی: ج۶، ص۴۴۲)

میں نے حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ کیا مومن دس (۱۰) قمیصیں رکھ سکتا ہے فرمایا. ہاں. میں نے عرض کی کیا بیس (۲۰) قمیصیں بھی "فرمایا. ہاں." پھر میں نے تیس (۳۰) قمیصوں کے لئے پوچھا تو فرمایا کہ ہاں اس کا نام اسراف نہیں ہے اسراف یہ ہیکہ عزت کے خاص مواقع پر پہننے کے کپڑوں کو روزمرہ کا لباس بنادو:۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

زندگی کا سب سے کامیاب طریقہ

زندگی کے مسائل میں اکتساب وسائل معیشت ہی اہم مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ سوال اس سے کم اہم نہیں رکھتا کہ اقتصادی نقطہ نظر سے زندگی کا کون سا معیار بہتر ہے؟ آیا نعمت دنیا سے جی بھر کر حیوانوں کی طرح سامان اٹھانا چاہئے اور فلسفہ زندگی کا مسلک زیستن برائے خوردن قرار دینا چاہیئے یا خدا کے بے شمار عطیات ونعمات سے ہمہ تن بیزار و دست کش ہونا چاہئے؟ آغاز مضمون میں ہم نے گذارش کی ہے کہ یہ دونوں طریقے خلاف فطرت اور باعث فساد عالم ہیں اور دونوں افراط وتفریط کی طرف لیجاتے ہیں جس کا انجام یہ ہے کہ تمدن اور معاشرت کی حالت ابتر ہوجائے، یا قدرت کے ذخیرے، فطرت کے خزانے، خدا کی نعمتیں اور انسانی قوتیں یوں ہی بیکار ضایع اور لا حاصل ہوجائے ان دونوں خلاف اعتدال طریقوں کے درمیان ایک اور طریقہ بھی ہے اور اس کا خلاصہ دو جملوں میں یہ ہیکہ ''دنیا کی لذتوں کا لطف اٹھاؤ اور پھر نفس کی خواہش پر قابو رکھو:۔ اقتصادی اور معاشی نقطہ نظر سے یہی زندگی کا سب سے زیادہ کامیاب اور قابل عمل طریقہ ہے دنیا کی نعمات ولذات سے لطف اندوز ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں اور زندگی کے معاشی معیار کا مناسب درجہ تک بلند ہونا منشاء فطرت ہے اور شکر نعمات الٰہیہ کا بہترین طریقہ بھی مناسب درجہ اقتصادی نظر سے یہ ہے کہ معیار زندگی کی بلندی' تن پروری اور عیش پرستی وفضول وعشرت طلبی کی حد تک پہونچکر زندگی کے دوسرے اعلیٰ مقاصد کو دل سے محو نہ کردے باعث فساد اخلاق وخرابئ صحت جسمانی نہ ہو۔ اور زندگی کے تمام حاجتوں اور ضرورتوں کے حسب مراتب رفع ہونے میں خلل انداز نہ ہو۔

سورۂ اعراف کی آیت منقولہ بالا میں جہاں اسراف سے روکا گیا ہے وہاں اسراف کے ساتھ ہی بدون فاصلہ یہ بھی ظاہر کردیا ہے کہ اس سے مقصود مناسب معیار زندگی کو پست کرنا نہیں ہے فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (۳۲)

(اے پیغمبرؐ) ان سے کہدو خدا نے زینت کے جو سامان اور کھانے کی جو پاکیزہ چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کرنے والا کون ہے؟

حاصل کلام ربانی یہ ہے کہ زینت کے ساز وسامان اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں خدا ہی کا عطیہ ہیں اس نے ان کو بندوں کے لئے پیدا کیا ہے پھر ان کو حرام کرنے والا کون ہے؟ اس سے تو ان کی خلقت کی غرض وغایت ختم ہوجاتی ہے اور یہ طریقہ ان کی پیدائش کو حکمت ومصلحت سے خالی ٹھہرانا ہے کس طرح ممکن ہے کہ خدا ان کو اپنے بندوں کے فائدہ کی غرض سے پیدا کرے پھر اس کے جائز استعمال سے منع کرے۔؟ زندگی کے اعلیٰ معیار کو پائدار وبرقرار رکھنے کیلئے خرچ میں اعتدال واقتصاد کا طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے، نیز مقصد شرع یہ بھی ہیکہ اتفاقی ضرورتوں کے لئے اس طرح کچھ مال پس انداز بھی کیا جائے۔

جناب امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:۔ **لاخیر فی من لا یحب جمع المال** ۔''جو آدمی مال جمع کرنا پسند نہیں کرتا اس میں کوئی خیر وخوبی نہیں ہے۔ (الکافی: ج۵، ص۷۲)

سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تاریخ بہت قدیم ہے

سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے۔ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح کے عہد سے لیکر زمانہ خاتم النبیینؐ تک کتنے ہی انقلاب دنیا میں گذرے مگر اس ذہنیت اور اس کے فاسد نتائج کبر وغرور، فخر ونخوت، قبول حق سے نفرت، باطل سے رغبت میں کوئی تغیر نہ ہوا اور طوفان نوح بھی ان کو ہمیشہ کے لئے غرق کرنے سے عاجز رہ گیا، جن نفوس امارہ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کی پرورش ہوتی ہے ان کے نزدیک انسانیت اسکا کمال مادی اسباب ہی میں منحصر ہوا کرتا ہے۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ان کی غلط بین نگاہوں میں انسان اور کامل انسان وہ ہوسکتا ہے جس کے پاس زروجواہر کی کثرت ۔مال واسباب حشم وخدم کی فراوانی ۔زخارف دنیوی وسامان معیشت کی افراط ہو،ان کی پرواز تخیل مادیت کی فضا سے باہرنہیں ہوسکتی،وہ دولت ومال کے خزائن عامرہ ۔اطلس وزربفت کے ملبوسات فاخرہ ،سر بفلک عمارتوں اور پر تکلف غذاؤں ہی کو معیار انسانیت اورمعراج کمال انسانی سمجھتے ہیں۔

اورمعیارشرافت ومدارعزت ان کے نزدیک مادی چیزوں میں منحصر ہوتا ہے اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے الٰہی منصب دارون اورانسانیت کے سچے نمائندوں،عالم بشریت کے مخلص مربین کی حقانیت ۔سطائی اورخلوص تسلیم کرنے سے محض اسی بناپرانکارکرتے تھے کہ ان کے پاس مالی وسعت اور دنیوی دولت وثروت کی فراوانی نظرنہیں آتی ،سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہاراورملبوسات فاخرہ سے آراستہ نہیں نہیں انکی پیروی کرنیوالے ان پرایمان لانے والے غریب مزدور۔مفلس وبے مایہ عوام ہیں جناب نوح کی ناصحانہ تبلیغ سرمایہ دارطبقہ میں اسی لئے بے اثر رہی کہ آپ کے ماننے والے اوراطاعت کرنے والے انکے نزدیک اراذل یعنی مزدور پیشہ عوام تھے۔

أَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْأَرْذَلُون(شعراء: ۱۱۱)

فَقَالَ الْمَلأُ الَّذِیْنَ کَفَرُواْ مِن قِوْمِهِ مَا نَرَاکَ إِلاَّ بَشَراً مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاکَ اتَّبَعَکَ إِلاَّ الَّذِیْنَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّأْیِ (هود: ۲۷)

تمہاری پیروی کرنے والے تو پست طبقے کے لوگ (مزدوروغیرہ) ہیں پھر ہم تم پر کیا ایمان لائیں قوم نوح کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تو تمہیں اپنا ہی سا آدمی دیکھتے ہیں اورہمیں یہی نظر آتا ہے تمہارے پیرو ہماری قوم کے بس چندرذیل لوگ ہیں (جو بغیر سوچے سمجھے تمہارے ماننے والے بن گئے ہیں) سرسری نظرمیں ان کے قبول ایمان کی شرط یہ تھی کہ غریب طبقے کے

لوگوں کواپنے گردوپیش سے ہٹادیں

جس کا جواب یہ ملا:

وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ (۱۱۴) إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (شعراء: ۱۱۵)

میں تو ایمانداروں کواپنے پاس سے نکالنے والانہیں ہوں (ایمان لانے نہ لانے کا تمہیں اختیار ہے) میں توصرف (عذاب خدا سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

وَیَا قَوْمِ لا أَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ مَالاً إِنْ أَجْرِیَ إِلاَّ عَلَى اللّهِ وَمَا أَنَاْ بِطَارِدِ الَّذِیْنَ آمَنُواْ إِنَّهُم مُّلاَقُو رَبِّهِمْ وَلَـکِنِّیَ أَرَاکُمْ قَوْماً تَجْهَلُونَ(هود: ۲۹)

اے میری قوم: میں اس کے بدلے میں تم سے مال نہیں مانگتا۔میرا اجر تو خدا ہی پر ہے اورمیں ان لوگوں کوجوایمان لائے ہیں نکال نہیں سکتا وہ یقیناً اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں میں تو یہ دیکھتا ہوکہ تم ہی لوگ جہالت ونادانی میں مبتلا ہو جناب موسیٰ کی نبوت ورسالت تسلیم کرنے سے روکنے والی سرمایہ دارانہ ذہنیت،قرآن مجید کے مطابق یہ تھی کہ۔

وَنَادَى فِرْعَوْنُ فِی قَوْمِهِ قَالَ یَا قَوْمِ أَلَیْسَ لِی مُلْکُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِی مِن تَحْتِیَ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (۵۱)أَمْ أَنَا خَیْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِی هُوَ مَهِیْنٌ وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ (۵۲)فَلَوْلَا أُلْقِیَ عَلَیْهِ أَسْوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِکَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (الزخرف: ۵۳)

فرعون نے اپنے لوگوں سے پکار کر کہا کہ اے میری قوم: کیا ملک مصر میرا نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (شاہی محل کے) نیچے بہتی ہیں

(میری نہیں) کیا تم نہیں (دیکھتے ہو کہ) میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل آدمی ہے صاف گفتگو بھی نہیں کرسکتا (اگر یہ خدا کا بھیجا پیغمبر ہے تو) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ

Presented by Ziaraat.Com

اتارے گئے یا اس ساتھ فرشتے جمع ہو کر آتے؟

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :۔ جناب موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس آئے بالوں کا لباس پہنے اور عصا ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے ۔انھوں نے فرعون سے وعدہ کیا کہ اگر اسلام قبول کر لیگا تو اس کا ملک باقی اور اعزاز برقرار اکھا جائیگا فرعون اپنی قوم سے کہنے لگا کہ تم لوگ ان دونوں کی باتوں پر تعجب نہیں ہوئے یہ لوگ مجھ سے بقاء ملک وعزت کا وعدہ کر رہے ہیں، حالانکہ خود انکی فقیری وزلت کی حالت ہے وہ تمہارے پیش نگاہ ہے ان کو خدا کی طرف سے سونے کے کنگن کیوں نہیں ملے، فرعون نے یہ بات اس وجہ سے کہی کہ سونے کی اور اس کے جمع کرنے کی عظمت اسکی نگاہ میں تھی اور لباس صوف کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔(نہج البلاغہ: خ:۱۹۲)

عہد طالوت کے سرمایہ داروں کا قبول اطاعت سے انکار

عہد طالوت کے سرمادارون کو ان کی بادشاہی تسلیم کرنے سے اسی بنا پر انکار تھا کہ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہیں تھی، انیٰ یکون له الملک علیناو نحن احق بالملک منه و لم یوت سعة من المال. (الفقره: ۲۴۷)

وہ لوگ کہنے لگے کہ اس کی حکومت ہم پر کیونکہ ہو سکتی ہے حالانکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ حق دار ہیں مالی فراوانی اسکو نصیب نہیں۔

ہر پیغمبر کی نبوت ماننے سے اسکے زمانہ کے امیروں نے انکار کیا

وَمَا أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ

كَافِرُونَ (۳۴) وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالاً وَأَوْلَاداً وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (سباء: ۳۵)

ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) بھیجا تو وہاں بڑے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے کبھی ماننے والے نہیں جنہیں دے کر بھیجے گئے ہو اور انھوں نے یہ کہا کہ ہم تو مال واولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم عذاب میں ڈالے جانے والے نہیں۔

عہد رسالتمآبؐ کے سرمایہ داروں کی مغرور ذہنیت

حضرت رسالتمآبؐ کے عہد میں یہ فاسد وجاہلانہ ذہنیت کمال عروج پر پہونچی ہوئی تھی۔ایک طرف تو ساری قوم میں نسلی وطبقاتی مفاخرات ومنافرت کا مرض عام تھا دوسری طرف اس مفلس وفلاکت زدہ قوم میں جن لوگوں کو سرداری وسرمایہ داری نصیب تھی انکے سر پر غرور کبرو نخوت فخر وتمکنت کے بھوت سوار تھے، عَبَسَ وَتَوَلّٰى (۱) أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمٰى (۲) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى (۳) أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (عبس: ۴)

(وہ) مالدار اپنی بات پر چیں بر جبین ہو گیا اور روگرداں ہو بیٹھا کہ اس کے پاس ایک مرد نابینا آ گیا، تم کو کیا معلوم شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا نصیحت سنتا۔اور وہ اس کے لئے سود مند ہوتی:۔

نیز ارشاد خداوندی ہے: وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلاً (۱۱)

اور مجھے ان دولت مند جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی مہلت دیدو:۔

غربت وافلاس کی ماری عوام سوسائٹی بھی اپنی ذلت وحقارت کی بنا پر مال و دولت ہی کو وجہ شرافت وعزت سمجھنے لگی، اسی لئے کہتی تھی، لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (۳۱)

آخر یہ قرآن دونوں بستیوں (مکہ وطائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا نظام اسلام نے ہزاروں برس کی قائم شدہ سرمایہ دارذہنیت کے مفاسد سے دنیا کو بچانے کی سب سے زیادہ موثر تدبیر کی طرف دلیرانہ قدم بڑھایا، مال و دولت استغناء سرمایہ داری کو معیار عزت وشرافت نہیں رکھا اور اعلان عام کردیا کہ زروجواہر کے خزانے اس کی نظر میں بحیثیت معیار عزوشرف درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں ،تمام بنی آدم اصل خلقت میں برابر ہیں،خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ(۶) خدا نے تم سب کو ایک ہی شخص (آدم) سے پیدا کیا۔

الناس من جهة التمثال اكفاء

ابوهم آدم والام حواء

عز وشرف وکرامت کا مدار ایمان، اچھے اعمال اور پرہیزگاری ہے ،

۱. وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ(۸) (المنافقون)

عزت تو خدا ورسول اور ایمانداروں ہی کے لئے ہے ،

۲. إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (۱۳)(الحجرات)

تم میں سب سے زیادہ باکرامت وباعزت وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

۳۔حدیث قدسی میں ہے:۔ليس الشريف الا من شرفته طاعتی شرف والا بس وہی شخص ہے جسے میری بندگی نے شرف بخشا،المسلمون اخوة تسافو دماء هم ،مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور انکے خون کی قیمت برابر ہے۔

(اصول الکافی: ج۱، ص۴۰۴)

زبان ووطن کو انسانی شرافت وکرامت میں دخل نہیں
وجہ شرافت ومدار کرامت تقویٰ ہے

جناب رسالتمآب نے فرمایا۔ ايها الناس ان العربية ليست باب والد وانما هو لسان ناطق فمن تكلم به فهو عربی الا انكم ولد آدم و آدم من تراب و اكرمكم عند الله اتقاكم.

لوگو :عربی کا مدار باپ نہیں ہے جو وسیلہ پیدائش ہوتا ہے۔یہ تو ایک زبان ہے جو بولی جاتی ہے، جو شخص یہ زبان بولتا ہے وہی عربی ہے (قومیت کا مدار زبان عربی نہیں ہے)تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم کی اصل خاک ہے،تم میں زیادہ کرامت وعزت والا وہ آدمی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔(تفسیر صافی: ج۲ ص۹۴)

نیز آنحضرت کا یہ ارشاد اس باب میں اسلام کے اصول ونظریات کو اور واضح کرتا ہے

لاحسب القرشی ولا عربی الا بتواضع ولا كرم الا بتقوی ولا عمل الا بنية ولا عبادة الا بعفقه (مستدرک الوسائل: ج ۱ ص۸۸)

کسی مرد قریش اور عربی کے واسطے شرف وعزت نہیں مگر تواضع کی وجہ سے اور کرامت نہیں ہے مگر تقوی کی بدولت، اور مدار عمل بس نیت ہے اور عبادت بس وہی عبادت ہے جو علم وفہم سے ہو۔

اس اصول مساوات کی بنا پر اسلامی قوانین کی نظر میں سلطان اور خاک کہ روب دونوں بحیثیت انسانیت برابر ہیں۔دونوں کے خون کا درجہ مساوی ہے۔سلطنت وحکومت کے جاہ وجلال اور ذخائر متاع ومال سے کسی بادشاہ کو ایک غریب مزدور پر قدر وقیمت میں امتیاز وتفوق حاصل نہیں ہوتا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

مفلسوں اورغریبوں کی
اخلاق حالات بلندرکھنے والے ہدایات

غریب و بے مایہ عوام کی ذہنیت اور اخلاقی حالت کو بلند کرنے کے لئے یہ ہدایات دیئے گئے، حدیث نبویؐ میں ہ:**لعن الله من اکرم الغنی لغناه ولا یفعل ذلک الامنافق، لعن الله من اهان الفقیر لفقره فمن اکرم الغنی لغناه سمی فی السماوات عدوالله وعدوالانبیاء ولا یسیجاب له دعوة ولا یقضی له حاجة**

(ارشاد القلوب: ج ۱ ص ۳۶۴)

خدالعنت کرے اس آدمی پر جو کسی مالدار کا اعزاز واکرام محض اس بنا پر کرتا ہے کہ وہ صاحب مال ودولت ہے، خدالعنت کرے اس آدمی پر جو کسی فقیر کی اہانت اس کے فقر کے بنا پر کرے اور سوائے منافق کے کوئی اور نہیں کرسکتا، جو کسی مالدار کا اعزاز واکرام محض اس بنا پر کرتا ہے کہ وہ صاحب مال ودولت ہے تو وہ آسمانوں میں دشمن خدا دشمن انبیاءؑ کے لقب سے پکارا جاتا ہے، اور نہ اس کی دعا بارگاہ خدا میں قبول ہوتی ہے اور نہ اس کی حاجت روائی کی جاتی ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

ما احسن تواضع الغنی للفقیر رغبة فی ثواب الله .احسن منه تیه الفقیر علی الغنی بالله و توکلا لیه ، (نہج البلاغہ:کلمات قصار ۴۰۶)

مالدار کا فقیر سے جھک کہ ملنا ثواب خدا کی رغبت میں بہت خوب ہے اور خدا کے بھروسہ پر فقیر کا غنی کے سامنے خودداری دکھانا اس سے خوب تر ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے:۔**من عظم صاحب دنیا واحبه بطمع دنیاه حظ الله علیه**

جو شخص کسی صاحب دنیا کی تعظیم اور اس سے محبت اس کی دنیا کی لالچ میں کرتا ہے خدا

اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ (بحارالانوار: ج۷۳، ص۳۲۸)

مروی ہے:۔**سال این الله فقال عند المنکسرة قلوبهم.**

حضرت رسالتمآب سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ تو فرمایا ان لوگوں کے پاس جوشکستہ دل۔ ہیں (بحارالانوار: ج۷۳، ص۳۲۸)

ارشادعلوی،عوام کی رضامندی
خواص کی خوشنودی پرمقدم ہے

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا مفصل فرمان مالک اشتر کے نام نہج البلاغہ میں منقول ہے، اس کے چند اقتباسات مناسب مقام یہ ہیں، **ان سخط العامة یجحف برضی الخاصة و ان سخط الخاصة یغتفر مع رضا العامة،** عوام کی ناراضی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور عوام کی رضامندی کے ساتھ خواص کی ناراضی نا قابل التفات ہوتی ہے۔(نہج البلاغہ: خط۵۳)

گذشتہ زمانوں کا ذکر نہیں ہے آج بھی دنیا میں جہاں نظام سرمایہ داری چل رہا ہے وہاں کے ارباب حکومت کی نگاہیں سرمایہ داری ہی کی رضاجوئی پر لگی رہتی ہے۔ رضامندئ عوام کی انھیں پروا نہیں ہوتی۔ کیونکہ دولت مند اور مالدار طبقے ہی کا اثر ان پر غالب ہوتا ہے اس کا انجام بد ہماری آنکھوں کے سامنے ہے غریب و بے چارہ عوام بیدار ہو چکے ہیں احساس خودی انکے دلوں میں تڑپنے لگا ہے قوت ضبط و نظم کی بھی کمی نہیں ہے سرمایہ داری کے خلاف منظّم صف آرائی ہورہی ہے، اور طرفین کی اس کشمکش کی بدولت رفتہ رفتہ دنیا امن وسکون کی نعمت سے محروم ہوتی جاتی ہے، اگر حکومتیں،

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی اس حکمت عملی پر چلتیں تو سرمایہ داری و بے مائیگی کی موجودہ کشمکش امن سوز عالم نہ بن سکتی:**انما عماد الدین و جماع المسلمین**

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

والعدۃللاعداء العامۃ من الامۃفلیکن صغوک لھم ومیلک معھم، وہفقدعوام الناس ہی ہیں جو دین کے ستون اور نظام مسلمین کا دارومدار ہوتے ہیں اور دشمنوں کے مقابلے میں فوج کا کام دیتے ہیں ۔لہذا تمہارا رجحان خاطر اور میل قلب صرف انھیں کی طرف ہونا چاہئے ۔(نہج البلاغہ: خط۵۳)

رہنمایان اسلام کیلئے خدا کے مخصوص احکام وہدایات، سادہ سے سادہ طرز زندگی اختیار کریں، شاہانہ طریقے اختیار نہ کئے جائیں۔

غریبوں کی ذہنیت وخیال کو بلند رکھنے اور مفلس کی کلفت سے بچانے کے واسطے حکومت الہیہ وسلطنت ربانیہ کے نمائندے کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ سادہ سے سادہ طرز زندگی اختیار کریں ۔معیار معیشت ادنیٰ سے ادنیٰ انسانوں کے برابر بلکہ ان سے بھی کمتر رکھیں نہ امیرانہ وجاہ وجلال نہ سرمایہ دارانہ تمکنت ،نہ شاہانہ شان وشوکت ، نہ حاکمانہ ورئیسانہ طرز زندگی ۔بلکہ وہ مسکین ہوں اور مسکینوں کے ساتھ بے تکلف بیٹھنے والے اور سیرت نبویہ،، مسکین جالس مسکینا ،، پر چلنے والے۔

آداب شاہانہ کی ممانعت

حضرت ابوذر ناقل ہیں: رائت سلمان و بلالا یقبلان الی النبی اذا سلمان علی قدم رسول اللہﷺ یقبلھا فزجر النبیﷺ عن ذلک ثم قال لہ یا سلمان لا تصنع بی ما یصنع العاجم بملوکھا انا عبد من عبیداللہ اٰکل مما یاکل العبد واقعد کما یقعد العبد. (سفینۃ البحار: ج:۳ ص۳۹۲)

میں نے دیکھا کہ سلمان و بلال خدمت نبی میں حاضر ہوئے ،سلمان جھکے اور قدم مبارک چومنے لگے،اس پر حضرت نے انہیں زجر فرمایا اور کہا کہ اے سلمان ہمارے لئے اس قسم کے تعظیمی برتاؤ نہ کیا کرو،اہل عجم اپنے بادشاہوں کیلئے کرتے ہیں،میں خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں،غلاموں کی غذا میری غذا ہے اور غلاموں ہی کی طرح سے میرا اٹھنا بیٹھنا ہے۔

آنحضرت کے سیروآداب کے ذیل میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: خمس لا ادعھن حتی الممات الاکل علیٰ الحضیض مع العبید، ورکوبی الحمارموکبا وحلبنی العنز ببدی، لبس الصوف والتسلیم علی الصبیان لتکون سنۃمن بعدی.

میں پانچ باتوں کو مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھکر کھانا ۔اور دنبیوں کو اپنے ہاتھ سے دوہنا، بالوں کے کپڑے پہننا اور بچوں کو سلام کرنا تاکہ یہ بات میرے بعد عام سنت بن جائے ۔(وسائل الشیعہ : ج ۱۲ ص۵۴)

جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ان اللہ جعلنی اماما لخلقہ ففرض علی التقدیرفی نفسی ومطعی و مشربی وملبسی کضعفاء الناس کی یقتدی الفقیر بفقری لا یطغی الغنی بغناہ ، خداوند عالم مجھے خلق کا امام بنایا ہے تو مجھ پر یہ بات فرض کردی ہے کہ اپنے ذاتی آسائش اور کھانے پینے پہننے میں اتنی تنگی کروں کہ طرز زندگی غریبوں کی طرح ہوجائے تاکہ فقراء میرے فقیرانہ طرز زندگی کی پیروی کریں ۔اغنیاء اپنے مالداری کی بل بوتے پر سرکش نہ بن سکیں ۔،، (الکافی: ج۱،ص۴۱۰)

علامہ مجلسی نے اس کلام امام کی شرح میں فرمایا ہے۔

درحاصل یہ ہے کہ اپنے امامؑ کو دیکھیں گے کہ ادنیٰ درجہ کی معیشت پر راضی ہیں تو وہ بھی اپنی فقیری ومفلسی پر رضامند ہوجائے گا اسی طرح سرمایہ دار جب انکو فقیرانہ طرز زندگی میں دیکھے گا

Presented by Ziaraat.Com

تواس کی سرمایہ داری اس کی سرکشی پر مائل نہ کرسکے گی۔اور وہ یہ جانے گا اگر مال داری میں خیر وخوبی ہوتی تو امام اس کے لئے اولیٰ ہوتے اوراس خیر وخوبی کو نہ چھوڑتے۔

حکومت الٰہیہ کے نمایندوں کے مخصوص فرائض

فقال عاصم یا امیرالمومنینؑ فعلی ما اقتصرت فی مطعمک علی الجشوبة وفی ملبسک علی الخشونة؟ فقال ویحک ان اللہ عزوجل فرض علی الائمة العدل ان یقدرواانفسھم بضعفة الناس کیلا یبتیغ بالفقیر فقرہ

ایک طویل روایت میں ہے: عاصم نے عرض کی اے امیرالمومنینؑ: پھر کس وجہ سے آپ نے بدمزہ کھانے اور موٹے کپڑوں پر اکتفا کی ہے؟

تو فرمایا وائے ہو تجھ پر کہ خدا نے ائمہ عدل پر یہ فریضہ قرار دیا ہے کہ طریقہ زندگی کو ضعیف المال غڑیبوں کے برابر رکھیں تا کہ فقیروں کو انکا فقر ہلاکت نہ کردے۔

علامہ مجلسی نے اس کلام امام کی شرح میں فرماتے ہیں: یجب علی الامام العادل ان یشبہ نفسہ فی لباسہ وطعامہ بضعفة الناس کیلا یھلک الفقراء من الناس فانھم اذارائواامامھم بتلک الھیة وذالک المطعم کان ادعی لھم الی سلوان لذات الدنیاالصبرعن شھواتھا. یعنی امام عادل پر واجب ہے کہ اپنے نفس کو لباس وغذا میں ضعیف المال غریبوں کے مشابہ بنائیں تا کہ اہل فقر ہلاک نہ ہوں۔جبکہ وہ دیکھیں گے کہ ان کا امام انھیں کی ہیئت وصورت میں رہتے اور انھیں کے ایسے کھانا کھاتے ہیں تو یہ بات لذات دنیا سے محرومی پران کے لئے وجہ تسلی بنے گی،اورنفسانی خواہشوں پر صبر کرنے کا داعی اورذریعہ۔،،(شرح نہج البلاغہ: خ:۲۰۲)

حاکم بصرہ کے نام جناب امیر کا ایک پرزور فرمان اور ایک مالدار کی دعوت قبول کرنے پر ملامت وچشم نمائی

یا ابن حنیف فقد بلغنی ان رجلا من فتیة اھل البصرة دعاک الی ما دبة فاسرت الیھا تستطاب لک الا لو ان و تنقل الیک الجفان وما ظننت انک تجیب الی طعام قوم ،عائلھم مجفو و غنیھم مدعوا: (نہج البلاغہ: خط ۴۵)

حضرت امیرالمومنینؑ نے حاکم بصرہ عثمان بن حنیف کو تحریر فرمایا:۔اے ابن حنیف مجھے خبر ملی ہے بصرہ کے حوصلہ مندوں نے تمہیں ایک دعوت میں بلایا اور تم جھٹ پٹ وہاں پہونچ گئے طرح طرح کے نفیس کھانے تمہارے سامنے چنے جاتے تھے اور پیالے تمہاری طرف بڑھائے جارہے تھے حالانکہ مجھے تو یہ خیال نہ تھا کہ تم اس قوم کی دعوت قبول کرلوگے جن کے محتاجوں کو دسترخوان سے دور نکال دیا جاتا ہے اور اغنیاء کی ضیافت کی جاتی ہے۔

میرے لئے سیر ہو کر سونا مناسب نہیں جبکہ ملک میں بھوکے پیٹ اور جلتے کلیجے موجود ہیں

اس فرمان کا آخری حصہ یہ ہے: ولوشئت لاھتدیت الطریق الی مصفیٰ ھذا العسل، لباب ھذا القمح، وتسائج ھذالقز و لکن ھیھات ان یغلبنی ھوا ی ویقودنی جشعیع الیٰ تخیر الاطعمة،لعل نالحجاز اوبالیمامة من لا طمع لہ فی القرص ولا عھد لہ بالشبع، اوابیت مبطاناوھولی بطون غرثی واکباحری او کون کما قال القائل و حسبک داء ان تبیت ببطنة وحولک اکباد تحن الی القد، أ اقنع من نفسی بان یقال امیرالمومنینؑ ولا اشارکھم فی

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

مکارہ الدھر اواکون اسوۃ لھم فی جشوبۃ العیش. (نہج البلاغہ: خط ۴۵)

اگر چاہتا تو میں بھی شہد مصفیٰ اور گندم خالص اور جامہ ہائے ریشمین کی طرف راہ پا سکتا تھا لیکن افسوس کا مقام ہوگا کہ میری خواہش نفس مجھ پر غالب آجائے اور حرص مجھے عمدہ کھانے پسند کرنے کی طرف کھینچ لے جائے، درآنحالیکہ حجاز و یمامہ میں ایسے غریب لوگ موجود ہیں جن کو ایک روٹی کی بھی آس نہ ہو، اور وہ جانتے ہی نہ ہوں کہ پیٹ بھرنا کسے کہتے ہیں ۔کیا میں پیٹ بھی کر سوؤں جبکہ بھوکے پیٹ اور جلتے جگر میرے پاس موجود ہوں؟ کیا میں ویسا بن جاؤں جیسا کہ شافر نے کہا ہے یہی بیماری تمہارے واسطے کافی ہے کہ تم پیٹ بھرے راتوں کو سوؤ، درآنحالیکہ گرد و پیش ایسے جگر موجود ہوں جو ایک ایک ٹکڑے گوشت کے لئے آرزومند و نالہ کش ہوں، کیا میں اپنے نفس کے لئے بس اس بات پر قناعت کرلوں کہ لوگ مجھے امیر المومنینؑ کہیں اور زمانے کی سختیوں میں انکا شریک حال اور زندگی کی بے مزگی میں ان کے لئے لائق پیروی پیشوا نہ بنوں۔

حضرت امیرؑ نے زمانہ خلافت میں نہ گھر بنوایا نہ کسی کو کوئی جاگیر دی

کان فی زمان خلافتہ الظاھریۃ خمس سنین و فی خبر الاثلاثۃ اشھر وفی ھذہ المدۃ ما وضع اجرۃ علی اجرۃ ولا لبنۃ علی لبنۃ ولا اقطع قطیعۃ و کان قد رفع جبنہ عند الخیاط و رضع فیھا سبعین رقعۃ حتی قال واللہ لقد رقعت مدرعتی ھذہ حتی استحیت من راقعھاان. (نہج البلاغہ: خ، ۱۶۰)

حضرت علی بن ابیطالب کا زمانہ خلافت ظاہری پانچ سال تا بعض روایات کی بنا پر اس سے بھی تین مہینہ کم، مگر اس میں آپ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی نہ کوئی جاگیر عطا کی۔ درزی سے اپنے جبے میں پیوند سلواتے تھے۔ اور ستر پیوند اس میں ہو سکے تھے تب خود فرمایا کہ

مجھے درزی سے اب یہ کہنے شرم آتی ہے کہ ابھی اور پیوند لگائے۔

حضرت امیر المومنینؑ کا سادہ سے سادہ طرز زندگی

کان علی یاکل اکلہ العبد و یجلس جلسۃ العبد و یاکل علی الحضیض وینام علی الحضیض و کان یحتطب و یسقی ویکنس.

حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔حضرت علی علیہ السلام غلاموں کی طرح کھاتے تھے غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے زمین پر کھاتے تھے اور زمین ہی پر سوتے تھے خود اپنے ہاتھ سے لکڑیاں لاتے پانی بھرتے گھر میں جھاڑو دیتے تھے۔(الکافی: ج ۶ ص ۲۷۱)

شاہانہ تعظیم وجلال کی شدید ترین مخالفت ذلت پسندی کی ذہنیت و غلامانہ رسوم کا سد باب

وقال علیہ السلام و قد لقیہ عند مسیرہ الی الشام دھاقین الانبار فترجلوا لہ و اشتدوا بین یدیہ: ما ھذا الذی صنعتموہ؟ فقالوا: خلق منا نعظم بہ امراء نا: فقال علیہ السلام واللہ ما ینتفع بہ امراؤکم وانکم لتشقون بہ علی انفسکم فی دنیا کم وتشقون بہ فی آخرتکم وما اخسر المشقۃ وراھا العقاب واربح الدعۃ معھا الامان من النار. (نہج البلاغہ: کلمات قصار ۳۷)

نہج البلاغہ میں منقول ہے: اثنائے سفر شام انبار کے کچھ زمیندار آکر ملے جب سامنے آئے تو تعظیم کے لئے سواریوں سے اتر کر پیدل جلوس میں دوڑتے ہوئے چلے، یہ دیکھکر حضرت نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، کیوں پا پیادہ اس طرح چلنے لگے؟ انھوں نے عرض کی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ہماری خصلت ہی یہی ہے، ہم اپنے امراء کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں، یہ سنکر حضرت نے فرمایا ۔تمہاری اس حرکت سے تمہارے امیروں کو فائدہ نہیں پہو نچتا، اور تم اس عادت کی وجہ سے دنیا میں اپنی جانوں کو ناحق تکلیف میں ڈالے ہو، اور آخرت میں بدنصیب قرار پاتے ہو۔ اور وہ مشقت جسمانی کتنی نقصان دہ ہے جس کا انجام عذاب آخرت ہو، اور وہ بدنی راحت کتنی سودمند ہے جس کے ساتھ دوزخ کی آگ سے بھی امان نصیب ہو۔

شارحین نہج البلاغہ علامہ ابن حدید اور علامہ ابن میثم نے اس کلام کی شرح میں فرمایا کہ مقصود کلام جناب امیرؑ اس بات پر تنبیہ کرنا تھا کہ غیر خدا کے سامنے جھکنا اور خضوع کرنا سودمند ہے، غیر خدا کی ایسی تعظیم جو صرف سزاوار خدا ہو جائز نہیں۔

اسلامی تعلیمات کا ردعمل مسلمانوں کی طرف سے حضرت رسالتمآبؐ کی چند پیشینگوئیاں جو واقع ہو چکیں

حکومت اور عامۃ الناس کی نظروں میں زر و مال کا معیار عزت و شرف و شرافت ہونا ہی دولت طلبی و جمع مال و متاع کی ہوس پیدا کرتا ہے اور مستحق اعزاز و اکرام ہونے کی خواہش ہی ذخائر دولت فراہم کرنے کی رغبت دیتی ہے، جب یہ بات نہ رہی تو حب مال و متاع کی بنیاد ہی ختم ہوگئی۔ اگر اسلام کا یہ نظریہ دنیا میں قائم رہ جاتا اور اس کے مال و متاع کی قدر و وقعت افراد انسانی کی نگاہ میں گھٹانے کی اس عملی تدبیر کا خود مسلمان ہی کی طرف سے ردعمل نہ ہوتا تو سرمایہ داری کی فاسد ذہنیت اور اس کے برے ثمرات و نتائج کا عالم سے خاتمہ ہو جاتا، افسوس ہیکہ مسلمانوں کے بدلے ہوئے نشریات نے حضرت رسالتؐ پناہ کی ان اخبار غیب کے اک اک حرف کی سچائی بہت جلد ظاہر کردی، اور عالم اسلامی اسی بلا میں گرفتار ہو گیا جس سے نجات دلانا اسلام کا سب سے بڑا مقصد تھا۔

۱۔ عن رسول اللہؐ انه قال اذا افتحت عليكم فارس والروم اى قوم انتم . قال عبد الرحمٰن بن عوف نكون كما امرنا الله قال رسول الله او غير ذلک تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون اولخو ذلک ثم تنطلقون فى مساكين المهاجرين فتجعلون بعضهم على رقاب بعض.

مروی ہے کہ آنخضرت نے صحابی سے فرمایا کہ جب فارس و روم کی فتح تمہیں نصیب ہوگی تو اس وقت تم کس طرح کے لوگ ہو گے؟ عبدالرحمان بن عوف بولے کہ ہم ویسے ہی رہیں گے جیسا کہ حکم الٰہی ہے، آنخضرت نے فرمایا نہیں تمہارا حال اس کے خلاف ہوگا۔ تم دنیا کی طرف بے حد راغب ہو گے، پھر باہم حد کرو گے پھر تم باہمی تعلقات قطع کردو گے، پھر ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ گے پھر محتاج و غریب مہاجرین کی طرف چلو گے اور بعض کو بعض کی گردن پر سوار کردو گے۔ (مسلم کتاب الزھد) حدیث کے آخری جملے "**ثم تنطلقون**" الخ، کے متعلق (حاشیہ سنن ابن ماجہ ۲۹۷) میں ہے

لا يكفيكم هذه الصفات حتى تاخذون حقوق مساكين المهاجرين ولا يبقىٰ لهم ما يرتحلون به . انھیں صفتوں پر اکتفا نہ ہوگی، بلکہ یہاں تک نوبت پہونچے گی کہ مسکین و غریب مہاجرین کے حقوق پر قبضہ کرلو گے ان کے پاس اتنا بھی نہ رہ جائیگا جو ان کے لئے زادراہ بن سکے۔

۲۔ ما الفقرا خشى عليكم ولكنى اخشى عليكم ان تبسط الدنيا عليكم كما بسطت على من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها فتهلككم كما اهلكهم (مسلم کتاب الزھد)

مجھے اس کا خوف تو نہیں ہے کہ تمہیں فخر کا سامنا ہوگا لیکن اس بات کا خوف ضرور ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ دنیا تمہارے لئے اسی طرح کشادہ کردی جائیگی جس طرح اگلی امتوں کے لئے ہوچکی ہے اور دنیا طلبی کے مقابلے تمہارے درمیان بھی ویسے ہی ہونے لگیں گے جیسے اگلے لوگوں میں ہوچکے ہیں۔اور یہ رغبت دنیا تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کردیگی جس طرح ان کو ہلاک کرچکی ہے

اسلامی نظام معیشت

مال وزر کی ذخیرہ اندوزی کو بدترین جرم قرار دیتا ہے

اسلام کا نظام معیشت مال ومتاع کی ذخیرہ اندوزی اور دولت وثروت کے خزانے بھر لینے کی عادت کو سنگین اور قابل تہدید جرم قرار دیتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ(۳۴) يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ

(۳۵) (التوبہ)

جو لوگ سونے اور چاندی کے ذخیرے جمع کرتے ہیں اور انکو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (اے رسول) انکو دردناک عذاب کی خبر سنادو جس دن وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانی، پہلوؤں، پٹھوں پر داغ لگائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائیگا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کرکے رکھا تھا (اب) اپنے جمع کئے ہوئے خزانے کا مزہ چکھو:۔

ضرورت سے زیادہ زرومال تمہیں اس لئے نہیں دیا گیا کہ اسکے خزانے جمع کررکھو

حدیث میں ہے: انما اعطاکم الله هذه الفضول من الاموال لتوجهوها حیث وجهها الله تعالیٰ ولم یعطکم لتکنزوها (تفسیر صافی ۲۲۲)

خدا نے یہ ضرورت سے زیادہ مال تمہیں اس لئے عطا کیا ہے کہ اسے ادھر صرف کرو جدھر خدا نے حکم دیا، اس لئے نہیں دیا ہے کہ اس کے خزانے جمع کررکھو۔(الکافی:ج۴،ص۳۲)

اس نے محض اس زبانی تہدید اور اخروی نتائج کی خرابی سے تخویف ہی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ اس بری عادت کے انسداد کے لئے ایک عملی قدم یہ بھی اٹھایا ہے کہ سونے چاندی کے سکوں کے ہر اس ذخیرہ پر زکوٰۃ واجب کردی جو سال بھر ایک جگہ بند پڑا رہے کسی کاروبار میں نہ لگایا جائے۔

اسلام کے اس قانون کی مصلحت وغرض ظاہر ہے۔ایک صرف ذخیرہ اندوزی کی خرابیوں سے بچانا مقصود ہے، دوسری طرف کاروبار کی ترقی کے طریقوں کو فروغ دینا جو صرف روپے کی گردش ہی پر موقوف ہے، بند پڑے ہوئے ذخائر سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا، دوسروں کا ذکر کیا خود ان کے مالک ہی کو ان سے تازہ منفعت حاصل نہیں ہوتی ایسے ذخائر مال پر زکوٰۃ فرض کرکے یہ ہدایت کی ہے کہ اصل فائدہ ان کو کاروبار میں لگانے میں ہے نہ کہ خزانوں کے اندر مقفل رکھنے میں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

اسلام کا عام معاشی اصول
دولت کی گردش صرف دولتمندوں کے طبقے میں محدود نہ رہنے پائے

قرآن مجید صاف وصریح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ سرمائے کا طبقۂ اغنیاء کے اندر محدود ہوکر عوام کی نکبت وافلاس ہلاکت کا باعث بن جانا بدترین جرم ہے جسکا انسداد نظام اسلامی کا اعلیٰ واہم مقصد ہے۔

مَّا أَفَاء اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاء مِنكُمْ(۷

جو مال خدا نے اپنے رسول کو گاؤں والوں سے بے لڑے دلوایا ہے وہ خدا ورسول (اور رسول کے) قرابتداروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے تاکہ تم میں سے جو لوگ دولتمند ہیں دولت کی گردش ہر پھر کر انھیں کے اندر محدود نہ ہونے پائے۔(الحشر)

زرومال کی خرچ کی بابت تاکیدی احکام

جس طرح کسب مال ودولت کا حکم دینے میں اسلامی نظام نے اہتمام خاص ملحوظ رکھا ہے اور اس نظریہ کی ہر ممکن تصریح کردی ہے کہ ہر آدمی کو بقدر استطاعت ومشقت برداشت کرکے اسباب معیشت خود حاصل کرنا چاہئے ،اس طرح خرچ مال وزر کے تاکیدی احکام بھی جاری کئے ہیں اور خرچ کی مدت بھی بصراحت بتادی ہے ،اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔ مناسب طریقے سے دولت کماؤ اور نفع خلق اللہ کے اعلیٰ مقاصد میں خرچ کرو،صرف چند احکام

یہاں نقل کئے جاتے ہیں انھیں سے اس بات کا اندازہ ہوسکے گا کہ اسلام کا نصب العین کیا ہے۔

۱ . لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَـئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۱۷۷)

نیکی کچھ یہی بات نہیں ہے کہ (نماز میں) اپنے منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو، بلکہ نیکی تو وہ ہے جو خدا وآخرت کے دن اور فرشتوں اور عذاب کی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں اپنا مال قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور غریب مانگنے والوں کو دے اور (لونڈیوں غلاموں) آزاد کرانے میں (صرف) کرے اور نماز کا پابند ہو اور زکوٰۃ دیتا رہے اور عہد وپیمان کرنے کے بعد پورا کرنے والے۔تنگی اور تکلیف اور جہاد کے کٹھن وقت میں ثابت قدم رہنے والے یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے (ایمان کے دعویٰ) کو سچ کردکھایا، اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔(البقرہ)

اس آیہ مبارکہ میں تمام کمالات انسانیہ مذکور ہیں:

عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے جتنے کمالات انسانیہ تصور میں آسکتے ہیں وہ سب اس آیہ مبارکہ میں یکجا جمع کردیئے گئے ہیں۔صرف اسی کو پیش نظر رکھکر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کا برترین نصب العین کیا ہے اور وہ انسان کو کمالات وسعادت کے کن اعلیٰ مراتب پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔اس لئے حضرت سالتمآب ﷺ نے فرمایا ہے: **من عمل بهذه الآية فقد استكمل الايمان.** جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

بلند پایا مفسر جناب محسن فیض کاشانیؒ فرماتے ہیں:

قيل الآية كما ترىٰ جامعة للكمالات الانسانية باسرها دالة عليها صريحا او ضمناً فانها بكثرتها و تشتتها منحصرة فى ثلاثة اشياء: صحة الاعتقاد، و حسن العاشره، و تهذيب النفس و قد اشير الى الاول بقوله (من آمن الى النبيين)، و الى الثانى بقوله (و اٰتى المال الى و فى الرقاب، و الى الثالث بقوله و اقام الصلوٰة الىٰ اخرها)، و لذلك وصف المجتمع بها بالصدق نظراً الىٰ ايمانه و اعتقاده و بالتقوىٰ اعتباراً بمعاشرته للخلق و معاملته مع الحلق.

کہا گیا ہے کہ (علماء کا ہی قول) کہ یہ آیت جیسا کہ تم دیکھتے ہو جملہ کمالات انسانی کہ جامع ہے اوران سب کہ طرف صریحاً یا ضمناً رہنمائی کرتی ہے اور کمالات انسانیہ تین چیزوں میں منحصر ہیں: (اول) صحیح عقائد۔ (دوم) حسن معاشرت (سوم) تہذیب نفس: من آمن لے کر النبیین تک قول خداوندی میں پہلی چیز یعنی صحت اعتقاد کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسری چیز یعنی حسن معاشرۃ کا: واتی المال سے و فی الرقاب تک تذکرہ ہے۔ اور تیسری چیز یعنی تہذیب نفس کا تذکرہ ہے: اقام الصلوٰۃ سے آخر تک ہے۔ اوران صفات کمال کے جامع انسان کا وصف بنظر اس کے ایمان واعتقاد کے۔صدق۔ سے کہا ہے اور خلق کے ساتھ حسن معاشرت اور حق تعالیٰ کے ساتھ خوبی معاملہ کے اعتبار سے اس کو۔تقویٰ۔ سے موصوف کیا ہے۔

مال خدا کا ہے وہی مالک حقیقی ہے:

۲. آمنوا بالله ورسوله و انفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه فالذين اٰمنوا منكم و انفقوا لهم اجر كبير. (الحديد:۷)

اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور جس مال میں تمکو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہوں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اس بات طرف اشارہ ہے کہ اسباب معیشت کا مالک حقیقی خدا ہے اور اس نے اپنے نائب کی معیشیت سے بندوں کو عطا فرمایا ہے تا کہ وہ حقداروں تک پہنچائیں۔

حدیث قدسی میں ہے: مال میرا ہے مالدار میرے وکیل ہیں اور فقراء واہل احتیاج میرے عیال ہیں پھر اگر میرا وکیل میرے عیال کو میرے مال سے خرچ نہ دیگا تو میں اسکو جہنم میں داخل کردوں گا اور مجھے اس کی کچھ پروا نہ ہوگی۔

مالداروں پر زکوٰۃ وخمس ایسے واجب حقوق کے علاوہ دوسرے انسانی حقوق

۳. وَفِىٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (الذاريات: ۱۹).

ان کے اموال میں مانگنے والے اور محروموں کا معین حق ہے،

اس آیت میں زکوٰۃ وخمس ایسے صدقات واجبہ کا ذکر نہیں جن کا ادا کرنا ہر صاحب مال پر فرض کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی مالداروں پر انسانی حقوق عاید کئے گئے ہیں۔ انہیں کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ روایات ذیل اس پر شاہد ہیں:

(الف) بعض صحابہ نے حضرت رسالتمآب سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور حق بھی ہے؟ تو فرمایا: **نعم بر الرحم اذادبرت واصلة الجار المسلم فمااٰمن بى من بات شبعاناًوجاره المسلم جاء ،ثم قال: ما زال جبرئيل يوصينى بالجار حتى ظننت انه سيورثنى**

ہاں صلہ رحمی اور ہمسایہ سے حسن سلوک وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں رکھتا جو سیر ہو کر رات کو بسر کرتا ہے جبکہ اس کا ہمسایہ بھوکا ہے، جبرئیل نے پڑوسی سے متعلق اتنی تاکید وسفارش کی کہ میں سمجھا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

پڑوسی کو بھی میری میراث میں سے ملے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۹ص ۵۳)

(ب) ابوبصیر راوی ہیں۔ کنا عند ابی عبدالله و معناه بعض اصحاب الاموال وذکروا الزکوٰۃ فقال ابو عبدالله ان الزکوٰۃ لیس یحمد بها صاحبها انما هو شئی ظاهر انما هو حقن به دمه و سمی مسلما و ان علیکم فی اموالکم غیر الزکوٰۃ فقلت اصلحک الله وما علینافی اموالنا غیر الزکوٰۃ فقال سبحان الله اما تسمع الله یقول فی کتابه والذین فی اموالهم حق معلوم للسائل و المحروم. (الکافی: ج۳،ص ۴۹۹)

ہم لوگ جناب ابوعبداللہ جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھے اور ہمارے ساتھ کچھ دولتمند لوگ بھی تھے "زکواۃ" کا تذکرہ ہوا تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ زکواۃ پر صاحب زکواۃ مستحق تعریف وثنا نہیں ہوتا۔ وہ تو ایک ظاہری چیز ہے، جس کے ذریعہ سے انسان کا خون محفوظ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مسلم کہلاتا ہے تم پر زکواۃ کے علاوہ بھی مالی فرائض عاید ہوتے ہیں، عرض کی ارشاد ہو زکواۃ کے علاوہ ہمارے اموال میں اور کون سے فرائض ہم پر عاید ہوتے ہیں۔؟ سبحان اللہ تم نے نہیں سنا کہ خداوند عالم اپنی کتاب میں فرمایا : وَفِیْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (الذاریات: ۱۹)

(ج) حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: الحق المعلوم الشئی یخرجه من ماله لیس من الزکوٰۃ ولا من صدقة المفوضین فقال له الرجل فما یصنع فقال یصل به رحما و یقویٰ به ضعیفا و یحمل به کلا او یصل به اخاله فی الله .

(د) حضرت امام علی بن حسین علیہ السلام نے فرمایا: حق معلوم سے مراد زکواۃ یا کوئی اور صدقہ واجب نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دوسرا حق مراد ہے جسے انسان کو اپنے مال میں سے

نکالنا چاہئے، پوچھنے والے نے کہا کہ اس حق کو مال سے نکال کر کیا کرے؟ فرمایا قرابتداروں کو دے کمزوروں کو قوت پہنچائے کسی حاجت مند کا بار اپنے اوپر لے، یا کسی دینی بھائی کی مدد کرے۔
(الکافی: ج: ۳،ص ۴۹۹)

محتاجوں کی مالی امداد کی عظمت کا اظہار

أَلَمْ يَعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (التوبه: ۱۰۴)

کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ اللہ یقیناً اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو لیتا ہے، اور یقیناً وہ توبہ کا بڑا قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں یہ کہا گیا ہے کہ خیرات وصدقات جو محتاجوں کو دیئے جاتے ہیں وہ خدا کے ہاتھوں میں جاتے ہیں۔

حدیث نبویؐ ہے: ان الصدقة تقع فی ید الله قبل ان تصل الی ید السائل، صدقہ خدا کے ہاتھ میں پڑتا ہے قبل اس کے کہ سائل کے ہاتھ میں پہنچے۔" (تفسیر صافی: ج ۲ ص ۳۷۲)

یہ انداز بیان محتاجوں اور حقداروں کی مالی امداد کی عظمت واہمیت ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے

کار خیر کی اہمیت

وَمَا تُنفِقُونَ إِلاَّ ابْتِغَاء وَجْهِ اللّهِ وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ(۲۷۲) وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَلأنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلاَّ ابْتِغَاء وَجْهِ اللّهِ وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ (البقره: ۲۷۳)

اور تم جو کچھ کار خیر میں خرچ کرو گے تو اپنے لئے اور تم خدا کی خوشنودی کی طلب کے

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

سوااور کام میں خرچ کرتے ہی نہیں اور جو کچھ کار خیر میں خرچ کرو گے (بروز قیامت) تم کو پھر واپس مل جائیگا اور تمہارا حق مارا نہ جائیگا۔

بخل کی مذمت

مَن یُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (التغابن: ۱۶)

مَّثَلُ الَّذِیْنَ یُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللّهُ یُضَاعِفُ لِمَن یَشَاءُ (سورۂ بقرہ:۲۶۱)

جوشخص اپنے نفس کی لالچ سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ اپنی دلی مراد پائیں گے۔

جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان (کے خرچ) کی مثال اس دانے کی ہے جس کی سات بالیاں نکلیں، اور ہر بالی میں سو (۱۰۰) دانے ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا (بھی) کر دیتا ہے۔

کس قسم کے لوگوں پر انفاق۔۔ کرنا چاہیئے اس سلسلے میں چند آیتیں اور روایتیں پیش کی جاتی ہیں

ماں باپ کے حقوق

۱)وَقَضَی رَبُّکَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً

(الاسراء:۲۳)

اورتمہارے پروردگار کا یہی حکم ہیکہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو:

مالی امداد کے مستحق اوران کے درجات

۲)یَسْأَلُونَکَ مَاذَا یُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالأَقْرَبِیْنَ

وَالْیَتَامَی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَیْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِیْمٌ

(البقرہ:۲۱۵)

(پیغمبر) یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں (کن لوگوں پر) تو تم ان سے کہو کہ جو کچھ نیک کمائی سے خرچ کرنا ہے وہ (تمہاری) ماں باپ اور قرابتداروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور جو اچھا کام کرو گے خدا اس سے ضرور واقف ہوگا۔

خوددار غریبوں پر خاص نظر عنایت

۳)لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ أُحصِرُواْ فِیْ سَبِیْلِ اللّهِ لاَ یَسْتَطِیْعُونَ ضَرْباً فِیْ الأَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِیْمَاهُمْ لاَ یَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافاً وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَیْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِیْمٌ (البقرہ:۲۷)

(تمہاری طرف سے مالی امداد) خاص ان حاجتمندوں کا حق ہے جو خدا کی راہ میں گھر گئے ہوں اور روئے زمین پر (اگر جانا چاہیں تو) چل نہ سکتے ہوں، ناواقف ان کو امیر سمجھتے ہیں۔اس وجہ سے کہ یہ بہ لحاظ خودداری کسی سے سوال نہیں کرتے لیکن تم ان کی صورت ہی سے پہچان جاؤ گے (کہ وہ محتاج و مستحق افراد ہیں اگرچہ) لوگوں سے سوال نہیں کرتے، اور جو کچھ تم مصرف خیر میں خرچ کرتے ہو خدا اس کو ضرور جانتا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِیْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (التوبہ:۶۰)

مال زکوۃ (وغیرہ) تو فقیروں کا محتاجوں کا حق ہے اور (ان) کارندوں کا (جن کے متعلق انکا وصول کرنا ہے) اور انکا جن کی تالیف قلب کی گئی ہو اور غلاموں کو آزاد کرانے اوران

Presented by Ziaraat.Com

قرضداروں کا قرض ادا کرنے میں (جو نادار ہیں) اور خدا کی راہ میں (جہاد وغیرہ) اور مسافروں کی امداد میں خرچ کرنا چاہئے (یہ حقوق) خدا کی طرف سے واجب قرار دیئے گئے ہیں اور خدا بڑا عالم اور صاحب حکمت ہے۔

انسانی حقوق دوسرے کارِ خیر پر مقدم ہیں

اتی رجل الی النبیؐ بدینارین فقال یا رسول الله ارید ان احمل بهما فی سبیل الله قال ا لک والدان اواحدهما؟ قال: نعم قال اذهب وانفقهما علی والدیک فهو خیرلک ان تحمل بهما فی سبیل الله فرجع ففعل واتاه بدینارین اخیرین فقال: یا رسول الله قد فعلت هذان دیناران ارید ان احمل بهمافی سبیل الله قال لک ولد قال نعم قال اذهب فانفقهماعلی ولدک فهوخیر لک ان تحمل بهمافی سبیل الله فاتاه فرجع بدینارین اخیرین فقال یا رسول الله قدفعلت و هذان دیناران ارید ان یحمل بهما فی سبیل الله فقال الک زوجة؟ قال نعم، قال بهما فی سبیل الله انفقهما علی زوجتک فهو خیر لک ان تحمل بهما فی سبیل الله فرجع ففعل فاتاه بدینارین اخیرین فقال یا رسول الله قدفعلت و هذاندیناران ارید ان احمل بهما فی سبیل الله فقال لک خادم ، قال نعم ، قال فاذهب انفقهماعلی خادمک فهو خیر لک من ان تحمل بهما فی سبیل الله ففعل فاتاه بدینارین اخیرین فقال یا رسول الله انی ارید ان احمل بهما فی سبیل الله فقال احملهما واعلم بانهما لیسا بافضل من دنانیرک (لئالی الاخبار)

روایت ہے، ایک شخص حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں دو اشرفیاں (دینار کا

ترجمہ مصنفہ نوراللہ مرقدہ نے اشرفیاں کیا ہے جو کہ سونے کی ہوا کرتی تھیں دینار کی طرح) لے کر حاضر ہوا، اور عرض کی کہ ان کو راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا۔ کیا تیرے ماں باپ ہیں، یا ان میں سے کوئی ایک؟ اس نے کہا ہاں، تو فرمایا کہ جا اور ان اشرفیوں کو ماں باپ پر خرچ کر یہ بات تیرے حق میں راہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہوگی، وہ گیا اور تعمیل حکم کر کے دوسری دو اشرفیاں لئے ہوئے پھر آیا، اور کہنے لگا کہ میں حکم بجالایا اور یہ دو اشرفیاں ہیں ان کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ تیرے کوئی لڑکا ہے؟ اس نے عرض کی ہاں، حضرت نے فرمایا جا اور ان دیناروں کو اپنے بیٹے پر خرچ کر یہ بات تیرے لئے بہ نسبت راہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہے، وہ پلٹا اور تعمیل ارشاد کر کے دو اشرفیاں لئے ہوئے پھر حاضر خدمت ہوا اور انھیں راہ خدا میں خرچ کرنے کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا کہ تیرے پاس زوجہ ہے اس نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا جا اور ان دیناروں کو اپنی زوجہ پر خرچ کر یہ امر تیرے لئے بہ نسبت راہ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر ہے وہ واپس گیا اور بموجب حکم عمل کر کے دو اشرفیاں لئے ہوئے پھر آیا تو حسب سابق راہ خدا میں صرف کرنے کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ تو کوئی خدمتگار رکھتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو حضرت نے فرمایا جا اور ان دیناروں کو اپنے خادم پر صرف کر، یہ امر تیرے لئے راہ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر ہوگا، اس نے اس ارشاد پر عمل کیا، اور دو اشرفیاں لئے ہوئے پھر حاضر خدمت ہوا اور راہ خدا میں خرچ کرنے کی خواہش کی، تو فرمایا، اچھا مگر جان لینا کہ یہ دونوں دینار تیرے سابق دیناروں سے بڑھکر نہ ہونگے۔

نیز حدیث نبوی ہے: لا صدقة وذورحم محتاج. صدقہ نہیں جبکہ قرابتدار محتاج ہوں۔

(من لایحضرہ الفقیہ: ج:۲ ص:۶۸)

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کس قسم کی چیزوں کو
راہ خدا میں صرف کرنا چاہئے

لَن تَنالُوا الْبِرَّ حَتَّی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (سورۂ آل عمران: ۹۲)

کس قسم کی چیزیں مصرف خیر میں صرف کرنی چاہئیں اس کے متعلق چند ہدایات ہیں

جبکہ تم ان چیزوں میں سے جن سے محبت رکھتے ہو خرچ نہ کرو گے ہرگز نیکی کا درجہ نہیں پا سکتے۔

۲) یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَیِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَلاَ تَیَمَّمُوا الْخَبِیثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِیهِ إِلاَّ أَن تُغْمِضُوا فِیهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّهَ غَنِیٌّ حَمِیدٌ (سورۂ بقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو، اپنی پاک کمائی اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے واسطے زمین سے نکالی ہیں (راہ خدا میں) خرچ کرو اور بری چیز کو خرچ کرنے کا قصد نہ کرو، حالانکہ ایسی چیز کوئی تمہیں دینا چاہے تو تم اس کے لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے لینے میں (عمداً) آنکھ چراؤ اور جان لو کہ خدا بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے: ان الله طیب لا یقبل الا الطیب "خدا پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔

راہ خدا میں دینے کے حدود و قیود کو بھی اسلام نے نظر انداز نہیں کیا ہے، اس سلسلہ کی چند آیتیں ملاحظہ ہوں:

اپنے احسانوں کو احسان جتا کر اور دکھ دیکر برباد نہ کرو

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَ تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأَذَى كَالَّذِی یُنفِقُ مَالَهُ رِئَاء النَّاسِ وَلاَ یُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْداً لاَّ یَقْدِرُونَ عَلَى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللّهُ لاَ یَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِینَ (سورۂ بقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان جتانے اور (سائل کو) دکھ دینے سے اکارت نا کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور خدا اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، اسکی (خیرات) اس صاف چٹان کی سی ہے جس پر مٹی ہو، پھر اس پر زور کا مینہ برسے اور اسے (اس کی مٹی بہا کر) بالکل صاف چکنی چھوڑ دے۔

ریا کاروں کو اس خیرات میں سے جو انھوں نے کی ہے کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا اور خدا کافروں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا:۔

سچی خیرات کی اعلیٰ مثال

وَمَثَلُ الَّذِینَ یُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاء مَرْضَاتِ اللّهِ وَتَثْبِیتاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ (سورۂ بقرہ: ۲۶۵)

جو لوگ اپنے مال کی رضا جوئی میں اور اپنے دلی مضبوط اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں، انکی مثال اس (سرسبز) باغ کی سی ہے جو کسی اونچی زمین پر لگا ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسے تو وہ دو گنے پھل لائے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ریاء شرک اصغر ہے: حدیث رسولؐ ہے: انی اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر۔ قالوا: وما شرک الاصغر یا رسول اللہ؟
فقال: الریاء

سب سے زیادہ ڈراونی چیز جس کا مجھے تم سے ڈر ہے شرک اصغر ہے کسی نے پوچھا کہ ”شرک اصغر“ کیا ہے؟ فرمایا ”ریا کاری“

چھپی ہوئی خیرات کی فضیلت

إِن تُبْدُواْ الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاء فَهُوَ خَيْرٌ لُّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (سورۂ بقرہ:۲۷۱)

اگر تم صدقات کو کھلے طور پر دو تو یہ (بھی) اچھی بات ہے اور اس کو چھپا کر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے (ایسے صدقے) تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تم جو کچھ کرتے ہو خدا اس سے خبر دار ہے۔

اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال غریبوں پر خرچ کرو

و یسئلونک ماذا ینفقون، قل العفو (سورۂ بقرہ:۲۱۹)

(اے رسول) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (راہ خدا میں) کیا خرچ کریں تو تم (ان سے) کہو کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: العفو ھو الوسط من غیر اشراف ولا اقتار: (تفسیر نور الثقلین: ج:۲ ص:۲۱۰)

العفو سے مراد اوسط درجہ ہے جس میں نہ فضول خرچی ہو نہ تنگ دلی۔

نیز امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے، ما فضل عن قوت السنۃ ”العفو“ سے مراد وہ مال

ہے جو سال بھر کی خرچ خوراک سے بچ رہے۔ (مجمع البیان: ج ا ص ۳۱۶)

ایک اور روایت میں ہے: ما فضل عن الاھل والعیال ”العفو“ سے مراد وہ مال ہے جو اہل وعیال کے خرچ سے بچ رہے۔“

حد اعتدال کا خیال رکھو، راہ خدا میں خرچ کرو مگر ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ

وَأَنفِقُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوَاْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورۂ بقرہ:۱۹۵)

خدا کی راہ میں اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور نیکی کرو، بیشک خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لو ان رجلا انفق ما فی یدیه فی سبیل الله ما کان احسن ولا وفق للخی:. الیس یقول الله ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة واحسنوا ان الله یحب المحسنین . یعنی: المقتصدین . (تفسیر صافی: ج ا ص ۲۳۰)

اگر کوئی شخص جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے راہ خدا میں سب خرچ کر ڈالے تو یہ بات کچھ اچھی نہ ہوگی، اور نہ مناسب، کیا خداوند عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ محسنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خرچ میں اقتصاد و اعتدال اختیار کرتے ہیں:

خیرات میں سب مال و سرمایہ خرچ کر کے خود محتاج نہ بن جاؤ

حدیث نبیؐ ہے: یجیء احدکم بما له کله یتصدق به و یجلس یتکفف

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

الناس انما الصدقة عن ظهر غنى (مستدرک الوسائل: ج ۷ ص ۲۴۰)

تم میں سے کوئی شخص اپنا تمام مال خیرات میں دے کر مفلس ہو بیٹھے اور لوگوں کے آگے سوال کا ہاتھ پھیلانے لگے (یہ پسندیدہ نہیں ہے) صدقہ تو بس وہی ہے جس کی خوش حالی باقی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مال کا ایک حصہ مستقبل پر نظر کرتے ہوئے محفوظ رکھنا چاہئے، صرف کرنے کے بعد بھی کچھ مال پس انداز ہونا چاہئے تا کہ بوقت حاجت کام آئے، اتنا نہ صرف کر دیا جائے کہ مفلس ہونا پڑے اور دوسروں کے سامنے دست سوال پھیلانا پڑے۔

حالات انسانی اور نفوس کی قوت صبر وضبط مختلف ہوا کرتی ہے، عام حالات اور عام نفوس کے اعتبار سے حکم شرع اسلامی وہی ہے جو منقولہ بالا آیات واحادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر مخصوص حالات اور خواص افراد کے لئے ”ایثار علی النفس“ اول وافضل قرار دیا ہے، اور بتایا ہے کہ باوجود ذاتی حاجت کے دوسروں کو ترجیح دینا اخلاق کا بلند ترین درجہ کمال ہے۔

ملکہ ایثار اخلاق کا بلند ترین درجہ کمال ہے

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر:۹)

ارشاد خداوندی ہے: اگر چہ ان کو ذاتی حاجت سے تنگی ہی کیوں نہ ہو مگر وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور جو اپنے نفس کو حرص سے بچالے گئے وہی اپنی دلی مراد پاویں گے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ابان راوی ہیں کہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ مومن پر مومن کا کیا حق ہے؟

تو فرمایا: **يا ابان تقاسمه شطر مالك ثم نظر الى فراى ما دخلني، فقال: يا ابان اما تعلم ان الله قد ذكر الموثرين على انفسهم؟ قلت بلى جعلت فداك، فقال: اذا انت قاسمته فلم توثره بعد، انما انت و هو سواء، انما توثره اذا اعطيته من النصف الآخر.** (الکافی: ج ۲ ص ۱۷۲)

اے ابان! تم اپنا مال اس کے اور اپنے درمیان برابر تقسیم کرلو، یہ فرما کر حضرت نے میری طرف دیکھا، اور میرے دل میں جو خیال آرہا تھا اس کو محسوس کیا، تو فرمایا اے ابان! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا نے ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جو اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں مولا آپ پر میری جان قربان: تو فرمایا جب تمہیں اس برادر مومن کو اپنے مال کا نصف حصہ دیا تو بھی تم نے ایثار نہیں کیا۔ کیونکہ ابھی تو تم اور وہ دونوں برابر ہیں، ایثار تو اس وقت ہوگا جب تم اپنے نصف حصہ میں سے بھی اس کو کچھ دیدو۔

زندگی میں اپنے ہاتھ سے مستحقین پر مال تقسیم کردینا اس سے بہتر ہے کہ مرنے کے بعد خیرات کرنیکی وصیت کی جائے۔

ان رجلا شابا من الانصار جمع مالا كثيرا من الحلال فمرض دعاوه رسول الله فى جماعة فقال له يا رسول الله اوصيك ان تتصدق اموالى كلها على الفقراء والمسكين بيدك بعد وفاتى فقبل رسول الله وصيته فلما مات

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

امر ببسط امواله ثم ذهب فی داره و تصدق امواله کلها بیده فقال الراوی قلت فی نفسی للاغنیاء خیر الدنیا والآخرة فنظر رسول الله الیّ و علم ما اضمرته فاخذثمرة من ماله ورفع یده حتی ظهر ابطه ثم نظر الیّ فقال ماالذی بیدی فقلت جعلت فداک تمره واحدةمن التمرات فقال والذی ارسلنی بالحق نبیا صدقا لو تصدق هذا الرجل بیده تمره واحدةلکان خیرا و مما تصدقته عنه. (لئالی الاخبار:ص۱۱۰)

مروی ہے کہ ایک مرد انصاری نے بہت سامال بطریق حلال جمع کیا اور بیمار ہوا آنحضرت ایک جماعت صحابہ کے ہمراہ اس کی زیارت کوتشریف لائے تو اس نے عرض کی، یا رسول اللہ میری یہ وصیت ہے کہ آپ میری وفات کے بعد میرا کل مال فقیروں اور محتاجوں پر اپنے ہاتھ سے تصدق کر دیجئے گا آنحضرت نے اسکی وصیت قبول فرمائی، جب وہ مرگیا تو آپ نے کے تمام مالوں کوجمع کرنے کا حکم دیا، اور خودان کے گھر تشریف لیجا کر اپنے دست مبارک سے محتاجوں پر تقسیم کردیا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ مالداروں کے لئے خیر دنیا وآخرت دونوں ہیں، اس پر آنحضرت نے میری طرف دیکھا اور میری دلی خیال پر مطلع ہوگئے تھے آپ نے ایک دانہ خرمہ ہاتھ میں لیکر ہاتھ اتنا بلند فرمایا کہ آپ کے نور بغل نظر آیا، پھر میری طرف دیکھکر فرمایا کہ میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ایک دانہ خرمہ ہے' فرمایا اس خدا کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا گر اس شخص نے اپنے ہاتھ سے ایک دانہ خرما تصدق کر دیا ہوتا تو اس تمام ذخیرے سے اس کے حق میں بہتر ہوتا۔ جو میں اس کی طرف سے خیرات میں تقسیم کیا۔

جو کار خیر وصی کے ذریعہ سے مقصود ہو
وہ جیتے جی خود کر جاؤ

اعد جهازک وقدم زادک وکن وصی نفسک ولا تقل لغیرک یبعث الیک بما یصلحک. (الکافی: ج۷،ص۶۵)

جناب جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنا سامان خود مہیا کرو، اپنا زادسفر پہلے بھیجو اپنا وصی آپ بنو،

(یعنی جو کچھ وصی کے ذریعہ کرانا مقصود ہو وہ خود کر جاؤ) کسی غیر سے نہ کہو کہ تمہاری بھلائی کا سامان تمہارے بعد تمہاری طرف بھیجے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے: درهم یعطیه الرجل فی صحة خیر من عتق رقبة عند الموت. (جامع الاخبار:ص۱۸۲)

تندرستی کی حالت میں دیا ہوا ایک درہم بوقت موت ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

ماعون یعنی روزمرہ کے استعمال کی
ضروری اشیاء کے دینے میں بخل کی شدید مذمت

جو اشیاء روزمرہ کی ضروریات زندگی میں داخل ہیں اور خانہ داری کے جس ساز و سامان کی حاجت عموما ہر امیر وغریب کو ہوا کرتی ہے مثلا پانی۔ نمک۔ آگ۔ چراغ، ظروف، فروش، اور ایسے ہی دیگر اثاث البیت، صاحب ضرورت کو ان کے دینے میں بخل کرنا نہایت قابل مذمت فعل قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ (۴) الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (۵) الَّذِیْنَ هُمْ یُرَاؤُوْنَ (۶)

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (٧)(سورۂ ماعون)

ان نمازوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہے اور جو دکھانے کے کام کرتے ہیں اور معمولی چیزیں روکتے ہیں جو عام طور سے درکار ہوتی ہیں۔''

''ماعون'' کی تعریف

امام جعفر صادق علیہ السلام نے (ماوعون) کی تعریف اس طرح فرمائی ہے:

الماوعون ما يتعاوره الناس بينهم من الدلو والفاس وما لا يمنع كالماء والملح. (مجمع البیان: ج٦ ص٥٤٨)

وہ اشیاء جن کو لوگ عام طور سے عاریت کے طریقے پر دیا کرتے ہیں، مثلاً ڈول۔ لکڑی، چیرنے کا آلہ اور وہ چیزیں جن پر روک ٹوک نہیں ہے جیسے پانی، نمک:

نیز دوسری روایت ہے: **مثل السراج النار والخمير واشباه ذلك من الذي يحتاج اليه الناس.** (مستدرک سفینۃ البحار: ج٩ ص٤٠٧))

چراغ، آگ، خمیر اور اس قسم کی وہ چیزیں جن کی لوگوں کو ضرورت عام طور سے ہوا کرتی ہے۔

اسلام کا اصول تقسیم دولت قانون
''تقسیم بالسویہ''

پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ اسلام کا نظام معاشی'' زمین اور اس کی پیداوار کو تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت قرار دیتا ہے اور ان میں حق تصرف تمام انسانوں کے لئے برابر ٹھہراتا ہے، اور اس کا عام اصول یہ ہے کہ دنیا کی پیداوار تمام انسانوں پر تقسیم ہونی چاہئے، اور یہ تقسیم مساواۃ کے اصول پر ہو بانیٔ اسلام نے اپنے زمانے نے میں اسی ''تقسیم بالسویہ'' کے اصول پر عمل فرمایا، اور اسی اصول پر عملدرآمد کی بنا پر اپنے جانشینوں کی بھی مدح فرمائی:۔

تقسیم بالسویہ کی اہمیت شارع اسلام کی نظر میں

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل کے ذیل میں ارشاد ہوا . **اقسمهم بالسوية** . (كنزل العمال: ج ١٣ ص ١١٧)

وہ سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والا ہے۔''

خاتم الاوصیاء اور اسلام کے آخری رہبر حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی: **ابشر كم بالمهدى يرضى عنه ساكن السماء والارض يقسم المال صحاحا، ويملاء قلوب امة محمدغناه.** (بحار الانوار: ج٥١، ص٨٢)

''تمہیں'' مہدی کی بشارت دیتا ہوں ان سے آسمان کے رہنے والے اور زمین کے بسنے والے سب ہی رضامند ہونگے۔ وہ مال کو صحیح طور پر تقسیم کرینگے، اور امت محمدیہ کے دلوں کو استغناء سے بھر دیں گے:۔ کسی نے دریافت کیا کہ مال کی صحیح تقسیم سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا:۔ **بالسوية بين الناس** تمام انسانوں میں برابر کے حصے تقسیم کریگا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام عہد میں جب طریقہ نبویہ پر عمل ہوا اور سرمایہ کی تقسیم مساوات کے اصول پر کی گئی تو اونچے طبقے کے صحابہ میں اس طریقۂ کار سے ناراض و برہمی پھیلی تو ان کے اظہار عتاب و ناراضی پر حضرتؑ نے فرمایا۔

اصول تقسیم مساوات کے متعلق
حضرت امیرؑ کا نقطۂ نظر

اتامرونی اطلب النصر بالجور فيمن و ليت عليه والله ما اطور به ما سمر سمير و ما امّ نجم فى السماء نجما لو كان المال لى لسوّيت بينهم

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

فکیف وانما المال مال اللہ لھم ثم قال: الاوان اعطاء المال فی غیر حقه تبذیر واسراف و ھو یرفع صاحبه فی الدنیا و یضعفه فی الاخرۃ.

کیا مجھے تمہارا یہ حکم ہے کہ (تمہاری) مدد وحمایت حاصل کرنا چاہتا ہوں ان پر ظلم و جور کر کے جن پر حاکم بنایا گیا ہو؟ (یعنی انکا حق مار کر تمہیں زیادہ دوں اور اس چیز سے تمہیں اپنا مددگار بناؤں؟) خدا کی قسم! جبتک راتوں کے قصے اور افسانے باقی ہیں اور ایک ستارہ دوسرے کے پیچھے چل رہا ہے اس طرح کے طریقے کے قریب نہ جاؤں گا۔ اگر یہ مال میرا ذاتی مال ہوتا تو بھی لوگوں پر برابر ہی تقسیم کرتا، پھر جبکہ وہ مال خدا کا ہے کیونکر مساوات کا لحاظ نہ رکھوں؟ ہاں سمجھ لو: کہ بغیر استحقاق مال کی بخشش وفیاضی فضول خرچی اور اسراف بیجا ہے جو اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کرتا ہے مگر آخرت میں پست وذلیل کر دیتا ہے۔ (نھج البلاغہ: خ۱۲۶)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نظر میں دنیا کی معاشی پریشانی کا سبب سرمایہ کی غیر مساوی تقسیم ہے

دنیا کے لئے معاشی پریشانی جو عوام کے لئے خوفناک مصیبت بنی رہتی ہے اور مدارج معیشت میں جو تباہکن نشیب وفراز پایا جاتا ہے اس کا سبب رہبران الاسلام کی نظر میں سرمایہ کی غیر مساوی تقسیم ہے:۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے،

ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم قدر الذی یسع فقراء ھم فان جاعوا وعروا و جھدوا فبا یمنع الاغنیاء. (مستدرک الوسائل: ج۷ص۸)

بے شبہہ خدا نے مالداروں کے سرمایہ مال ودولت میں اس قدر حق فرض کر دیا ہے جس قدر کہ محتاجوں کے لئے کافی ہوسکتا ہے اب اگر وہ بھوکے ننگے اور خستہ حال نظر آتے ہیں تو

اس کا سبب یہی ہوا کرتا ہے کہ دولت مند سرمایہ دار لوگ اس حق واجب کو ادا نہیں کرتے۔

ما اوسع العدل الناس یستغنون اذا عدل علیھم (مستدرک الوسائل: ج۱۱ص۱۲۳)

امن عدل میں کس قدر وسعت ہے اگر عدل کیا جائے تو سب لوگ خوش حال ہو جائیں گے۔

اسلام کا مقصد انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے

یہ ظاہر ہے کہ انسان سے محبت ودوستی کا ثبوت انھیں عالمگیر اسباب فقر وافلاس کو دور کر کے دیا جاسکتا ہے، اسلام خداوند عالم کا یہ اعلان عام بنی نوع انسان تک پہونچا تا ہےکہ اس کا مقصد تم پر فضل وکرم کی بارش کرتا ہے جو نظام معیشت اس کی طرف سے جاری کیا جائیگا۔ اس کے متعلق خدا کا وعدہ ہے کہ وہ معیشت میں وسعت وخوشحالی پیدا کرنے والا ہوگا نہ کہ فقر و افلاس کا باعث!

انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ عالمگیر افلاس وفقر کی بلا کو دنیا سے ختم کر دیا جائے اور ایسی صورت پیدا کری جائے کہ عالم میں خوشحالی وفراخئی معیشت عام ہو جائے، اور کوئی محتاج مبتلاء فلاکت وافلاس باقی نہ رہ جائے زمانہ حاضرہ کی اشتراکیت جو دنیا کو اپنے معاشی نظام کی خوبیوں پر فریفتہ کرنا چاہتی ہے وہ قانون ملکیت وحقوق مالکانہ کو ختم کر دینا، مدارج معیشت کو برابر اور معاشی سطح کو ہموار بنا دینا دنیا کے ہمہ گیر مرض افلاس کا واحد علاج قرار دیتی ہے۔

وہ اصول معیشت جو مناسب حال انسان ہوسکتا ہے

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہی اصول معیشت مناسب حال انسان ہوسکتا ہے جو موافق فطرت ہو لہذا قابل عمل وہی نظام ہوسکتا ہے جو مساوات یا عدم مساوات صرف ایک رخ

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کوسامنے رکھکر دوسرے کو بالکل نظرانداز کردیتا ہے، یہ درست ہیکہ انسان کی ذاتی قدر وقیمت مساوی ہے، اور وہ بنا بر فطرت مساوی حقدار ہے لیکن اسی کے سامنے افراد انسان کی استعداد عمل وصلاحیت کار میں فطری اختلاف وتفاوت پایا جاتا ہے، ذہنی وعملی قوتیں تمام انسانوں کی خلقی طور پر یکساں نہیں ہوا کرتیں، یہ قدرتی تفریق تہذیب وتمدن کی رنگارنگی اور گوناگون ترقی کا راز اپنے اندر مضمر رکھتی ہے تمدن وتہذیب کے کمال ارتقاء کیلئے مختلف اعمال وافعال کی حسب استعداد فطری ضرورت ہے، قوتوں اور صلاحیتوں کے تفاوت میں انسان کا حال حیوانوں سے مختلف ہے، حیوانوں کے اعمال وعمل قوتوں میں یک رنگی پائی جاتی ہے، عالم حیوانیت میں ہر نوع کے تمام افراد طبعی رجحانات اور عملی قوتوں کے اعتبار سے اختلاف نہیں رکھتے، جو کام اور جس طرح کا عمل ایک فرد سے واقع ہوتا ہے بعینہ ویسا ہی دوسرے افراد بھی کرتے ہیں مگر نوع انسان کی فطرت صلاحیت عمل اور طبعی رجحانات کی تفریق اور اس کے آثار ونتائج کے تنوع پر قائم کی گئی ہے جبکہ ہر فرد کی قوت عمل وصلاحیت کار اور رجحان طبع میں دوسرے سے یک رنگی نہیں ہوتی۔ تو ان اوصاف کے ثمرات بھی لامحالہ یکساں نہ ہونگے، افراد انسانی کی سعی عمل کے فطری تفاوت کی طرف ارشاد ربانی میں اشارہ ہے:

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی (۴) بے شک تمہاری کوششیں طرح طرح کی ہیں۔'' (۹۲:۴)

اور اختلاف رجحانات طبع وتفاوت قوائے عمل کے ثمرات ونتائج کے مختلف ہونے کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے:۔

کُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ (۱۷ : ۸۴) ہر شخص اپنے طریق پر عمل کرتا ہے

ان اختلافات کی وجہ سے درجات معیشت میں بھی تفاوت پیدا ہوجانا فطری امر ہے جسکا بیان اس آیہ مبارکہ میں ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُم مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ

بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِیَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضاً سُخْرِیّاً (۴۳ : ۳۲)

ہم نے ان کی دنیا کی زندگی میں ان کی روزی ان کے درمیان تقسیم کی ہے اور ایک کے درجہ دوسرے پر بلند کئے ہیں تاکہ ایک دوسرے کی خدمت میں لگائے:۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فطرت کے اس مصلحت خیز ختلاف کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی: **اذ خالف بحکمته بین هممهم و اراداتهم وسائر حالاتهم و جعل ذلک قواما لمعائش الخلق.** (بحارالانوار: ج ۹۰، ص ۴۸)

لیستعین بعضهم ببعض فی ابواب المعائش بها صلاح احوالهم.

خدا نے ان کے ارادوں ہمتوں فکروں اور تمام حالات میں اختلاف قرار دیا ہے اور اس بات کو خلق کے معاشی ذرائع کا دارو مدار قرار دیا ہے، تاکہ ہر شخص دوسرے سے معاشی ضروویات اور وسائل میں مدد لے جو انکی صلاح حال کا ذریعہ ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں منقولہ بالا آیہ مبارکہ کے متعلق منقول ہے،

و هذا من اعظم دلالة الله علی التوحید لانه خالف بین ملکهم کهیئتهم و اراداتهم واهوائهم لیستعین بعضهم علی بعض لان احدهم بنفسه لنفسه ...... ولو احتاج کل انسان ان یکون بناء لنفسه وخیاطا لنفسه وحجا مالنفسه وجمیع الصناعات التی یحتاج الیها لما قام العام طرفة عین و لکنه عزوجل خالف بین هممهم وذلک اعظم دلالة علی التوحید (تفسیر برہان)

یہ بیان خدا کی وحدنیت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ہوس نے انسانوں کے ملکات و قوی پر بھی اسی طرح اختلاف پیدا کیا ہے جس طرح ان کی صورتیں، ارادے اور خواہشیں مختلف قرار دی ہیں تاکہ ایک دوسرے سے مدد حاصل کر سکے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی شخص بھی اپنے ضروریات کا خود کفیل نہیں ہوسکتا، اگر ہر آدمی اس کا محتاج ہوتا کہ خود اپنا گھر بنانے والا اور کپڑے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

سینے والا اور حجامت کرنے والا اور اسی طرح وہ تمام صنعتیں خود کرے جن کی اس کو زندگی دنیا میں حاجت ہوتی ہے تو عالم چشم زدن میں بھی قائم نہ رہ سکے گا، لیکن خداوند عالم نے بندوں کے افکار وخیالات الگ الگ بنائے ہیں، اور یہ توحید کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ان آیات اور انکی تفسیروں کا حاصل چند امور ہیں:

(اول) تہذیب وتمدن کی ترقی کے لئے اصول تقسیم عمل لازم ہے خداداد استعداد اور قوتوں کے مناسب ضروری کاموں کا ذمہ دار مختلف اشخاص کو ہونا چاہیئے اس کے بغیر دنیا کا نظام چل نہیں سکتا۔

(دوم) اسی ضرورت کے ماتحت قانون قدرت نے انسانی فطرت میں رنگارنگی اور تنوع پیدا کیا ہے قوی علم وعمل میں تفاوت قرار دیا ہے، طبیعتوں کے رجحانات افکار وخیالات میں اختلاف رکھا ہے۔ ہمتوں، حوصلوں، قوتوں اور صلاحیتوں میں فطری تفریق قائم کی ہے۔

(سوم) مذکورہ بالا اختلافات کے ثمرات ونتائج بھی میدان عمل میں لامحالہ مختلف ہونگے، اور اسی طرح مدارج معیشت کا تفاوت ایک قدرتی ناگزیر امر ہے جو مصلحت نظم عالم کے ماتحت خود خالق کائنات کی مشیت کا تقاضا ہے، ان امور کو پیش نظر رکھنے والے اس بات سے انکار کرنے میں حق بجانب نہیں ہوسکتے کہ عالم انسانیت کی خیر وبہبود کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ حاجات معیشت کے تفاوت کو فطرت ہی کے حدود تک محدود رکھنے کی کوشش کی جائے اس کو بالکل ختم کردینے کی ہر کوشش دراصل سعئی تبدیل فطرت انسان کی مرادف ہوگی جب تک انسان کی فطرت نہ بدل دی جائے اور اس کے اوصاف وحالات کو بلحاظ فطرت برابر نہ کردیا جائے، سطح معیشت انسانی کو ہموار ویکساں بنانے کی ہر تدبیر وخواہش فطرت سے بغاوت اور قدرت سے جنگ قرار پائیگی کیونکہ دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو بلند حوصلہ وہمت عالی اور بہترین قوت عمل واستعداد رکھنے والوں کو انکی فطرت کے مطابق سعی ومحنت کی اجازت ہی نہ دی

جائے، یا ان کے لئے ثمرات محنت سے مناسب فائدہ اٹھانا ممنوع قرار دیا جائے، اور انکی محنتوں کے نتائج وثمرات ان سے زبردستی چھین لئے جائیں، ظاہر ہیکہ یہ دونوں صورتیں خلاف منشائے فطرت اور نوع انسانی پر ظلم صریح ہونگی، یہ ہوسکتا ہے کہ تمام انسانوں کو بڑی بڑی کار گاہوں اور عالی شان عمارتوں کو رکھا جائے اور حکومت کے مصارف سے ان کو یکساں پرتکلف کھانے کھلائے اور دیدہ زیب لباس پہنائے جائیں، ان کے لئے حکومت کی جانب سے وظائف یومیہ مقرر کئے جائیں، غرض ان کی دنیوی معیشت کی سطح کو ہموار بنانے اور معاش طبقہ دار کو دنیا سے مٹانے کی ہر امکان تدبیر کرلی جائے، مگر اس سے حیات انسانی کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا، انسان کے فطری قوی عمل کے ابھارنے میں یہ تدابیر کارگر نہ ہوگی۔ مگر افراد کی زندگی کچھ نہ کچھ عیش وآرام کی زندگی تو ضرور ہوگی مگر ان میں پرجوش حرکت عمل پیدا کرنے والی کوئی چیز نہ ہوگی، زندگی کی امنگیں محوخواب ہوں گی، قدرتی ی صلاحیتیں اور استعداو جمود وخمود کے عالم میں پیش ہوگی،

علاوہ اسکے اخلاقی کمالات ارادی عمل کی صورت میں ظاہر ہوسکتے ہیں اخلاق کی تربیت اور کردار کی اعلیٰ معیار کا ظہور خالص مجبوریوں کی صورت میں ناممکن ہے، جب دولت کمانے اور خرچ کرنے دونوں باتوں میں مناسب آزادی حاصل نہ ہو تو اخلاقی زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس طرح کی زندگی غلامی کی زندگی سے زیادہ مختلف نہ ہوگی، مہربان آقا اپنے غلاموں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتا اور بہتر سے بہتر لباس پہناتا ہے مگر وہ اپنی کمائی اور اس کے خرچ پر خود مختار نہیں ہوتے، پھر کیا دنیا کے بعض نظامات حاضرہ غلامی کے اسی وصف خصوصی کی طرف دعوت نہیں دیتے؟

جس زندگی میں عمل کا جوش محنت کی امنگ، کسب کمال کا عزم صمیم، ذہنی وجسمانی

Presented by Ziaraat.Com

قوتوں کے سرمایہ کو فعالیت میں لانے کی ہمت بلند موجود نہ ہو وہ حیات انسانی نہیں جہاں سامان معیشت کی فراوانی آزاد کے تعیش کے اسباب کی افراط ہو مگر کسی ہنر میں فطری جوہر دکھانے کیلئے مناسب میدان عمل نہ ہو، اور نہ وہاں کے سامان واسباب پر حقوق مالکانہ حاصل ہوں۔ وہ جگہ جنت آدم تو ہوسکتی ہے ہماری دنیا بہر صورت نہیں ہوسکتی۔

حاصل کلام یہ کہ اشتراکیت وسرمایہ داری دونوں مخالف فطرت بشری ہونے میں برابر ہیں۔

اسلام کا عام اصول۔
انسان کی قدر و قیمت اسکا حسن عمل ہے

مسلک اعتدال وہی ہے جس پر اسلام چلانا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک ہر انسان کی قدر و قیمت ذاتی اعتبار سے برابر ہے، مگر باعتبار مساوات تفاوت درجات سے بدل جاتی ہے اسکا عام اصول یہ ہے کہ: **قیمة کل امرء ما یحسنه**، انسان کی قیمت کا راز اس کے حسن عمل پر مضمر ہے۔

نیز بنا بر اصول اسلام حق معیشت عطیہ خدا ہے جو اس کے بندوں میں برابر تقسیم ہوتا ہے اور "مدارج معیشت" میں انسان کی سعی و محنت کو بھی دخل ہے۔ ان اصول کے ماتحت ایک طرف تو دنیا کی پیداوار کو مباح الاصل قرار دے کر تمام انسانوں کے حقوق انتفاع مساوی قرار دئے ہیں اور دنیا کے وسیع میدان عمل میں بقدر ہمت وحوصلہ دوڑ دھوپ کا عام حق تسلیم کیا ہے اس باب میں افراد و جماعتوں کی ترجیح نہیں رکھی ہے۔ اور نہ کوئی امتیازی حق قرار دیا ہے جو دوسروں کو مرحمت ہوا ہے۔

سرمایہ کی تقسیم بالسویہ کا اصول اسلام کا بنیادی اصول ہے جس سے انحراف بدون

ضرورت جرم ہے مگر اسی کے ساتھ ہر آدمی کو اسکی محنت کے نتائج وثمرات میں حق ملکیت بھی عطا کرتا ہے، اور اس شخصی حق ملکیت میں دیگر مستحق افراد کے حقوق بھی قائم کرنا ہے۔

و فی اموالھم حق للسائل والمحروم، (سورۂ ذرایات)۔

وہ جہاں ذاتی قابلیتوں کے بل بوتے پر تحصیل معاش میں دوڑ دھوپ کر کے کامیابی اور ناکامیابی کا تجربہ کرنے کی راہوں کو مسدود نہیں کرتا اور طلب معیشت میں مناسب ومعتدل مسابقت کا سد باب روا نہیں رکھتا وہاں ہر فرد انسان کو اس کی یہ ہدایت بھی ہیکہ کامل زندگی تنہائی کی زندگی نہیں ہے، بلکہ فطری طور پر حیات اجتماعی وتمدنی قرار دی گئی ہے، اور اس کی خیر و بہبود فلاح عام سے وابستہ ہے۔ خیر حقیقی یہ ہے کہ اپنے فائدے کو دوسروں کے مفاد سے الگ نہ قرار دیا جائے، اور یہ مسابقت اور دوڑ دھوپ ایسے طریقے پر ہونا چاہئے کہ اس سے دوسروں کا حق تلف نہ ہو، بلکہ ان کو فائدہ پہنچے ہر شخص کے لئے ہر قسم کی جائز ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہو اور ہر آدمی اپنے محنت وثمرات کا مالک ومتصرف ہے۔ ایسا کوئی طبقہ نہیں پیدا ہوجائے جو دوسروں کی محنت کے پھل کھائے جبکہ وہ معمولی ضروریات زندگی کیلئے بھی محتاج ہوں۔

نظام اسلامی کے اساسی نظریات

نظام اسلامی مندرجہ ذیل اصول پر قائم ہے:

۱) **اصنعوا المعروف الی کل احد فان کان اھله و الا فانت اھله.**
ہر آدمی کے ساتھ ایک اچھا سلوک کرو اگر وہ اسکا مستحق ہو تو خیر ورنہ تم اسکے مستحق ہو (کہ نیکی کرو) (الکافی: ج۴ ص۶۵)

۲) **خیارکم سمحاء کم و شرارکم بخلاء کم**: تم میں بھلے وہ لوگ ہیں جو سخی ہیں اور برے وہ ہیں جو بخیل ہیں۔ (تحف العقول: ص ۳۷)

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

۳) ما یعبد اللہ بمثل نقل الاقدام الی بر الاخوان.

اللہ کی عبادت میں بھائیوں کیساتھ حسن سلوک میں قدم اٹھانے کی ایسی کوئی عبادت اورنہی۔ (مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۴۲۲)

۴) المومنون فی تبارھم و تراحمھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی تداعی لہ سائرہ بالسھر والحمی. (مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۴۲۴)

مومنین باہمی حسن سلوک اورمہربانی کے برتاؤ میں مثل بدن کے ہیں کہ جب ایک عضو بدن کو کوئی بیماری عارض ہوتی ہے۔تو تمام اعضاء کواسکی تکلیف سے نیندنہیں آتی۔

۵) ان اللہ فی عون العبد ما دام العبد فع عون اخیہ.

خدابندے کامددگار رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کامددگار رہتا ہے۔

(مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۴۳۰)

۶) راس العقلب بعد الایمان التودد الی الناس وصطناع الخیر الی کل بر و فاجر.

اصل عقل بعد دینداری کے لوگوں کی دوستی ومحبت حاصل کرنا ہے اور ہر آدمی کے ساتھ نیکی کرنا ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یابدکار ۔(وسائل الشیعہ ج ۱۶ ص ۲۹۶)

اسلام کسی انسان کو ایسی اقتصادی مسابقت کی اجازت نہیں دیتا جودوسروں کیلئے باعث ضرر ہو

فطری صلاحتوں اورقوتوں کی کمی کی وجہ سے معاشی دوڑ و دھوپ اور اقتصادی مسابقت میں پیچھے رہ جانا اور بات ہے،اورکسی انسان کا دوسرے انسانوں کی غیر معتدل اور

غیر منصفانہ مسابقت کی وجہ سے در ماندہ و ضرر رسیدہ ہوجانا دوسرا امر ہے اسلام دوسری صورت کو گوارہ نہیں کرتا، کسی انسان کو ایسے طریقوں سے کسب معاش کی اجازت نہیں جس میں دوسروں کا ضرر ہو۔

رہ گئی پہلی صورت جس کا تعلق کارخانہ تکوین وتقدیر سے ہے تو اس کے متعلق اسلام کی تعلیمات غیر معمولی ہمدردی انسان پرمبنی ہے اور وہ فطری صلاحیت کی کمی یا قدرتی موانع کی وجہ سے معاشی دوڑ و دھوپ میں ناکام رہ جانے والوں کو ان کی جانب بیچارگی و درماندگی میں نہیں چھوڑتا۔ بلکہ حکومت اسلامی ان کے تکفل کا بار اپنے ذمہ لیتی ہے نیز کامیاب افراد کو اپنے مکسوبہ سامان معیشت میں انھیں باعزت شریک قرار دینے پرمعمور کرتی ہے ۔

جناب امیر علیہ السلام نے مالک اشتر والی مصر کو اپنے ایک طویل فرمان میں ہدایت فرمائی:

ثم اللہ اللہ فی طبقۃ السفلی من الذین لا حیلۃ لھم والمساکین والمحتاجین و اھل البوسی والزمنی، فان ھذہ الطبقۃ قانعا و معترا، واحفظ للہ ما استحفظک من حقہ فیھم،واجعل بیت مالک و قسما من غلات صوافی الاسلام فی کل بلد، فان للاقصی منھم مثل الذی للادنی، و کل لک استرعیت حقہ، فلا یشغلنک عنھم بطر.........فاعذر الی اللہ تعالی فی تادیۃ حقہ الیہ، و تعھد اھل الیتم و ذوی الرقہ فی السن ممن لا حیلۃ و لا ینصب للمسئلۃ نفسہ و ذلک علی الولاۃ ثقیل والحق کل ثقیل و قد یخففہ اللہ علی اقوام طلبوا العاقبۃ فصبروا علی انفسھم. (نہج البلاغہ: خ:۵۳)

پھر خدا سے ڈرو اس ادنی طبقے کے بارے میں جو بے چارہ غریبوں، مسکینوں محتاجوں

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اور آفت رسیدہ لوگوں پر مشتمل ہے کیونکہ اس طبقے میں قناعت پیشہ فقیر اور مانگنے والے محتاج (دونوں ہی طرح کے) لوگ ہیں، اور اس کے بارے میں خدا کا وہ حق محفوظ رکھو جس کی نگہداشت کا اس نے تم کو حکم دیا ہے اور اس کیلئے بیت المال اور نوع اسلام کی ان زمینوں کی غلات میں سے جو غنیمت میں حاصل ہوئی ہیں ہر شہر کا ایک حصہ معین کرو کیونکہ ان میں سے دور کے مقامات میں بسنے والوں کا بھی ویسا ہی حق ہے جیسا قریب رہنے والوں کا ہے اور تم ہر ایک کے حق کے نگراں بنائے گئے ہو۔ پس تمہیں (دولت وحکومت کا) گھمنڈ ان سے غافلانہ کرنے پائے، اور تم ہر ایک کا حق اس تک پہونچا کر خدا کے سامنے (پیش کرنے) کیلئے عذر مہیا کرلو۔ ان یتیموں اور بوڑھوں کی خبر گیری کرو۔ جو نہ خود اپنی مجبوری کا کوئی چارۂ کار رکھتے ہیں، اور نہ سائل بنکر دوسروں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، یہ بات عام طور سے حاکموں پر گراں ہوتی ہے، اور اللہ عاقبت کا اندیشہ رکھنے والوں کو آسان بنا دیتا ہے۔

فقراء اور افلاس مٹانا اسلام کا عظیم ترین مقصد ہے

اسلام کا نظام معاشی اگرچہ مدارج معیشت میں تفاوت جائز رکھا ہے کیونکہ وہ فطرت کا تقاضہ ہے اور اس سے اختلاف فطرت سے بغاوت ہے۔ مگر اس نے اسکا مکمل بندوبست کردیا ہیکہ نظام اسلامی کے تحت کوئی انسان تنگدست اور ضروریات زندگی کیلئے محتاج نہ رہے، دنیا سے فقر وفاقہ غربت وافلاس کو مٹانا اور خوشحالی وفارغ البالی کو عام کرنا اسکا عظیم ترین مقصد اور نصب العین ہے۔

حاجتمندوں کی قسمیں
اور انکی امداد کا مکمل بندوبست

ان الله لا یترک شیئا من صنوف الاموال الا و قد قسمه و اعطی کل ذی حق حقه الخاصة والعامة و الفقراء والمساکین و کل ضرب من صنوف. (تہذیب الاحکام: ج۴، ص۱۳۹)

حدیث میں ہے: خدا نے کسی قسم کے مال کو تقسیم کے بغیر نہیں چھوڑا ہے خواص وعام فقراء ومساکین اور ہر طبقے کے لوگوں میں سے جسکا جو حق تھا وہ اسے عطا کردیا، ایک دوسری حدیث میں ہے:

لان فقراء الناس جعل ارذاقهم فی اموال الناس علی ثمانیة و لم یبق منهم احد و جعل لفقراء قرابات النبیؐ نصف الخمس فاغناهم به عن صدقات الناس فلم یبق فقیر من فقراء الناس و لم یبق فقیر من فقراء قرابات النبیؐ الا وقد استغنیٰ ولا فقیر . الخ (تہذیب الاحکام: ج۴، ص۱۳۱)

عام حاجت مندوں کی آٹھ قسمیں قرار دیں اور لوگوں سے (بمد زکوٰۃ) حاصل شدہ مالوں میں ان کے رزق مقرر کئے ان حاجتمندوں میں کوئی باقی نہ رہا جسکا حصہ معین نہ کردیا ہو اور جناب رسالتمآبؐ کے قرابتداروں کیلئے مال خمس کا آدھا حصہ قرار دیا ہے، اور اس طریقے سے ان کو عوام الناس کے صدقات سے بے نیاز کردیا ہے، لہذا نہ عام فقیروں میں سے کوئی ایسا فقیر رہ جائے اور نہ قرابتداران رسولؐ میں سے کوئی محتاج ایسا باقی رہا جسکو مستغنی نہ کردیا ہو۔

معلوم ہوا کہ اگر نظام اسلامی پر دنیا میں صحیح عمل درآمد ہوتو فقراء وافلاس کی کلفتیں باقی نہیں رہ سکتیں، اور درجات کا یہ قابل نفرت تفاوت قائم نہیں رہ سکتا کہ ایک محدود طبقے کے خلاف

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

انسانیت ہوس پرستی اور حریصانہ دولت طلبی کی بدولت عام بندگان خدا ننگے بھوکے بے خاندان و بے سروسامان ہیں۔

فطری طور پر ضرورت اس بات کی نہیں ہے کہ درجات معیشت کو برابر کر کے سب کو امیر، یا غریب بنا دیا جائے، بلکہ ضروری کام یہ ہیکہ تمام بندگان خدا کو غذا ولباس ومسکن حسب ضرورت نصیب ہو، فکر معاش میں کسی کی زندگی وبال نہ ہو، ہر فرد انسان کو ضروریات زندگی با فراغت میسر آئیں، نظام اسلامی اس بات کا کفیل اور ذمہ دار ہے، اس کے ماتحت عالم انسانیت معاشی کشمکش سے نجات پا سکتا ہے، نظام اسلامی کا گہرا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ تقسیم دولت اس کا نہایت ضروری اور عظیم الشان مقصد ہے جسے وہ فطری اصول کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے نہ کہ غیر فطری طریقوں سے اور زمانہ حاضرہ کے نظام اشتراکیت کے مقابلے میں یہ اس کی نمایاں خصوصیت ہے۔

سرمایہ داری واشتراکیت کا اسلام سے موازنہ

نظام سرمایہ داری جس کے زمانہ حاضرہ میں ’’جمہوریت‘‘ کی پرفریب اصطلاح قرار دی گئی ہے انسان کی خود غرضی، ہوا پرستی حرص آزادر طول کی غیر محدود جولانگاہ اور بے پایاں میدان عمل ہے سرمایہ دارانہ ذہنیت صرف زمین اور اصل سرمایہ کی قیمت قرار دیتی ہے، انسان کی محنت وعمل کی اس کی دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں، اس دنیا میں شخصی خیر اور ذاتی منفعت کو عام اجتماعی بہبود سے متوافق بنانے کی پرواہ نہیں کی جاتی ہے، ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور ہر شئے کا ایک انجام ہوا کرتا ہے سرمایہ داروں کی چیرہ دستی خواہش قہر وغلبہ اور انسانی ہمدردی سے بے گانگی حقوق عوام سے بے پروائی کا ردعمل شروع ہوا، عوام کے سینے آتشکدہ جذبات انتقام

بن گئے نظام اشتراکیت مرتب ہوا، اور نظام سرمایہ داری سے اسکی جنگ کا آغاز کر دیا ہو گیا، اور آج ہماری دنیا پر اس جنگ کے ہولناک خطرات چھائے ہوئے ہیں۔

اس نظام جدید یعنی اشتراکیت کا غیر جانب مطالعہ کرنے والے اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کی بنیاد نوع انسانی کی خیر طلبی سے زیادہ سراسر غیر معتدل جذبہ انتقام پر قائم کی گئی ہے، اس نے اس شعلہ فشاں جذبہ کے ماتحت، زمین، اور اصل سرمایہ۔ کو بحیثیت عامل پیدائش سامان معیشت درجہ اعتبار سے بالکل ساقط کر دیا، صرف محنت اشیاء کی قدر و قیمت کی بنیاد قرار دی گئی، اسکی نظر میں قدر و قیمت فقط محنت ہی سے پیدا ہوتی ہے اس نظریہ پر بھی بے اعتدالی کا سایہ پڑا، یعنی محنت بھی اصول اشتراکیت کی نظر میں ناگزیر زندگی ہی کا ایک ہلکا سا حق پیدا کرتی ہے جس کو حق ملکیت نہیں کہہ سکتے، جذبۂ انتقام کی افراط شعلہ فشانی نے نہ صرف سرمایہ داری کے خلاف جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ بلکہ شخصی ملکیت کے حق کا استیصال کر کے وہ فطرت کے خلاف بھی برسر پیکار ہے اگر اشتعال جذبہ انتقام نے عقل کو فکر صحیح سے عاجز نہ کر دیا ہوتا تو یہ بات چھپی نہ رہ جاتی۔ کہ کسی بیمار عضو کے بہتر تدبیر علاج یہ نہیں ہیکہ اسکو کاٹ دیا جائے بلکہ مناسب فطرت علاج یہ ہیکہ اسکو برقرار رکھتے ہوئے صحت مند بنایا جائے، دراصل انفرادی وشخصی حقوق ملکیت باعث فساد نظام معیشت نہیں بلکہ انکی لا انتہائی فراوانی، طغیانی، اور اعتدال و توازن کا فقدان تمام مفاسد کا اصل سبب ہے حقوق ملکیت کا استیصال کرنا انسان کے افکار وہمم اور قوائے عمل کو دعوت جمود وتعطل دیتا ہے اور فطرت کے خلاف جنگ مول لینا ہے، (معلوم ہوا ہیکہ حق تصنیف میں ملکیت بلکہ وراثت کو اب تسلیم کر لیا گیا ہے ممکن ہیکہ مستقبل اور ترقی کرے۔

ضرورت اس بات کی ہیکہ حقوق ملکیت شخصی وانفرادی ومنفعت عمومی واجتماعی میں اعتدال و توازن برقرار رکھنے کی تدبیر کی جائے۔ اسی صورت سے صلاح خاص وعام ممکن ہے

Presented by Ziaraat.Com

مگراس قسم کا عادلانہ نظام قائم کرنا بت حرص وہوا کے پرستار اور جذبہ انتقام کے طوفانی جہازوں میں سوار انسان کا کام نہیں ہوسکتا۔

اسلام، الٰہی نظام ہے وہ سرمایہ دارانہ مفاسد اور اشتراکیت کے مخالف فطری رجحانات، دونوں کا سد باب کرتا ہے، گہری نظر سے اسکا مشاہدہ کرنے والے یہ محسوس کرلیں گے کہ وہ نظامات عالم کی کی خوبیوں کا حامل اور انکی جملہ فسادانگیز بےاعتدالیوں سے پاک ہے، وہ جہاں شخصی ملکیت کا حق دیتا ہے وہاں اس سے پیدا ہونے والی فساد کی راہ بھی بند کرتا ہے اور جہاں اشتراکی مساوات کا نظریہ قائم کرتا ہے وہاں اس کا بندوبست بھی کرتا ہے کہ فطرت سے بغاوت اور قدرت سے جنگ لازم نہ آئے قرآن مجید، احادیث، اور فقہ اسلام کی کتابیں موجود ہیں، ان سے اس نظام کی جامعیت واعتدال پسندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس مختصر مضمون میں عام وسائل معیشت کے متعلق صرف چند عام اصول کا تذکرہ ممکن ہے۔

قران مجید اور معاشیات

اما ما جآء فی القرآن من ذکر معاشی الخلق و اسبابها فقد اعلمنا سبحانه ذلک من خمسة اوجه وجه الامارة ووجه العمارة ووجه الاجارة ووجه التجارة ووجه الصدقات. (وسائل الشیعہ ج۹ ص۴۹۰)

اگرچہ قرآن مجید میں معاشیات کے موضوع پر تفصیل بحث نہیں ہے، اور نہ ہوسکتی ہے کیونکہ وہ معاشیات کی مستقل کتاب نہیں ہے پھر بھی انسان کیلئے جتنے وسائل معاش ہوسکتے ہیں ان سب کو پانچ قسموں میں جمع کردیا ہے، اور ہر ایک کی جانب صراحۃً یا اشارۃً انسان کو توجہ دلائی ہے حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے: قرآن مجید میں معاش خلق کے وسائل واسباب کا تذکرہ جو کچھ آیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے ان اسباب و وسائل کے پانچ وجوہ قرار دیئے ہیں

(۱) وجہ امارہ (۲) وجہ عمارہ (۳) وجہ اجارہ (۴) وجہ تجارت (۵) وجہ صدقات۔

وجہ امارت ووسیلۂ حکومت

وجہ الامارۃ سے حضرت کا مقصد یہ ہے کہ حکومت وسلطنت کا نظم ونسق اور خدمت ملک و ملت بھی معاش کا ایک ذریعہ ہے اس مطلب کی پوری توضیح تو اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ اسلامی نظریہ حکومت وامارت کو زیر بحث لائیں، جو اس مضمون کے موضوع سے خارج ہے، تاہم صرف دو آیتیں پیش کرتا ہوں جن سے ظاہر ہو جائیگا کہ اسلام دنیا میں کس قسم کی حکومت پسند کرتا ہے، اور کس طرح کی حکومت سے اس کو نفرت ہے۔

طرز حکومت کے متعلق اسلام کا عام نظریہ۔ اسلام کی پسندیدہ حکومت

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج:۴۱)

یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہم انھیں زمین میں طاقت دیدے تو وہ نماز قائم کریں گے:۔ زکوۃ دیں گے اور اچھی باتوں کا حکم دیں گے۔ اور بری باتوں سے روکیں گے۔ اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اسلام کی نظر میں قابل نفرت حکومت کے اوصاف

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (۲۰۵) وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (البقرہ: ۲۰۶)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اور جب حاکم بنتا ہے تو زمین میں اس کی اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہیکہ فساد پھیلائے، اور کھیتی اور نسل انسانی وحیوانی) کو ہلاک کرڈالے اور خدا فساد کو پسند نہیں کرتا، اور جب ان سے کہا جاتا ہیکہ خدا کا خوف کرو تو اسکو عزت (کا جھوٹا فخر وغرور) پکڑ کر گناہ میں لگا دیتا ہے، تو اس کیلئے دوزخ ہی کافی ہے اور یقیناً وہ بری جگہ ہے۔

اسلامی معاشیات کا ایک بنیادی اصول
تعاون علی البر والتقویٰ

وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُواْ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (المائده :۲)

ایک عام قرآنی اصول جو تمام وسائل معیشت کے اندر جاری وساری ہے یہ ہے، کسی قوم کی یہ دشمنی کہ ان لوگوں نے تمہیں مسجد الحرام (میں جانے) سے روکا تمکو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس پر) زیادتی کرنے لگو، ور (تمہارا تو یہ طریقہ ہونا چاہئے) کہ نیکی اور پرہیزگاری ہر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ وزیادتی پر ایک دوسرے کی امداد نہ کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو، بیشک خدا (بدی کی) سخت سزا دینے والا ہے۔

وجہ عمارۃ''
یعنی زمین کی آبادی کے ذریعہ سے معاش حاصل کرنا

وجہ عمارۃ کے متعلق حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

واما وجه العمارة فقوله هو انشاكم من الارض واستمر كم فيها فاعلمنا سبحانه قد اصولهم بالعمارة ليكون ذالك سببا لمعاشهم بما يخرج من الارض ،من الحب والثمرات وما شاكل ذلك مما جعله الله تعالىٰ

معایئش للخذ (بحار)

وجہ عمارۃ'' یعنی آبادکاری کے ذریعہ کے بارے میں خدا کا یہ ارشاد ہے۔ هـــو انشاكم من الارض واستعمر كم فيها ۔(هود:۶۱)

(اسی خدا) نے تم کو زمین پر پیدا کیا اور تمکو اس میں بسایا۔) خداوندعالم نے اس آیت یہ بتایا ہیکہ انسانوں کو اس کا یہ حکم ہے کہ زمین کو آباد کریں۔ تاکہ زمین سے پیدا ہونے والے غلے اور پھل اور اسی طرح کی دوسری چیزیں خلق کیلئے اسباب معیشت بنیں۔

حاصل کلام امامؑ یہ ہے کہ زمین معاش انسانی کا مخزن ہے۔ خداوندعالم نے کھیتی کرنے باغ لگانے اور شریف طریقوں سے معاش حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور کلام ربانی '' هو انشاء كم من الارض واستعمر كم فيها ''میں منشاء خداوندی کا اظہار اور اسی امر ربانی کا اعلان ہے۔

زمین اور زراعت

زمین کے متعلق اسلام کے معاشی نظام کا نصب العین اشتراکی ہے اور وہ مندرجہ ذیل اصول پر قائم کیا گیا ہے۔

اول . الارض لله .دوم ، الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من نفع عيال الله ۔(مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۳۸۹)

اول۔ زمین خدا کی ہے، دوم۔ خلق عیال خدا کا ہے اور خلق اللہ میں خدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جا عیال خدا کو نفع پہونچائے، سوم۔ بندگان خدا کو ضرر پہونچانے سے بڑا کوئی شر نہیں ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے، سوم ، خصلتان ليس فوقهما شر ا لشرک بالله والاضرار بعباد الله . (مستدرک الوسائل: ج ۱۱ ص ۱۲۵)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دو بری باتیں ایسی ہیں جنسے بالا تو کوئی اور شر نہیں (۱) شرک باللہ (۲) بندگان خدا کو ضرر پہونچانا۔

چہارم۔ انسان کی محنت اور اسکا عمل قابل احترام ہے اور اس کو اپنی محنت کے پھل سے صرف انتفاع ہی کا مجاز نہ کیا جائے، بلکہ اس پر مالکانہ حیثیت سے ہر طرح کے تصرف کا حق ملنا چاہئے اشتراکیت کی سب سے بڑی پست نظری یہ ہے کہ وہ دنیا کو انسان کے لئے جنت آدم بنانا چاہتی ہے جہاں اجازت انتفاع تو ہو مگر حق ملکیت وتصرف مالکانہ شجرہ ممنوعہ ہو اس کے برعکس اسلام انسان کو یہ بتاتا ہے کہ تم آخرت کی طرح دنیا کے بھی مالک ہو دنیا میدان عمل ہے، بقدر حوصلہ حدود مقررہ کے اندر سعی ومحنت کروگے، تو اسکے ثمرات کے تم مالک ہوگے۔

دوسروں کے ثمرات محنت پر دست درازی کا سد باب کرنے والے اصول

دنیا کے میدان عمل میں دوسروں کی ثمرات محنت پر دست درازی کا سد باب کرنے کیلئے دو اصول بتائے۔

اول۔ **وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (النجم: ۳۹)**

انسان کے لئے بس وہی ہے جس وہ کوشش کرتا ہے۔

دوم۔ **من سبق الیٰ ما لم یسبقه الیه المسلم فهو احق به.**

جو آدمی اس چیز کی طرف سبقت کر جائے جس پر اس سے پہلے کوئی مرد مسلم سابق نہ ہوا ہو تو وہ اس چیز کا زیادہ حقدار قرار پائے گا ۔(مستدرک الوسائل: ج ۱۷ ص ۱۱۲)

زمین کے اقسام اور ان کے احکام پہلی قسم

”موات بالاصالۃ“

شریعت اسلام میں باعتبار حالات زمین کی کئی قسمیں قرار دیکر ہر ایک کے احکام جداگانہ بیان کئے گے کتاب مکاسب میں ہے۔

الارض اما موات واما عامرة فكل منهما اما اصيلة او عرض لها ذلک فالاقسام اربعة لا خامس لها.

زمین بنجر (غیر آباد ہوتی) ہے یا آباد ہے اور یہ دونوں وصف اسکے اصل ہیں یا عارض ہوئے ہیں لہذا زمین کی چار قسمیں ہوتی ہیں پانچویں کوئی قسم نہیں۔

پھر ہر قسم کی تعریف اور اسکا حکم شرعی بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

الاول ما كان موات بالاصالة بان تكن مسبوقة بالعمارة و لا اشكال و لا خلاف ما في كونها للامام نعم البيع التصرف فيها بالاحياء بلا عوض.

پہلی قسم وہ زمین ہے جو اصالۃ بنجر ہو، اور وہ آباد ہونے کے بعد مردہ نہ ہوتی ہو، اس میں کوئی اشکال ہے نہ اختلاف کہ اس طرح کی زمین امام کی ملکیت ہوگی۔ ہاں اس میں بغیر کسی عوض کے تصرف آبادکاری کے ذریعہ مباح ہے۔

اس کلام سے دو باتیں ظاہر ہوئیں:

۱) موات بالاصالۃ۔ وہ زمین ہے جو ابتدا سے بنجر اور ویران ہو اور کسی کی مملوکہ و مقبوضہ نہ ہو۔

۲) اس طرح کی زمین قانونی طور پر خدا کے حکم سے نمائندۂ حکومت الٰہیہ یعنی رسول ﷺ اور آپ کے جانشین امامؑ کی ملکیت ہوگی۔ مگر اس کو آباد کرنے اور مزروعہ بنانے

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اوراس سے منتفع ہونے کی بغیر کسی معاوضہ کے اجازت عام ہے اوراس پر احادیث نبویہ شاہد ہیں۔

غیرآباد یعنی بنجر زمین کے معاملہ میں اسلام کا نظریہ اشتراکی

موتات الارض لله و رسوله ثم هي لكم مني ايها المسلمون

بنجر زمین دراصل خدا ورسول کی ملکیت ہے۔ پھرا ے مسلمانو! وہ تمہارے لئے ہے۔

اسلام کا کمال وسعت نظر۔ ہر قوم کے لئے تصرف مالکانہ کا اذن عام

اگر چہ اس حدیث میں خطاب اہل اسلام سے ہے، مگر دوسری حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنجر زمینوں کی آبادکاری اور ملکیت کے متعلق شریعت اسلام کا نظریہ مذہب وملت کی تفریق سے بالاتر ہے۔ وہ ہر انسان کو بلاتفریق مذہب وملت اس قسم کی آراضی کو آباد کرنے اور مالکانہ حق انتفاع پیدا کرنے کا اذن عام دیتا ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں:

۱) **ایما قوم احیوا شیئا من الارض و عمروها فهم احق بها و هی لهم**

جس قوم نے کسی زمین کو آباد کیا اور بسایا تو وہ لوگ اس کے زیادہ حقدار ہوں گے اور وہ (زمین) انھیں کا حق ہوگی۔ (الکافی: ج۵، ص۲۷۹)

۲) **من احیی ارضاً مواتاً فهی له.** (تهذیب الاحکام: ج۷، ص۱۵۲)

جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ اس کے ہوگی۔

۳) **من غرس شجرا او حفر واديا بداء لم يسبقه اليه احد، و احيى ارضاً ميتة فهی له قضاء من الله و رسوله.** (الکافی: ج۵، ص۲۸۰)

جس نے درخت لگایا یا (زمین) کھود کر پانی کا راستہ بنایا اور اس کام میں اس نے پہل کی۔ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا، اور مردہ زمین کو زندہ کیا تو بحکم خدا اور رسولؐ یہ چیزیں اسی

کی ملکیت ہوں گی۔

۴) **سـألت ابا عبدالله عليه السلام عن شراء الارضين من اهل الذمة فقال لا بأس بأن يشترى منهم اذا عمروها و احيوها فهی لهم و قد كان رسول الله ﷺ حين ظهر علىٰ خيبر و فيها اليهود خارجهم على امر و ترك الارضين فی ايدهم يعملونها و يعمرونها.** (تهذیب الاحکام: ج۷، ص۱۴۸)

میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اہل ذمہ (یہود ونصاریٰ) سے زمین خریدنے کا حکم کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا ان سے خریدنے میں کوئی مزائقہ نہیں، جب انھوں نے اس کو بسایا آباد کیا تو وہ ان کی ملک ہوگئی۔ حضرت رسالتمآب ﷺ نے فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین کا معاملہ یہود سے کرلیا تھا اور انکو انھیں کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا کہ ان سے روزی کمائیں اور انکو آباد رکھیں۔

معاشیات میں مسلمان وکافر کا فرق نہیں

علامہ مجلسیؒ نے شرح حدیث میں فرمایا ہے، **تفصیل القول فی ذلک ما ذکره الشهيد الثانیؒ حیث قال من احيی ارضا قصد تمكله فی غيبة الامام يملكه فی ذلك المسلم و الكافر لعموم من احياها.**

تفصیل قول اس بارے میں وہ ہے جس کا ذکر شہید ثانیؒ نے کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ زمانۂ غیبت امامؑ میں جس نے کوئی زمین آباد کی اور اسکو اپنی ملکیت میں لینے کا ارادہ کیا تو وہ اسکا مالک ہوجائے گا اس بارے میں مسلمان اور کافر دونوں برابر ہیں، کیونکہ حدیث میں لفظ، من احیاها، عموم دلالت کرتا ہے ۔

ولا يقدح فی ذلك كونها للامام يكون سائر حقوقه كذالك فی

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ایدی الناس علی جهة الملک. (شرح فروع کافی جلد ۳ ص ۴۲۹)

اس زمانہ کا مملوکہء امامؑ ہونا اس بارے میں (یعنی دوسروں کی ملک بننے میں) مانع نہ ہوگا کیونکہ امامؑ کے سارے حقوق ہی اسی طرح بعنوان ملکیت لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

زمین کی دوسری قسم

الثانی ما کانت عامرة بالاصالة ای لا من معمر والظاهر انه ایضا للامامؑ ...وهو ظاهر اطلاق قولهم و کل ارض لم یجر علیها ملک مسلم فهو للامام هل یملک هذه بالحیازة؟ وجهان: من کونه مال الامام و من عدم منافاته للتملک بالحیازة کما یملک الاموات بالاحیاء مع کونه مال الامام فدخل فی عموم النبوی من سبق الیٰ ما لم یسبق الیه مسلم فهو احق به.

(دوسری قسم) وہ زمین ہے جو بالاصالہ بغیر کسی کے آباد کئے ہوئے قدرتی طور پر آباد ہو، ظاہر ہے کہ اس قسم کی زمین بھی امامؑ ہی کی ملکیت ہوگی۔ اس حدیث (ہر وہ زمین جس پر کسی مسلم کی ملکیت نہ جاری ہوئی ہو وہ مملوکہ امامؑ ہوگی) کے اطلاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے، اب رہ گیا یہ امر کہ وہ بغرض نہگداشت قبضہ کر لینے سے کسی کی ملکیت بنجاتی ہے یا نہیں تو اس کے متعلق دو وجہیں ہیں (۱) اسکا مال امامؑ ہونا اور (۲) اس بات کا بوجہ، حیازۃ، کسی کی ملکیت بن جانے کیلئے منافی نہ ہونا (یعنی مال امام ہوتے ہوئے وہ زمین اس شخص کی ملکیت میں آجائے گی۔ جو اس پر تصرف کریگا اور وہ اس حدیث بنویؐ کے عموم میں داخل ہوجائے گا کہ جو آدمی کسی ایسی شئ کی طرف سابق ہوگا، جس پر کسی مسلم نے پہلے سے قبضہ نہ کیا ہو وہ

اسکا زیادہ مستحق ہوگا۔

اس کلام سے بھی دو باتیں ظاہر ہوتیں ہیں:

(۱) عامر بالاصالہ" وہ زمین ہے جو قدرتی طور پر آباد اور بغیر کسی آباد کرنے والے کی محنت وسعی کے پیداوار سے مالا مال ہو اس قسم کی زمین بھی نمائندۂ حکومت الٰہیہ امامؑ کی ملکیت ہوگی۔

(۲) اس پر قبضہ کرنے اور اپنی نگرانی و حیازۃ میں لے لینے کا اذن عام ہو، ہر شخص حق "حیازۃ" کی بنا پر اسکا مالک قرار پا سکتا ہے، اور اس بارے میں زمین کا رسولؐ و امامؑ کی ملکیت ہونا مانع نہ ہوگا، جس طرح بنجر و افتادہ زمین بنا بر حق آبادکاری مال امامؑ ہونے کے باوجود آباد کرنے والے کی مملوکہ بن جاتی ہے، وہی صورت اس زمین کی بھی ہوگی۔ جو عامر بالاصالہ ہے، اور وہ اس قانون عام کے اندر داخل ہوگی جو اس حدیث نبویؐ میں مذکور ہے کہ:

من سبق الیٰ ما لم یسبق الیه مسلم فهو احق به .

زمین کی تیسری قسم

الثالث: ما عرض له الحیات بعدالموت . هو للمحیی فیصیر ملکا له اما بشروط المذکورة فی باب الاحیاء. (المکاسب: ج ۴ ص ۱۷)

وہ زمین جو بنجر رہنے کے بعد آباد ہوئی ہو اس قسم کی زمین کا حکم یہ ہے:۔ وہ اس شخص کی ملک ہوگی جس نے اسے آباد کیا مگر ان شرائط کے ساتھ جو احیاء موات (مردہ زمینوں کی آبادکاری) کے باب میں مذکور ہے۔

زمین کی چوتھی قسم

الرابع: ما عرض له الموت بعد العمارة. (المکاسب: ج ۴ ص ۱۷)

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

جوآباد رہنے کے بعد بنجر ہوگئی ہواس زمین کا حکم یہ ہے:

فان كانت العمارة الاصلية فهي مال الامام و ان كانت العمارة من معمر ففي بقائها علىٰ ملك معمرها او خروجها عنه و صيرورتها ملكا لمن عمرها ثانيا خلاف معروف في كتاب احياء الاموات.

اگراس زمین کی آبادی اصلی ہے وہ مال امامؑ ہوگی ،اوراگر کسی دوسرے آباد کرنے والوں کی محنت سے آباد کی گئی ہوگی تو زمین کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ پہلے آباد کرنے والے کی ملکیت پر باقی رہے گی یا اس کی ملکیت سے نکال کر دوسرے آباد کرنے والے کی ملکیت ہوجائے گی۔

ممالک مفتوحہ کی آراضی کے متعلق نظریہ اشتراک ،ارض خراج کا حکم

ممالک مفتوحہ کی آبادی ومزروعہ آراضی کا حکم بھی نظریہ اشتراک ومساوات پرمبنی ہے ۔یعنی وہ تمام اہل اسلام کے مشترک ملکیت ہوگی ،اس قسم کی زمین کو اصطلاح فقہ اسلامی میں ارض الخراج کہتے ہیں شرائع اسلام اوراسکی شرح جواہرالکلام میں ہے۔

كيف كان فلا خلاف اجده في ان عامر الارض المفتوحه عنوة و قهرا وقت الفتح للمسلين قاطبة بلا خوف ...فلا يملك احد منهم بالخصوص رقبتها فلا يصح لاحدمنهم بخصوصه منهم فضلا عن غيرهم بيعها ولا رهنها ولا هبتها ولا غيرذلك مما يتوقف صحته علىٰ الملك...فلو ماتت لم يصح احياء ها على وجه يترتب عليه الملك للمحى لان المالك لها بغير احياء معروف وهو المسلمون قاطبة.

میں نے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا کہ وہ زمینیں عام مسلمانوں کی ملکیت ہوگی جوطاقت وغلبہ سے فتح کی گئیں اور بوقت فتح آباد تھیں ،کوئی خاص مسلمان ان کا مالک نہ ہوگا (اوروہ کسی کی شخصی ملکیت نہ ہوگی)لہذا مسلمانوں میں سے کسی ایک کیلئے اس کو فروخت کرنا یا رہن رکھنا یا ہبہ کرنا اوراس طرح دوسرے تصرفات جس کی صحت ملکیت ہونے پر موقوف ہے صحیح نہ ہوگے اوراسی قسم کی زمین اگر بنجر ہوجائے تو اسی طریقے پر سے آباد کرنا صحیح نہ ہوگا ،کہ آباد کرنے والے کی ملکیت قرار پائے کیونکہ اس کے مالک تو معلوم ہیں ،اور جملہ اہل اسلام ہیں ۔(شرائع الاسلام: ج ۳۸ ص ۱۸)

ارض خراج کی ملکیت کی خاص نوعیت

یہ بات واضح ہے کہ بلادمفتوحہ کی آبادی ومزروعہ آراضی عام مسلمانوں کی ملکیت ہوگی ،مگر فقہاء نے تصریح کی ہیکہ اس ملک کی حیثیت دوسری املاک سے جداگانہ ہے۔

صاحب مکاسب فرماتے ہیں،

انها غير مملوكة لملاكها على نحو سائر الاملاك فهذه الملكية نحو مستقل من الملكية قد دل عليه الدليل ومعناها صرف حاصل الملك في مصالح الملاك .(المكاسب: ج ۴ ص ۱۱)

وہ زمینیں اپنے مالکوں کی ملکیت دوسرے املاک کی طرح نہیں ہوگی بلکہ یہ ملکیت کا ایک مستقل عنوان جداگانہ ہوگا جس پر دلیل شاہد ہے۔کیونکہ اس قسم کی ملکیت کے معنی یہ ہیں کہ ۔املاک کی امدنی مالکوں کی مصلحتوں میں صرف کی جائے (وہ زمین اس معنی سے تمام مسلمانوں

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کی ملکیت ہوگی کہ ان کی آمدنی ان لوگوں کی مصالح عام میں صرف کی جائے)۔

معلوم ہوا کہ ارض خراج اس معنی سے عامہ مسلمین کی ملکیت ہے کہ اس کی آمدنی زیر نگرانی اسلامیہ تقویت دین واستحکام مملکت اور مصالح عامہ ورفاہ عام کے دوسرے کاموں میں خرچ کی جائیگی، اور نظام مصالح عامہ سے جو فاضل رقم بچ جائیگی، نمائندۂ حکومت الٰہیہ یعنی امامؑ کا اسمیں کوئی حق نہ ہوگا۔

صاحب مکاسب لکھتے ہیں: لیس لنفسه من ذلک و قلیل و لا کثیر.

امامؑ کے لئے اس میں کچھ بھی نہ ہوگا نہ کم نہ زیادہ۔

آراضی مفتوحہ سابق کاشتکاروں کے قبضے میں رکھی جائیگی، مقدار خراج کی بابت اسلام کا منصفانہ نظریہ

اراضی الخروج یعنی ممالک مفتوحہ کی زمینوں کے متعلق اسلامی نظریہ ہیکہ وہ سابق کاشتکاروں اور آباد کرنے والوں ہی کے ہاتھوں میں چھوڑ دی جائے گی، ایک حدیث میں ہے۔

والارض التی اخذت عنوه بخیل و رجل فهی موقوفة متروكة فی ید من یعمر ها ویحییها و یقوم علیها علیٰ ما یصالحهم الوالی علی قدر طاقتهم من الحق النصف او الثلث او الثلثین علی قدر ما یکون لهم صلاحا و لا یضربهم. (الکافی: ج۱ص ۵۴۱)

وہ زمین جو فوجی طاقت سے حاصل کیجائے گی وہ وقف عام ہے، اور اسکے آباد کرنے

والوں ہی کے قبضے میں چھوڑ دی جائے گی اور حاکم اسلام انکی طاقت پر نظر کر کے یا نصف یا ایک ثلث یا دوثلث غرض خراج کی وہ مقدار طے کریں گے جو ان کاشکاروں کے لئے مناسب حال ہے، اوراس سے ان کو کوئی نقصان نہ ہوتا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم اسلامی اراضیٔ مفتوحہ کا بندوبست انہیں لوگوں کے ساتھ کریں جن کے ہاتھوں میں وہ پہلے سے ہوگی، اوراس بندوبست میں اس بات کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ کہ خراج ان لوگوں کی طاقت برداشت سے باہر نہ ہونے پائے ایسی مقدار خراج نہ ہو جو ان کے واسطے باعث ضرر بن جائے۔

غیر مسلم کاشتکاروں کے ساتھ رعایت

شریعت اسلام آراضی مفتوحہ کو سابق کاشتکاروں کے ہاتھوں ہی میں رکھے جانے کا حکم نہیں دیتی۔ بلکہ وہ ان کاشتکاروں کیلئے بھی حق تصرف مالکانہ تجویز کرتی ہے۔

یعنی انکو ان زمینوں کی خرید وفروخت کا بھی اختیار دیتی ہے۔ اس طرح آراضی مفتوحہ کے مالک دو ہو جاتے ہیں، (۱) مالک اعلیٰ یعنی تمام مسلمین (۲) مالک ادنیٰ یعنی کاشتکار جن کے ہاتھوں میں وہ فتح سے پہلے تھیں اور بعد میں رہیں گی، کسی مسلم کو انھیں انکے حق ملکیت سے محروم کرنا جائز نہیں ہے البتہ ان سے ان زمینوں کو خرید سکتا ہے، مگر جو لگان وہ لوگ ادا کرتے تھے۔ وہ خریدنے والے کے ذمہ بھی واجب الادا ہوگا۔

سألت ابا عبد الله عن شراء الارض من ارض الخراج فكرهة قال انما ارض الخراج للمسلمین فقالوا الیه یشتربها الرجل و علیه خراجها فقال لا باس الآن یستحیی من عیب ذلک. (تہذیب الاحکام: ج۷، ص۱۴۸)

www.ziaraat.com Gabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

میں نے جب عبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ خراج کی زمین کا خریدنا کیسا ہے؟ تو حضرت نے اس کی کراہت ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ زمین خراج تو جملہ مسلمانوں کی ملکیت ہوتی ہے لوگوں نے عرض کی کہ مشتری اس شرط پر خریدے گا کہ اس زمین کس خراج (سابق غیر مسلم کاشتکار کی طرح) اسکے ذمہ بھی واجب الادا ہوگا، تو فرمایا اس صورت سے خریدنے میں مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو خراج کے عیب سے شرم نہ آتی ہو۔

صاحب مکاسب لکھتے ہیں:

و ظاهره كما ترى عدم جواز بيعها حتى بيع الا ثار المملوكة فيها على ان تكون جزء من المبيع فيدخل فى ملك المشترى نعم يكون للمشترى علىٰ وجه كان للبايع اعنىٰ مجرد الاولوية و عدم جواز مزاحمة.

جیسا کہ تم دیکھتے ہو ظاہر حدیث یہ ہیکہ اس زمین کا بیع کرنا جائز نہیں حتی کہ اگر اسمیں کچھ ایسے آثار (مثلا درخت مکان وغیرہ) ہیں جو کسی کی ملکیت ہیں تو ان کے مالک کو ان آثار کے ساتھ اس زمین کے فروخت کا اختیار نہ ہوگا ۔ کہ وہ بھی ان کو ساتھ خریدنے والے کی ملکیت بنجائے ۔ البتہ خریدار کا اس زمین پر وہی حق ہوگا جو بیچنے والے کا تھا۔ یعنی اولیہ (بہ نسبت دوسرے کے ان کو حق انتفاع زیادہ ہونا) اور منفعت حاصل کرنے میں اس کی مزاحمت وممانعت جائز نہ ہوتا۔ (کتاب مکاسب: ج ۴ ص ۲۲)

لگان و مالگذاری زمین کی اجرت ہے
اس کی تعیین کاشتکار کی رضامندی پر موقوف ہے

ليس للخراج قدر معين ميل المناط فيه ما تراضى فيه السلطان و مستعمل الارض لان الخراج هى اجرة الارض فينوط برضى الموجر و

المستاجر.. (کتاب مکاسب: ۷۷)

خراج یعنی زمین کی لگان کی کوئی معین مقدار نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات سلطان اسلام اور زمین کے عالموں کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے۔ اس لئے کے خراج زمین کی اجرت ہے اور اجرت کا معاملہ موجر اور مستاجر (مالک اور کرایہ دار) کی باہمی رضامندی پر موقوف ہوا کرتا ہے۔

یہ حکم ظاہر کرتا ہیکہ شریعت اسلام حکومت اسلامیہ اور اہل خراج یعنی کاشتکاروں کے درمیان تعیین خراج کا معاملہ دو برابر کے شریکوں کی طرح طے کرنا چاہتی ہے حکومت خود اپنی طرف سے کوئی مقدار خراج مقرر کر کے انکو ادا کرنے پر مجبور نہیں کرے گی ۔ بلکہ اسکا تعین فریقین کی باہمی رضامندی سے ہوگا معمول دنیا یہ رہا کہ حکومتیں خود زمینوں کی حیثیت اور انکی مقدار لگان و مالگذاری مشخص و معین کرتی ہے زمینداروں اور کاشتکاروں کی رضامندی اسمیں شرط نہیں ہے۔ انکے معاملات مؤجر و مستاجر کی مساوی حیثیت کے اصول پر قائم نہیں ہوتے، بلکہ حاکم اور رعایہ کی حیثیت سے طے کئے جاتے ہیں، دنیا میں امت اسلامیہ کی یہ واحد مثال ہے کہ وہ کاشتکاروں کے برابر شریک کی حیثیت دے کر انکے رضامندی کے بغیر تشخیص مالگذاری وخراج کا معاملہ خود حاکمانہ طریقے پر طے نہیں کرنا چاہتی بلکہ تراضی طرفین اس معاملہ کی بنیادی شرط قرار دیتی ہے، اس طرز عمل سے ظاہر ہے کہ نظام اسلامی کاشتکاروں کو کتنی اہمیت دیتا ہے، اور اس کی نظر میں اس طبقے کی کتنی عظمت ہے، اسکا طریقہ کار جاگیرانہ نظام سے کتنا مختلف ہے۔

ایک ضروری امر کی توضیح

احادیث منقولہ بالا یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ زمین کے بعض اقسام کا رسولؐ و امامؑ کی ملکیت ہونا اور ریاست کا حق قرار پانا عامۃ الناس کے حق انتفاع میں مزاحم وخلل انداز

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوتا، ان زمینوں کی نوعیت شاہی جاگیر اور سلاطین کی زیادتی املاک اور صرف خاص کی جائدادوں کی نہیں ہوتی، جن میں رعایہ کا کوئی حق نہیں ہوتا، وروہ محض ان کے شاہانہ وامیرانی جاہ وجلال کے برقرار رکھنے کا ذریعہ ہوں اور محض ذاتی عیش وعشرت کا سامان مہیا کرتی ہوں، بلکہ وہ بھی ریاست اسلامیہ ہی کی ملکیت ہوتی ہے اوران کا تعلق بھی مفاد عامۂ خلائق سے ہوا کرتا ہے، چونکہ شریعت اسلامیہ نے بعض اقسام آراضی کو ملک عامہ مسلمین قرار دیا ہے اوران کو سلطنت اور رعایہ کے عام مصالح کیلئے مخصوص کردیا ہے اور مملکتی ضرورتی سے فاضل رقم میں ''تقسیم بالسویہ'' کا اصول تجویز کیا ہے جس کی رو سے وہ ہر خاص وعام، ہر امیر وغریب پر مساوی تقسیم کی جائے گی، لہٰذا امیر حکومت اسلامیہ کی قانونی حیثیت ان زمینوں کے بارے میں محض متولی ونگرانی کی قرار دی گئی ہے۔ جس کا کام خراج اصول کرنا اور مصالح عامہ میں خرچ کرنا اور فاضل رقم کو عام مسلین پر بالسویہ تقسیم کردینا ہے۔

یہ ظاہر ہیکہ عام ملکی ضرورتوں کے علاوہ رعایا کی کچھ خاص ضرورتیں بھی ہوتی ہے۔ جو والی ریاست وحکومت سے متعلق ہوتی ہے اوران میں اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے اختیار از روئے قانون وسیع رکھے جائیں تاکہ حسب ضرورت ومصلحت مناسب عملدر آمد کرسکے۔ اس واسطے زمین کے بعض اقسام کو والی حکومت یعنی رسولؐ وامامؑ کی خاص ملکیت قرار دیا گیا ہے۔ اوراسی کے ساتھ اس پر اور ذمہ داریاں بھی عاید ہوتی ہے۔

امیر ریاست اسلامی کے مخصوص فرائض اور ذمہ داریاں

یتیموں کی پرورش بیواؤں کی امداد اور قرضوں کا ادا کرنا، **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم** (سورۂ احزاب) کی تفسیر میں منقول ہے۔ (تفسیر صافی):

فلما جعل الله النبیؐ ابالمومنین الزمه مؤنتهم و تربية ايتامهم فضد ذلک صعد رسول اللهؐ المنبر من ترک مالا فلورثته و من ترک دينا او ضياعا فعلی و الی فالزم الله ينيه ما يلزم الوالد للولد و کذلک الزم امير المومنينؑ واالزم رسولؐالله من بعد ذلک و بعد الائمة واحدا واحدا .

جب خدا نے رسول ﷺ کو مومنین کا باپ قرار دیا تو ان کی کفالت اوران کے یتیموں کی پرورش بھی ان پر لازم کردی جب ایسا ہوا تو جناب رسالتمآب منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا جو شخص کوئی مال چھوڑے گا وہ اس کے وارثوں کا ہوگا۔ جو آدمی قرض یا تباہ حال عیال چھوڑ جائے گا تو وہ میرے ذمہ ہے اور میری طرف (یعنی اداء قرض اور تربیت عیال کا میں ذمہ دار ہوں) تو خدا نے اپنے رسولؐ پر وہ بات فرض کی جو باپ پر بیٹے کے حق میں فرض ہوتی ہے اسی طرح امیر المومنینؑ نے اپنے بعد کے امامؑ پر وہ امر لازم کیا جو رسولؐ خدا آپ پر فرض کر گئے تھے اور یہی آئمہؑ میں یکے بعد دیگرے جاری رہا۔ (مستدرک الوسائل: ج ۱۳ ص ۲۴)

کس قسم کے دیون کا ادا کرنا حاکم شرح کا فرض ہے؟

حضرت امام صادقؑ کا ارشاد ہے: **من کان له علی رجل مال اخذه ولم ينفقه فی اسراف او فی معصية فعسرعليه ان يقضيه فعلی من له المال ان ينظره حتی يرزقه الله فيقضيه واذا کان الامام العادل قائمافعليه ان يقضی عنه دينه لقول رسول اللهمن ترک مالا فلورثته ومن ترک دينا او ضياعا فعلی و علی الامام ما ضمنه الرسولؐ** (مستدرک الوسائل: ج ۱۳ ص ۴۱۰)

جس شخص کا کسی پر قرض ہو جس کو قرضدار نے فضول خرچی اور خدا کے گناہ میں صرف نہ کیا ہو اور اس کا ادا کرنا تنگدستی کی وجہ سے دشوار ہوجائے تو صاحب مال کو اسے مہلت دینا اور اس وقت

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

یک انتظار کرنا لازم ہے کہ خدا اس کو وسعت رزق دے۔ اور وہ قرض ادا کر کے اور امام عادل اگر برسر حکومت ہوں تو ان کا فرض ہوگا کہ اس شخص کا قرض ادا کرے کیونکہ جناب رسولؐ خدا کی حدیث ہے، من ترک مالا . الخ. جو شخص مال چھوڑے کا تو وہ اس کے ورثہ کا ہوگا اور اگر قرض یا تباہ حال عیال چھوڑ جائے گا تو وہ میرے ذمہ ہے اور امامؑ پر وہ ذمہ داری ہوگی جو رسولؐ نے ان پر عائد کی ہیں۔

نیز مروی ہے، الامام یقضی عن المومنینؑ الدیون امامؑ مومنین کے قرضے ادا کریں گے

خود کاشت کرنے کی ہدایت

اسلامی نظام معیشت ہر آدمی کو یہ حکم دیتا ہے کہ مملوکہ اور مقبوضہ آراضی میں خود کاشت کرے، اور خود باغ لگائے۔ حدیث میں ہیکہ جناب رسالتمآبؐ زمین کے مالکوں سے فرمایا کرتے تھے ازرع فی ارضک، خود کاشت کرو۔ کان یعمل بیدہ ،حضرت اپنے ہاتھ سے کام کاج کیا کرتے تھے۔

قانون مزارعت

لیکن خود کاشت نہ کرنے کی صورت میں لگان یا بٹائی پر دوسرے شخص کا معاملہ کر لینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور اس کو اصطلاح فقہ اسلام میں مزارعہ کہتے ہیں:۔

حدیث نبویؐ ہے: لا باس بالمزارعة بالثلث والربع والخمس واقل و اکثر مما یخرج اذا کان صاحب الارض لا یاخذ المزارع الا بما اخرجت.

مزارعہ (بٹائی) کا معاملہ پیداوار کے تیسری چوتھے پانچویں حصے یا اس کے کم یا زیادہ پر بھی طے کرنے میں مضائقہ نہیں۔ مگر مالک زمین کو کاشتکار سے اپنی زمین کی پیداوار ہی سے وصول کرنے کا حق ہوگا۔ (مستدرک الوسائل: ج ۱۳ ص ۴۶۵)

مالک زمین کا مطالبہ
صرف اس کی زمین کے پیداوار سے متعلق ہوگا

جناب صدوق ابن بابویہ نے فرمایا: لا باس ان تستاجر الارض بدرهم (و) بدارهم و تزارع الناس علی الثلث والربع او اقل او اکثر اذا کنت لا تاخذ الرجل الا بما اخرجت ارضک. (تهذیب الاحکام: ج۷، ص۱۹۴)

اس میں مضائقہ نہیں کہ تم زمین نقدی لگان پر اٹھادو، یا مزارعہ (بٹائی) کا معاملہ تہائی چوتھائی یا اور اس سے کم و پیش غلے پر کرلو، جبکہ تم اس آدمی سے جس سے معاملہ کیا ہے اپنی زمین کی پیداوار ہی میں سے وصول کرو۔

اسلام کا قانون مزارعت نظام جاگیرداری نہیں
یہ کاشتکاروں کا حامی
اور نظام عدل و مساوات ہے

اسلامی، مزارعت، کو اس قسم کی جابرانہ وظالمانہ معاملہ پر قیاس نہ کرنا چاہئے جو ہندوستان یا دوسرے ممالک میں عام طور سے زمین دار و کاشتکار کے درمیان ہوتا ہے بلکہ وہ ایسا معاملہ ہے جس میں جانبین کے حقوق از روئے انصاف معین اور محفوظ ہوتے ہیں مالک زمین اور کاشتکار دونوں کا اشتراک ومساوات کا درجہ اس معاملہ کی روح سے ہے، اس کے شرائط واحکام جو فقہ اسلامی کی کتابوں میں مذکور ہیں میرے اس بیان پر شاہد ہیں، اس مختصر سے مضمون میں ان کو نقل کرنا مناسب نہ ہوگا، البتہ چند شواہد یہاں پیش کئے جاتے ہیں، جو یہ ثابت کر دینے کے لئے کافی ہیں کہ اسلام کا عادلانہ نظام کاشتکاروں کا جتنا حامی و ہمدرد ہے اس کی مثال عالم کے جاگیرانہ وزمیندارانہ نظامات میں نہیں مل سکتی۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کسانوں کے حقوق کا تحفظ، وقت وفات شارع اسلام کی وصیت کاشتکاروں پر ظلم نہ ہونے پائے، مقررہ لگان سے زیادہ رقم وصول نہ کی جائے بیگار کی ممانعت

علی الازرق راوی ہیں: سمعت ابا عبد الله یقول وصی رسول الله علیا عند وفاته فقال یا علیؑ لا یظلم الفلاحون بحضرتکم ولا یزاد علی الارض و صنعت علیها ولا سخرت علی مسلم یعنی الاجیر. (الکافی: ج۵، ص۲۸۴)

میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ کو بوقت وفات وصیت فرمائی کہ اے علیؑ، کسانوں پر تمہارے روبرو کوئی ظلم نہ ہونے پائے اور نہ زمین کا مقررہ لگان بڑھایا جائے اور نہ کسی مسلم اجیر سے بیگار کی جائے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان کاشتکاروں کی حمایت میں بیگار اور نذرانہ کی ممانعت

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کان الامیر المومنینؑ یکتب الیٰ عماله لا تسخروا المسلمین وماسألکم غیر الفریضه فقد اعتدی فلا تعطوه وکان یکتب یوصی بالفلاحین خیرا. (وسائل الشیعه: ج۱۹ ص۶۲)

حضرت امیر المومنینؑ اپنے عمال کو یہ فرمان بھیجا کرتے تھے کہ مسلمانوں سے بیگار نہ لیا جائے (پھر کاشتکاروں سے خطاب فرماتے تھے کہ) جو کچھ واجب الادا لگان کے ماسوا تم سے مانگا جائے وہ زیادتی وظلم ہے، تم وہ مانگنے والے کو نہ دینا، اور آپؑ اپنے فرمانوں میں کاشتکاروں کے حق میں لکھا کرتے ہیں، کہ عمدہ سلوک کیا جائے۔

اسلام ممالکہ مفتوحہ کے غیر مسلم کاشتکاروں کے ساتھ بھی ان ناانصافیوں کو ناروا سمجھتا ہے جو دنیا کے جاگیردارانہ نظامات میں عموما کی جاتی ہے۔ وہ انکی مرضی کے خلاف بیگار یعنی بدون معاوضہ خدمت لینا یا کوئی اور منفعت حاصل کرنا ممنوع قرار دیتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

(۱) ان رسول الله اعطیٰ یهود خیبر علی الشطر فکان یبعث علیهم من یغرض علیهم و یامر هم ان یبقیٰ لهم ما یاکلون.

جناب رسالتمآب نے اراضی مفتوحہ نصف بٹائی پر خیبر کے یہودیوں کو دیدی۔ اور آپ کسی کو پیداوار اور حصہ کا تخمینہ کرنے کے لئے بھیجتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ یہودیوں کے پاس اتنا باقی رکھیں جو ان کے کھانے کے واسطے کافی ہو۔ (مستدرک الوسائل: ج۱۱ ص۱۲۵)

(۲) سألت ابا عبد اللهؑ عن سخرة فی القریٰ و ما یوخذ من العلوج والاکراه فی القریٰ فقال اشترط علیهم فما اشترطت علیهم من الدراهم والسخرة وما سویٰ ذلک فهو لک و لیس لک ان تاخذ منهم شیئا حتی تشارطهم وان کان کالمستیقن ان کان من نزل تلک القریة اخذ ذلک منه.

(وسائل الشیعه: ج۱۹ ص۶۲)

گاؤں میں جو بیگار طریقہ ہے۔ اور غیر معمولی اور کسانوں سے گاؤں میں جو کچھ (نذرانہ وغیرہ) لیا جاتا ہے، اور اسکی بابت میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا، کہ فرمایا کہ تم ان سے بطور شرط کے طے کرلیا کرو، نقد درہم (روپیہ) خدمت یا اس

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کے علاوہ جو کچھ بھی تم کاشتکار سے طے کرلو گے وہ تمہارا حق ہے اور تمہیں بغیر معاملہ طے کئے ہوئے ان سے کچھ لینا کا حق نہیں، اگر چہ انکو (بنا بر رواج عام کے) اسکا یقین ہی کیوں نہ ہو کہ گاؤں میں جو شخص بھی (زمیندار کی حیثیت سے) آئے گا وہ ان سے وہ چیزیں لیگا۔

خراج کی وصولیابی میں جابرانہ طریقوں کی ممانعت

خراج کی وصولیابی طریقوں کا انسداد کیا ہے، زدوکوب اور جبر وتشدد کے دوسرے طریقے اختیار کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ مطالبہ خراج میں آلات زراعت، ہل، بیل، ضروری لباس سرما و گرما، سامان خوراک روز مرہ کے ضروریات زندگی کو فروخت یا نیلام کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے، اگر معاشی مجبوریوں کی وجہ سے کاشتکار خراج ادا کرنے سے عاجز رہے ہوں تو ان کے ساتھ ہر طرح کی مراعات کا حکم دیا ہے، اس پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرمانوں کے مندرذیل اقتباس شاہد ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان
عمال خراج کے نام
عام کسانوں کے حق میں لاثانی ہمدردی

(۱) ولا تبیعن للناس فی خراج کسوة ستاء صیف ولا دابة یعتملون علیها ولا عبدا ولا تضربن احدا سوطا لمکان درهم ولا تمسس مال احد من الناس مصل ولا معاهد.. (نهج البلاغه: خ ۵۱)

اور دیکھنا خراج (لگان) مطالبہ میں لوگوں کے سردی و گرمی کے لباس کھانے کی

چیزیں جو انکا رزق ہیں وہ جانور جن سے وہ کاشت کرتے ہیں، اور غلام کو ہرگز فروخت نہ کرنا اور نہ انکو درہم (خراج) کیلئے مارنا، اور کسی مال کو ہرگز ہاتھ نہ لگانا خواہ وہ مسلم ہو یا ذمی یا یہودی و نصاریٰ وغیرہ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان
مالک اشتر کے نام

(۲) تفقد امر الخراج بما یصلح اهله فان صلاحه و صلاحهم لمن سواهم الابهم لان الناس کلهم عیال علی الخراج و اهله و لیکن نظرک فی عمارةالارض ابلغ من نظرک فی استجلاب المخرج لان ذلک لا یدرک الا بالعمارة و من طلب الخراج بغیرعمارة اخرب البلاد واهلک العباد و لم یستقم امره الا قلیلا فان شکورا ثقلا او علة اوانقطاع شرب اوبالة او احالة ارض اعتمر ها غرق او اجحف بها عطش خففت عنهم بما ترجوان یصلح به امر هم ولایثقلن علیک شئی خففت به المؤنة عنهم فانه ذخریعودون به علیک فی عمارة بلادک وتزئیین ولایتک مع استجلابک حسن ثنائهم و تبجحک باستفاضة العدل فیهم معتمدافضل قوتهم بما ذخرت عند هم من اجماعک لهم والثقة منهم بماعودتهم من عدلک علیهم فی رفقک بهم فربماحدث من الامور ما اذا عولت فیه علیهم من بعد احتملوه طیبة انفسهم به فان العمران متحمل ما حملته و انما یوتی خراب الارض من اعواز اهلها لا

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

شراف انفس الولاة علی الجمیع وسوء ظنھم بالبقاء و قلة انتفاعھم بالعبر .

(نھج البلاغة: خ ۵۳))

معیشت (سامان زندگی) کا دارومدار خراج واہل خراج ہی پر ہےاورخراج وصول کرنے سے زیادہ تمہاری نگاہ زمین کی آبادی پر رہنی چاہئے اس لئے کےخراج بغیر زمین کی آبادی کے حاصل نہیں ہوسکتا اور جس نے زمین کو آباد رکھے بغیرخراج وصول کرنا چاہااس نے ملک کوخراب اور بندگان خدا کوتباہ کردیا اوراس کی حکومت تھوڑے دنوں کے سوادرست نہ رہ سکی، پس اگر (کاشتکار) مقدارخراج (لگان کے بھاری ہونے اور کسی ناگہانی آفت یا نہر سے سیرابی کے بند ہوجانے یا مینہ نہ برسنے یا زمین کے غرقاب رہنے یا بخوبی سیراب نہ ہوسکنے سے پیداوار کی خرابی کی شکایت کریں تو ان سے اتنی مقدار کم کردو جتنی میں تم کوامید ہوکہ انکی حالت درست ہوجائے گی، اوراس مقدار کا کم کرنا تم پرگراں نہ گزرے کیونکہ وہ ان کے پاس جمع رہے گی۔اورشہروں کے آباد ہوجانے اور ملک کی حالت سدھرنے کے بعد تمہاری طرف پلٹ آئیگی ساتھ ہی اسکے تمکو انکی مدح ثناء بھی حاصل ہوگی اور ان کے درمیان عدل وانصاف جاری کرسکو گےان کوراحت دیکر جو کچھ ان کے پاس ذخیرہ کردوگے اسکو (خوشحالی کے وقت میں) انکی فاضل آمدنی پر (بوقت ضرورت) بھروسہ کرسکو گےاوراپنی نرمی وانصاف کی عادت دلا کرانکا اعتماد بھی حاصل کرلوگے، اسکے بعد ناگہانی ضرورتوں میں جب ان پر بھروسہ کروگےتو وہ بخوشی اس بوجھ کواٹھالیں گے، کیونکہ ملک کی آبادی وخوشحالی وہ سب بار اٹھاسکتی ہے جوتم اس پر ڈالوگے، اور کسانوں کامحتاج رہنا ہی زمین کی خرابی کا باعث ہوتا ہے، اور زمیندار مفلس اسی

وقت ہوتے ہیں جب حاکموں کے نفس مال و دولت سمٹنے پر مائل ہوجاتے ہیں، بقاءمنصب امارت

کی طرف سے بدگمان ہوجاتے ہیں، اورزمانہ کی عبرتوں سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ان غیر مسلم زمینداروں کے نام جنکی زمینوں پر سے اسلامی افواج گذرنے والی تھیں

اما بعد فانی سیرت جنودا ھی مادة بکم انشاء اللہ و قد اوصیتھمبما یجب اللہ علیھم من کف الذی و صرف الشذی وانابرع الیکم والی ذمتکم من معرة الجیش الاجوعة الضطر لا یجد عنھا مذھبا الی شیعه فنکلوا منھم ظلما عن ظلمھم و کفوا ایدی سفھائکم عن مضادتھم والتعرض لھم فیما استثنیناہ منھم وان بین اظھر الجیش فارفعواالی مظالمکم وما عراکم مما یغلبکم من امرھم ولاتطیقون دفعه الا باللہ وبی، اغیرہ بمعونة اللہ انشاء اللہ.

اما بعد میں نےفوجوں کوروانہ کیا ہے جوانشاءاللہ تعالیٰ تمہارےقریب سے گزریں گی، میں نے وہ باتیں سمجھادی ہیں جوخدا کی طرف سے ان پرفرض ہیں یعنی وہ اذیت رسانی شرانگیزی سے باز رہیں اب اگران فوجوں سے کوئی ضرر تمہیں پہونچے تو میں تم سے ان کی بابت اپنی برائت چاہتا ہوں، مگر یہ کہ کوئی شخص بھوک سے مضطر ہوکر بغیر کچھ نقصان پہونچائے سیر ہوسکنے کی کوئی راہ نہ پائے پس جوشخص ان میں سے (بغیرضرورت) کسی شئی کو ہاتھ لگائے تو اس کوظلم کی سزادو، مگر ہم نے جو کچھ مستثنیٰ کردیا ہے (یعنی بوقت ضرورت بقدر احتیاج (لے لینا) اسکی بابت اپنی قوم کے بےعقلوں کی مزاحمت اور چھیڑ چھاڑ کرنے سے باز رکھنا (اور یہ

Presented by Ziaraat.Com

جان لو کہ گویا) میں لشکر ہی میں موجود ہوں، پس جو مظالم تم پر ہوں اور فوجوں کہ طرف سے جوز بردستی تم پر واقع ہو۔ جس کے دفع کرنے پر تم خود قادر نہ ہوسکو تو وہ مجھ تک پہونچاؤ، میں خدا کی مدد سے اسکو دفع کردوں گا۔ (نہج البلاغہ: خ ۶۰)

معادن کے اقسام واحکام

جس طرح زمین کی بعض قسمیں اصلاً غیر مملوک قرار دی گئی ہیں۔ اور وہ شخص ان پر آباد کاری کی غرض سے پہلے قبضہ کرلے گا۔ وہ اسکا حقدار بن جائیگا۔ اس طرح کا حکم مورتیات کی بعض اقسام کا بھی ہے اسکی تفصیل معلوم کرنے کیلئے شرائع اسلام کی مندرجہ ذیل عبارت پر نظر کرنی چاہئے

معادن ظاہرہ

الطرف الرابع فی المعادن فالظاهر منها لا تفتقر الی اظهار کالملح والنفط والقار لاتملک فلا یختص بهاالمحجر و فی جواز اقطاع السلطان المعادن المیاه تردد. (شرائع الاسلام: ج ۳ ص ۲۷۸)

طرف چہارم معادن کے بیان میں: ظاہری معادن یعنی جو نکالنے کے محتاج نہ ہوں (ان تک بغیر کسی محنت ومشقت کے رسائی ہوسکتی ہو) مثلاً نمک اور نفط (مٹی کا تیل اور قیرے تارکول) اس قسم کے معادن کا کوئی مالک نہیں ہوتا اور نہ وہ تحجیر (کسی چیز سے روک دینے) کی وجہ سے محجر (روکنے والے) کیلئے مخصوص ہوتے ہیں، اور آیا حکومت کیلئے ایسے معادن اور (دریاؤں اور ندیوں) پانی کو کسی کی جاگیر قرار دینا جائز ہے، تو اس بارے میں تردد ہے، جو شخص ایسے معادن اور پانی تک پہونچے گا اسکو بقدر اپنی حاجت کے اس میں سے لینا جائز ہے۔

معادن باطنہ

من سبق الیها فله اخذ حاجته اما المعادن الباطنة هی التی لا تظهر الا بالعمل کمادن الذهب الفضة النحاس فهی تملک بالاصیاء.

معادن باطن سے مراد وہ ہیں جو بغیر عمل ومحنت کے ظاہر نہ ہوتے ہوں جیسے سونے چاندی تانبے کی کانیں اس قسم کے معادن بوجہ احیاء (آبادی کرنے کھودے نکالنے کے) ملک بن جاتے ہیں۔ (شرائع الاسلام: ج ۴ ص ۶۹۷)

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ معادن کی دو قسمیں ہیں، اور ایک کا حکم جداگانہ ہے

(اول) معادن ظاہرہ۔ یعنی جن تک رسائی آسان سے نفع اٹھانا بغیر کسی محنت و مشقت کے ممکن ہو چونکہ ایسے معادن کی چیز خود بخود باہر آجانے کی وجہ سے بغیر محنت اور عملی جدوجہد کے قابل انتفاع ہوتی ہیں۔ لہذا وہ بندگان خدا کی مشترکہ ملکیت رہیں گی اور ان کا شمار منافع مشترکہ میں ہوگا۔

(دوم) معادن باطنی۔ یعنی وہ معادن جن کے کھدنے میں اور نکالنے میں محنت و مشقت اور عملی جدوجہد درکار ہوتی ہے، وہ محنت وعمل کی بنا پر انفرادی ملکیت بن سکتی ہیں، اور ان کا حکم ان بنجر زمینوں کا ہوگا جن کا ذکر اوپر گذرا۔

چند ضروریات زندگی
جن کو اسلام نے اشتراکی سرمایہ قرار دیا ہے

چند اہم ضروریات زندگی کو اسلام نے عامہ خلائق کا اشتراکی سرمایہ قرار دیا ہے۔ اور وہ اس حدیث میں مذکور ہے: **قال رسول الله خمس لا یحل منعهن الماء والملح والکلاء والنار والعلم .** (مستدرک الوسائل: ج ۱۳ ص ۴۳۵)

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

پانچ چیزوں کی روک ٹوک جائز نہیں ۔ پانی ۔ نمک ۔ آگ ۔ چوپایوں کا چارہ ۔ (سبزہ گھاس وغیرہ) اورعلم (جس مذہب میں علم کو مخصوص طبقہ کا حق قرار دیا گیا ہے وہ سر در گریبان ہوکر پیغمبر اسلام کی اس حدیث پر غور کرے)

ان کی تفصیل احکام کتب فقہ اسلام سے معلوم کئے جاتے ہیں ۔ اس مختصر مضمون میں ان کی گنجائش نہیں ہے ۔

تجارت کی اہمیت وضرورت اور اسکے شرعی احکام

حدیث منقولہ بالا '' وجہ التجارۃ '' کے متعلق جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا:

اما وجه التجارة فقوله تعالىٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ الخ . (البقرہ: ۲۸۲) فعرفهم سبحانه كيف يشترون المتاع في السفر والحضر و كيف يتجرون.

کسب معاش کا طریقہ تجارت کی طرف خدا نے اس آیہ مبارکہ میں ہدایت فرمائی ہے ،خدا نے اس آیت میں انسانوں کو بتایا ہیکہ سفر وحضر میں کس طرح متاع تجارت خریدیں اور کیونکر بیع وشراء کے معاملات کریں ۔ (وسائل الشیعہ: ج ۱۷ ص ۱۱)

سورۂ بقرہ کی چند آیتوں میں خداوند عالم نے نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ سفر وحضر میں نقد وقرض کے معاملات کس طرح کئے جائیں ۔ حضرت امیرؑ نے انہیں کی طرف توجہ دلائی ہے ۔

زمانۂ حاضرہ کے مشاہدات نے اب اس حقیقت کو محتاج بحث نہیں رکھا ہے کہ قوم کے معاشی فلاح و بہبود کا راز وسائل معاش میں سب سے زیادہ تجارت میں مضمر ہے ۔ اور

یہی مبارک پیشہ معاشی نظام کی ترقی و برتری کا کفیل اعظم بنتا ہے ،جس قوم کو تجارت کی برکات میسر نہیں وہ دوسرے قوموں کی دست نگری اور غلام ضرور ہونگی ،اگر سیاسی نہیں تو کم از کم اقتصادی و معاشی حیثیت سے اسکا غلام بن جانا ناگزیر ہے ،اسی بات کی جانب جناب صادق آل محمد علیہم السلام نے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے لا تدعوا التجارة فتهونوا اتجروا يبارک الله لكم ،، تجارتی کاروبار نہ چھوڑو کہ اس سے تم ذلیل ہوگے تجارت کرو خدا تمہیں برکت دے ۔ (تہذیب الاحکام: ج ۷، ص ۳)

نیز اسی وجہ سے ترک تجارت کو حدیث میں بے عقلی سے تعبیر کیا ہے ،اور اسکو سبب زوال عقل بتایا ہے:

من ترک التجارة ذهب ثلثا عقله لا تترکها فان ترکها مذهبة للعقل اسع علىٰ عيالک واياک ام يکونوا هم السعاة عليک. (وسائل الشیعہ: ج ۱۲ ص ۶)

جو شخص تجارت کو چھوڑ دیتا ہے اسکی دو تہائی عقل چلی جاتی ہے ۔ تجارت ترک نہ کرو ، کہ اس سے عقل زائل ہوجاتی ہے اپنے اہل وعیال کی معیشت کے لئے تم دوڑ دھوپ کرو ،اور ایسا نہ ہونے دو کہ وہ تمہارے لئے محنت وسعی کریں ،فقہ اسلام میں احکام تجارت کو خاص اہمیت حاصل ہے ،ان کے متعلق بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوسکے گا کہ فقہ اسلام نے تجارت کو ایک مستقل فن کا مرتبہ دیا ہے ،اور ساتھ ہی تجارت کو ہدایت کی ہیکہ کاروبار تجارت شروع کرنے سے پہلے اس کے مسائل پر عبور حاصل کرلیں ،جناب شیخ مفید ۔

ارشاد خداوندی:

لا تاكلوا اموالكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض (نساء:۲۹)

اور قول الٰہی انفقوا من طيبات ما كسبتم (بقرہ:۲۶۷) کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ہیں:فندب الی الاتفاق من طیب الاکتساب و نهی عن طلب الخبیث للمعیشة فمن لم یعرف فرقا مابین الحلال من المکتب والحرام لم یکن مجتنبا للخبیث من الاعمال ولا کان عن ثقة فی تفقة من طیب الاکتساب.

خدا نے پاک کمائی سے راہ خدا میں خرچ کرنے کی دعوت دی ہے اور ناپاک روزی سے منع کیا ہے جو آدمی یہ نہ جانتا ہوگا کہ حلال وحرام کمائی میں کیا فرق ہے وہ خبیث و (ناپاک) کاروبار سے پرہیز نہ کرسکے گا، اور نہ قابل اعتماد علم اس بات کا اسے حاصل ہوگا کہ کمانے کا عمدہ اور پاک طریقہ کیا ہے۔(المقنع: ص ۱ ۹ ۵)

نیز خدا کا ارشاد ہے:

ذَلِکَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (بقرہ:۲۷۵)

ذلک بانهم یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جیسا کاروبار ویسا ہی سود کا معاملہ، حالا کہ کاروبار کو خدا نے حلال اور سود کو حرام کردیا ہے، لہذا ہر آدمی کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بیع جو ربوا کے خلاف ہے (اور جو حلال قرار دی گئی ہے) کیا ہے تا کہ اسے یہ علم ہوجائے کہ خدا نے تجارت اور اکتساب معاش کے وسائل وذرایع میں سے کسکو حرام قرار دیا گیا ہے، اور مروی ہیکہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: من اتجر بغیر علم فقد ارتطم فی الربا ثم ارتطم: کہ جو شخص بغیر علم کے تجارتی کاروبار کرے وہ ربوا کے دلدل میں گریگا اور پھر گریگا۔

من ارادالتجاره فلیتفق فی دینه:قال الصادق علیه السلام: لیعلم بذلک ما یحل له و یحرم علیه و من لم یتفقه فی دینه ثم اتجر تورط فی شبهات.(وسائل الشیعه: ج۱۷ ص۳۸۲)

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو تجارت کرنا چاہتا ہے اسکو دینی

مسائل کا علم ضرور حاصل کرلینا چاہئے، تا کہ اس کو معلوم ہوجائے کہ اس کے لئے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے، اور جو بغیر علم حاصل کئے تجارت کریگا وہ شبہات میں مبتلا ہوگا: (حلال وحرام کی تمیز نہ کرسکے گا)۔

تجارت سے متعلق اس مختصر مضمون میں صرف چند بنیادی اصول اور اساسی احکام و ہدایت کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

معاملہ تجارت کی بنیاد تراضی ترفین پر ہونی چاہئے

فرمان خداوندی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (نساء:۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ باہم تجارتی معاملات ایک دوسرے کی رضامندی سے ہوں۔

اس آیۂ مبارکہ میں معاملات تجارت کے متعلق فقہ اسلام کے احکام وہدایات کی بنیاد واضح کردی گئی ہے، یعنی خرید وفروخت میں کسی طرح کی بدمعاملگی نہ ہونی چاہئے اور معاملۂ تاجر اور گاہک کی باہمی رضامندی اور خوش دلی پر مشتمل ہونی چاہئے صاحب کنز العرفان نے اس آیت کی تفصیل میں فرمایا ہے:

هٰهنا فروع (۱) شرط التجارة کونها عن تراض ای صادرة عن تراض من المتعاقدین فیخرج مالم یکن کذلک عن الاباحة. (ب) قال الشافعی المراد التفرق عن تراض فلهما الخیار قبل التفرق وهو مذهب الاصحاب لقولهؐ البیعان بالخیار مالم یفترقا.(وسائل الشیعه: ج۱۸ ص ۵)

تجارت میں یہ شرط ہے کہ وہ تاجر اور دونوں کی باہمی رضامندی سے واقع ہو معاملہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

تجارت ایسا نہ ہوگا اباحت سے خارج ہوگا (جائز وحلال نہ ہوگا) شافعی کا قول ہے کہ تراضی کے ساتھ طرفین کا ایک دوسرے سے جدا ہونا مراد ہے لہٰذا جب تک صاحب مال اور خریدار متفرق نہیں ہوئے ہیں معاملہ کی فسخ کر دینے کا انہیں حق حاصل رہے گا اور یہی مذہب ہمارے اصحاب (علماء امامیہ) کا بھی ہے کیونکہ آن حضرت کا ارشاد ہے، بائع ومشتری کو خیار حاصل ہے (یعنی انہیں معاملات کے فسخ کر دینے کا حق ہے) جب تک متفرق نہ ہو جائیں۔

(ج) عقدالمکرہ باطل نعم لواجاز فیما بعد صح لحصول الرضاء:

مجبور کا معاملہ خرید وفروخت باطل ہے ہاں اگر بعد حصول اختیار اجازت دے تو صحیح رہیگا کیونکہ رضا (جو شرط صحت معاملہ ہے) حاصل ہوگی۔

(۲) الرضاء یراد بہ المعتبر شرعا فلا ارعتبار برضاء الصبی والمجنون والسکران والسفیہ والمفلس فلا یصح عقودتھم ولواجازوا بعد زوال المانع. (کنز العرفان)۔

رضا سے وہ رضا مراد ہے۔ جو شرعا معتبر ہے، لہذا بچے دیوانے، نشہ میں سرشار بے عقل ومفلس (قاضئ شریعت کی طرف سے جس کو دیوانہ ومفلس قرار دیا گیا ہو) کا معاملہ صحیح نہ ہوگا اگرچہ بعد زوال مانع اسکی اجازت دیں۔

حق کی لین دین شرط تجارت ہے

حدیث نبوی ہے:

التاجرفاجر والفاجر فی النار الامن اخذالحق واعطیٰ الحق۔

تاجر فاجر (بدکار) ہے اور فاجر جہنمی ہے مگر جو حق لے اور حق دے۔

(وسائل الشیعہ: ج ۱۷ ص ۳۸۴)

تجارت میں بدمعاملگی نہ ہونے پائے

نیز حدیث نبوی ہے: **.افضل الکسب بیع مبرور عمل الرجل بیدہ** سب سے اچھی کمائی بیع مبرور ہے اور دستکاری ہے۔ (مستدرک الوسائل: ج ۱۳ ص ۲۴)

بیع مبرور' ایسا تجارتی کاروبار مراد ہے جس میں دھوکا! فریب، خیانت بدمعاملگی، ضرر ونقصان، خدا کی نافرمانی مردم آزاری نہ ہو۔

آداب تجارت کی بابت
تجار کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایتیں

مروی ہیکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بنفس نفیس کوفہ کے بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے اور تاجروں کے مجمع میں یوں خطاب فرماتے تھے:

قدموا الاستخارة وتبرکوا بالسھولة واقتربوا من المتباعین وتزینوا بالحکم وتناھوا عن الیمین و جانبوا الکذب وتجافوا عن الظلم وانصفوا المظلومین ولا تقربواالربوا واو فوالکیل والمیزان ولا بخسواالناس اشیاء ھم الا تعثوا فی الارض مفسدین. (الکافی: ج۵ ص۱۵۱)

سب سے پہلے خدا سے خیر کے طالب ہوں اور سہولت ونرمی سے برکت حاصل کرو خریداروں سے قریب رہو (یعنی بدخلقی نہ کرو کہ وہ تم سے دور ہو جائیں) اور حلم سے آراستہ بنو قسموں سے باز رہو جھوٹ سے بچو ظلم سے دور بھاگو مظلوموں کے ساتھ انصاف کرو، ربا، سود کے قریب نہ جاؤ ناپ تول پوری کیا کرو لوگوں کی (خریدی ہوئی) چیز کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ارشادنبوی: تاجر کو پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے

حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا: قال رسول اللهؐ من باع واشتری فلیحفظ خمس خصال والافلا یشترین ولا یبیعن الربوا والحلف وکتمان العیب والحمد اذا باع والذم اذا اشتری ۔(الکافی: ج۵،ص۱۵۰)

جو آدمی خرید وفروخت کرے اس کو پانچ باتوں کی نگہ داشت ضروری ہے اگر نہ کرسکتا ہو تو ہرگز خرید وفروش کا کاروبار نہ کرے سود لینا قسم کھانا مال کا عیب چھپانا بیچنے کے وقت اپنے مال کی تعریف کرنا اور خریدنے کے وقت دوسروں کے مال کی برائی کرنا۔

چند آداب تجارت ارشاد نبویؐ میں:

ابوامامہ راوی ہیں، :سمعت رسول الله یقول اربع من کن فیه طاب مکسبه اذااشتری لم یعب واذا باع لم یحمد ولا یدلس وفیما بین ذلک لا یحلف. (الکافی: ج۵،ص۱۵۳)

میں نے جناب رسالت مآب کو یہ فرماتے سنا کہ جس آدمی میں چار باتیں ہونگی اس کی کمائی پاک ہے جب خریدے تو عیب نہ لگائے جب بیچے تو تعریف نہ کرے تدلیس سے کام نہ لے (یعنی خریدار سے مال کا عیب نہ چھپائے) اور قسمیں نہ کھائے۔

آداب تجارت کے متعلق امام جعفر صادقؑ کی ہدایات

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے ایک صحابی کو جو سفر تجارت کا قصد کرکے حاضر خدمت ہوئے اور آپ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا:

علیک بصدق اللسان فی حدیثک ولا تکتم عیبا یکون فی

تجارتک ولا تغبن المسترسل فان غبنه لا یحل ولا ترض للناس الا ما ترضیٰ لنفسک واعط الحق وخذه ولا تخف ولا تخن فان التاجر الصدوق مع سفرة الکرام البورة یوم القیامة واجتنب الحلف فان الیمین الفاجرة تورث صاحبها النار والتاجر فاجر الامن اعطیٰ الحق واخذه و اذا عزمت علی السفر اوحاجة مهمة فاکثر الدعاء والاستخارة فان ابی حدثنی عن ابیه عن جده ان رسول اللهؐ کان یعلم اصحابه الاستخارة کما یعلمهم السورة.

اپنی زبان گفتگو میں سچی رکھو اور مال میں جو عیب ہے اسے نہ چھپاؤ جو تم پر معاملہ میں بھروسہ کرے اس کو نقصان نہ پہنچاؤ اس کا نقصان کرنا حلال نہیں اس کا مقصد یہ نہیں کہ دوسروں کو کم دینا جائز ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یوں تو عام خریداروں کو نقصان پہونچانا یا کم دینا جیسا کہ پہلے معلوم ہوا جائز نہیں ہے لیکن اس آدمی کے ساتھ یہ برتاؤ جو تمہاری ایمانداری و دیانت پر بھروسہ کرتا ہو اور بھی برا ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی بات پسند کرو جو اپنی ذات کیلئے پسند کرتے ہو حق دو، اور حق لو، نہ ڈرو اور نہ خیانت کرو بیشک سچا تاجر قیامت کے روز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ کیوں کہ جھوٹی قسم کھانے والے کو جہنم کا مستحق بناتی ہیں۔ تاجر فاجر (بدکار) ہے مگر وہی اس مستثنیٰ ہے جو حق دے اور حق لے۔ اور جب سفر تجارت کا قصد کرو یا کسی اہم ضرورت میں گھر سے نکلو تو خدا سے دعا اور طلب خیر زیادہ کرو۔ میرے والد اپنے پدر عالیقدر سے اور انھوں نے اپنے جد امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ اپنے اصحاب کو طلب خیر کے طریقے اور دعائیں سورۂ قرآن کی طرح سکھایا کرتے تھے۔ (وسائل الشیعه: ج ۱۷ ص ۴۸۵)

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کم تولنے کی مذمت

(۱) والسماء رفعها ووضع الميزان الا تطغوا فی الميزان و اقيموا الوزن بالقسط و لا تقسروا الميزان. (الرحمٰن: ۷. ۹)

اور خدا نے انصاف کو قائم کیا تاکہ تم لوگ ترازو (سے تولنے) میں ناانصافی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ اور تول کم نہ کرو۔

ناپ تول میں کمی کرنے والے کے لئے تباہی ہے

(۲) ويل للمطففين الذين اذاكتالوا على الناس يستوفون اذا كالوهم او وزنوهم يخسرون الا يظن اولئک انهم مبعوثون ليوم عظيم يوم يقوم الناس لرب العالمين. (المطففين: ۱. ۵)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی (تباہی) ہے۔ جو اوروں سے جب ناپ تول کرتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا وہ ایک بڑے (سخت) دن کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ جس دن تمام لوگ سارے جہانوں کے پروردگار کے سامنے ٹھہرے ہوں گے۔

(۳) و اوفواالکيل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقيم ذلک خير و احسن تاويلا. (الاسراء: ۳۲)

جب ناپ کر دینا ہو تو پیمانہ کو پورا بھر دیا کرو۔ اور (جب تول کر دینا ہو تو) ٹھیک ترازو سے تولا کرو۔ یہی اچھا طریقہ ہے اور اس کا انجام بھی بہتر ہے۔

(۴) و اوفواالکيل ولا تکونوا من الخسرين. وزنوابالقسطاس

المستقيم. ولا تبخسوا الناس اشياء هم ولا تعثوا فی الارض مفسدين. واتقوا الذی خلقكم والجبلة الاولين. (الشعراء: ۱۸۱. ۱۸۴)

پیمانہ پورا کر دیا کرو۔ اور کم دینے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ اور لوگوں کی (خریدی ہوئی) چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے نہ پھرو۔ اور اس (پیدا کرنے والے) سے ڈرو جس نے تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا۔

ناپ تول میں کمی کرنے سے قومیں مبتلائے عذاب ہو چکیں ہیں

صفوان راوی ہیں:

بن المسترسل قال ابو عبد الله عليه السلام ان فيكم خصلتين هلک بهما لک قبلكم من الامم! قالوا: وما هما يابن رسول اللهؑ؟ قال: المكيال ولميزان. (وسائل الشيعه: ج ۱۷ ص ۳۹۵)

جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: تم میں دو چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے امتیں ہلاک ہو چکی ہیں! اصحاب نے پوچھا اے فرزند رسولؐ وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: پیمانہ اور ترازو۔

وزن کب پورا ہوگا

جناب امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: لا يكون الوفاء حتى يميل الميزان وزن پورا نہیں ہوتا جب تک ترازو جھک نہ جائے۔ (الکافی: ج ۵، ص ۱۵۹)

غبن حرام ہے

(۱) غبن المسترسل سحت (۲) غبناالمومن حرام (۱) بھروسہ کرنے والوں کو کم دینا حرام ہے (۲) اور مومن کو کم دینا حرام ہے۔ (الکافی: ج ۵، ص ۱۵۳)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

شرط بیع یہ ہے کہ مقدار شئی معلوم ومعین ہو

شرائع الاسلام میں ہے:

وان یکون المبیع معلوما فلا یجوز بیع ما یکال و یوزن او یعد جزافا ولو کان مشاهدا کاصبرة ولا بکیان مجهول. (شرائع الاسلام: ج ۲ ص ۱۰)

شرط بیع یہ بھی ہے کہ مقدار بیع معلوم ہو، پس جو چیز کہ پیمانے سے فروخت کی جاتی ہے اور جو شئی وزن سے فروخت کی جاتی ہے اور جو شئی شمار کر کے بیچی جاتی ہے اس کو تخمین اور خیالی انداز سے فروخت کرنا نا جائز ہے اگر چہ وہ شئی آنکھوں کے سامنے ہو جیسے کہ غلے کی ڈھیری اسی طرح چیزوں کا ایسے پیمانہ سے بیچنا بھی ناجائز ہے جس کی مقدار معلوم نہ ہو۔

تاجروں کیلئے قسمیں اور دستکاروں کے لئے آج کل کے جھوٹے وعدے تباہی کے باعث ہیں

حدیث نبویؐ میں ہے کہ:

ویل لتجار امتی من لا واللہ و بلیٰ واللہ وویل لصناع امتی من الیوم وغدا. (من لا یحضره الفقیه: ج:۳ ص ۱۲۰)

میری امت کے تجارت کی تباہی ہے'' لا واللہ'' اور۔ بلے واللہ۔ جھوٹی قسموں سے اور دستکاروں کی تباہی ہے، آج و، کل، کے جھوٹے وعدوں سے۔

حد سے سوا نفع خوری کی شدید مذمت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو جسکا نام مصارف تھا ایک ہزار اشرفیاں دیں اور فرمایا کہ مال تجارت خرید کر مصر جانے والے تجارتی قافلہ کے ساتھ جائے اور فروخت کرے۔ اس نے سامان تجارت خرید لیا اور روانہ ہوا، وہ اور اس کے رفقائے سفر مصر کے قریب پہونچے تو ادھر سے ایک قافلہ واپس آتا ہوا ان سے ملا، ان لوگوں نے اپنے مال تجارت

کی بابت میں پوچھا تو معلوم ہوا کی وہ چیزیں وہاں نایاب ہیں اور وہ ایسی چیزیں تھیں جن کی ضرورت عام طور سے ہوا کرتی ہے ان لوگوں نے یہ خبر پاتے ہی آپس میں عہد و پیمان کر لیا کہ ایک اشرفی کے مال پر ایک اشرفی نفع لیں گے، جب وہ اس قرارداد پر سب مال فروخت کر کے واپس ہوئے۔ اور مصارف نے حضرتؑ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا کہ کس طرح ان لوگوں نے عہد و پیمان کیا اور کیوں کر سامان تجارت گراں قیمت پر بیچا تو آپ ؑ نے فرمایا:

سبحان اللہ تخلفون علی قوم مسلمین ان لا تبیعوهم الا بربح الدینار دیناراثم اخذ الکیین وقال هذا راس مالی ولا حاجة لنا هذاالربح ثم قال یا مصارف مجالدة السیوف اهون من طلب الحلال. (الکافی: ج۵، ص۱۶۲)

سبحان اللہ تم کیسے لوگ ہو کہ مسلمانوں کے بارے میں آپس میں یہ عہد وقسم کھاتے ہو کہ ان کے ہاتھ ایک اشرفی سے ایک اشرفی نفع لئے بغیر نہ بیچو گے۔ پھر حضرت نے دونوں تھیلیاں لیں اور فرمایا کہ یہ ایک میرا راس المال ہے اور (دوسری تھیلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: مجھے اس نفع کی حاجت نہیں ہے پھر فرمایا: اے مصارف تلواروں سے لڑنا طلب حلال کی بہ نسبت آسان ہے۔

خبر غیب کا ایک آئینہ جس میں ہمارے زمانہ کے حالات کی تصویریں نظر آتی ہیں

نہج البلاغہ میں ہیکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: **یاتی علی الناس زمان عضوض یمض المومر فیه علی ما فی یدیه ولم یومر بذلک قال اللہ عزوجل ولا تنسواالفضل بینکم تنهد فیه الاشرار و تستذل الاخیار ویبایع المضطرون وقد نهی رسول اللہ عن بیع المضطرین.** (نہج البلاغہ: قصار:۴۶۸)

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

لوگوں پر ایک نہایت سخت زمانہ آنے والا ہے، جس میں خوشحال لوگ اپنے مال و دولت کو دانتوں سے پکڑ لیںگے حالانکہ حکم خدا یہ نہیں ہے، اسکا فرمان تو یہ ہیکہ آپس میں نیک سلوک کرنا نہ بھولو، اسی زمانہ میں اشرار (شورش وفساد پر) اٹھ کھڑے ہونگے اور نیک لوگ ذلیل کئے جائیں گے اور مضطرب لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کی جائیگی حالانکہ جناب رسولؐ نے ربیع المضطرین سے منع فرمایا ہے۔(نہج البلاغه: القصار ۴۶۸)

یاتی علی الناس زمان عضوض یمض الفضل کل امرء ما فی یدیه و یسنی الفضل بینکم ثم یبزی فی ذلک الزمان اقوام یبایعون الضطتین اولئک هم شرار الناس (وسائل الشیعه: ج۱۷ ص۴۴۹)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لوگوں پر ایک نہایت سخت زمانہ آنے والا ہے جس میں ہر آدمی اپنے مال و دولت کو دانتوں پکڑ لیگا، اور بزرگانہ کردار کو جلا دیگا، حالانکہ خدا کا حکم یہ ہیکہ تم لوگ باہم حسن سلوک نہ بھولو، پھر اس زمانہ میں ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جو مضطر لوگوں سے خرید وفروخت کریں گے وہ بدترین انسان ہوں گے۔

مضطر سے وہ شخص مراد ہے جو ضرورت سے مجبور ہوکر اپنے مال ومتاع کو فروخت کردینا چاہتا ہے ایسے موقع سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اور صاحب حاجت کی ضرورت اور مجبوری کو غنیمت سمجھ کر اسکے مال ومتاع کو کم سے کم قیمت پر خرید لینا چاہتے ہیں، شریعت اسلام نے اس فعل کو خلاف دین ومروت قرار دیا ہے، اور مقصد یہ ہے کہ مضطر کے ذخیرہ سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، اس کے مال ومتاع کی واجبی قیمت ادا کی جائے، یا اس کو بقدر ضرورت روپیہ دیدیا جائے، اور اس طرح اسکو اپنا مال ومتاع نقصان پر فروخت کرنے سے بچالیا جائے، اس

صورت میں بیع کے معنی شراء یعنی خریدنے کے ہوں گے یا قبول بیع مراد ہوگا لیکن جس طرح انسان شدید ضرورت سے اپنے مال ومتاع کو کم سے کم قیمت پر نقصان اٹھا کر بیچ دینے پر مجبور ہوتا ہے، اسی طرح ضروریات زندگی کو ہر قیمت پر خریدنے کی مجبوری بھی پیش آتی ہے، جبکہ سرمایہ دار اور مالکان متاع جنس ذخیرہ اندوزی ونفع بازی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اشیاء ضرورت ان کے قبضے میں ہوتی ہے، اور حاجتمند مضطر ہوتے ہیں کہ ان کی من مانی قیمت ادا کر کے ضروریات زندگی خریدیں، جیسا کہ ہمارے زمانے میں عام طور سے ہو رہا ہے، کہ ضروری اشیاء پر سرمایہ داروں اور ذخیرہ اندوزوں کا قبضہ ہے اور ہر شخص ان کی مطلوبہ قیمت خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو ادا کرنے پر مجبور ہے، لہٰذا اس طرح بیچنا اضطرار سے ہوسکتا ہے، اسی طرح خریدنے میں بھی اضطرار کی صورت پیدا ہوسکتی ہے، لہٰذا یہ حدیث اضطرار کی دونوں صورتوں سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ الفاظ حدیث سے اضطراری خریداری کا احتمال زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

ہر چھوٹے بڑے امیر وغریب کے ساتھ یکساں معاملہ ہونا چاہئے

حدائق ناضرہ میں ہے:

یستحب ان یساوی بین المبتاعین و الباعین، فالصغیر عنده بمنزلةالکبیر و الغنی کالفقیر و المجادل کغیره و المراد ان لا یفاوت بینهما فی الانصاف بالمماسکة و عدمها و الظاهر انه لو فاوت بینهما بسبب الدین و الفضل فلا باس. قیل :و لکن یکره للاخذ قبول ذلک حتی نقل ان السلف کانوا یوکلون فی الشراء من لم یعرف هربا من ذلک.

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

(حدائق الناضرہ: ج ۱۸ ص ۳۲)

مستحب ہے کہ تمام خریداروں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے (اور مال سب کو برابر قیمت پر دے) اسکے نزدیک چھوٹا بمنزلۂ بڑے کے اور غنی بمنزلۂ فقیر کے ہو۔ اور قیمت طے کرنے میں جھگڑنے والا نہ جھگڑنے والے کے برابر ہو۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ قیمت کم کرانے اور نہ کرانے دونوں صورتوں میں الفاظ کوئی فرق نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ قیمت کم کرانے والے کے لئے قیمت گھٹا دے اور جس نے قیمت میں بحث نہ کی اس سے زیادہ وصول کرلے۔

کسی کو دوسرے کے معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیے

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: **نهى رسول اللهؐ ان يدخل الرجل فى سوم اخيه المسلم.** (وسائل الشیعہ: ج ۱۷ ص ۴۵۹)

جناب رسول نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے برادر مومن کے مسودے میں دخل نہ دے یعنی جس چیز کو کوئی مومن خرید رہا ہو اس کی قیمت کم یا زیادہ کر کے خود نہ خریدے، مقصد یہ ہے کہ جس چیز کو کوئی مرد مسلم خریدتا ہو اس کے معاملہ میں دخل دینا اور قیمت کم یا زیادہ کر کے خود لینا برا اور ممنوع ہے۔

نجش حرام ہے

ارشاد نبویؐ ہے۔ **والناجش والمنجوش ملعونون** ،

ناجش و منجوش سب کے سب ملعون ہیں۔ (الکافی: ج ۵ ص ۵۶۰)

تعریف ’’نجش‘‘

تعریف نجش کے بارے میں حدائق ناضرہ میں ہے:

فالظاهر ان المراد به هو ان يوطئ البايع رجلا اذا اراد بيعا ان يساومه بثمن كثير ليقع فيه غيره. والمشهور فى كلام الاصحاب تحريمه.

(حدائق الناضرہ: ج ۱۸ ص ۳۲)

نجش‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ تاجر خریدار کو پھانسنے کی تدبیر کرے کہ کسی شخص کو اس طرح اپنے موافق بنالے کہ جب وہ مال بیچنا چاہے تو وہ شخص زیادہ قیمت پر اس سے سودا ٹھرانے کی بات چیت کرے تاکہ ناواقف خریدار اس کے فریب میں آجائے۔ مشہور یہ ہے کہ نجش حرام ہے۔

دھوکے۔ فریب۔ ملاوٹ کا حکم

حدائق ناضرہ میں ہے:

الاول فى الغش بالخفى كشوب اللبن بالماء ولا خلاف لتحريمه كما حكاه فى المنتهىٰ. اما لو غش بما لا يخفى كالتراب يجعله فى الحنطه والردى منها بالجيد: فالظاهر الاصحاب عدم التحريم. و ان كان مكروها الظهور العيب المذكور للمشترى فهو انما اشترى راضيا به. و لعل وجه الكراهه عندهم انه تدليس فى الجمله و انه ربما يغفل عنه المشترى لاسيما مع كثرة الجيد اذا خلط بالردى. (حدائق الناضرہ: ج ۱۸ ص ۱۸۹)

اول یہ کہ کسی ایسی چیز میں ملاوٹ جو ظاہر نہ ہو۔ جیسے دودھ میں پانی ملانا اس فعل کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں اگر ایسی چیز ملائی جائے جو چھپ نہ سکتی ہو مثلاً گیہوں میں مٹی اور عمدہ گیہوں میں خراب ملا دینا تو علماء کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت حرام نہیں ہے مگر مکروہ ضرور ہے۔ اور وجہ حرام نہ ہونے کی یہ ہے کہ خریدار پر عیب ظاہر رہتا ہے۔ اور جب اس نے اس عیب کو دیکھتے ہوئے خریدا تو اس پر راضی تھا۔ اور وجہ کراہت شاید یہ ہو کہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

تدلیس ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خریدار اس عیب سے غافل رہ جاتا ہے خصوصاً جبکہ اچھے گیہوں (یا کسی اور غلے) کی کثیر مقدار مقدار میں تھوڑی ملائی ہو۔

غش۔ کی ممانعت میں جس قدر اہتمام پیش نظر شریعت ہے وہ احادیث ذیل سے ظاہر ہے:

لیس من المسلمین من غشهم. وہ شخص مسلمانوں کے زمرہ سے خارج ہے جو ان کے ہاتھ ملاوٹ کا مال بیچتا ہے۔(وسائل الشیعه: ج ۱۳ ص ۲۰۸)

خرید وفروخت اجالے میں ہونی چاہئے نہ کہ اندھیرے میں

ان البیع فی الظلال غش و الغش لا یحل.

ایسے اندھیرے مقام میں بیچنا جہاں مال کا عیب ظاہر نہ ہوسکتا ہو غش یعنی دھوکا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔(الکافی: ج ۵،ص ۱۶۹)

دودھ میں پانی ملانے کی ممانعت

نهی النبیؐ ان یشاب اللبن بالماء للبیع.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے دودھ میں پانی ملان کی ممانعت فرمائی ہے۔(تهذیب الاحکام: ج ۷، ص ۱۳)

تلقی الرکبان کی مذمت

اکثر سرمایادار تاجروں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ دیہات سے آنے والے سامان تجارت کو شہر سے باہر ہی سستے داموں خرید لیتے ہیں۔ تاکہ شہر میں من مانی قیمتوں پر فروخت کریں۔ تاجروں کو اس کا موقع نہیں دیتے کہ بازار شہر تک پہونچیں اور نرخ سے واقف ہوجائیں۔ اس کو

اصطلاح میں۔ تلقی الرکبان۔ کہتے ہیں۔ اس کو بعض فقہاء حرام قرار دیتے ہیں اور اس کے فعل مکروہ ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق فروع و جزئیات پر اطلاع کتب فقہ اسلام سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہاں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ خرید وفروخت کا یہ طریقہ بے جا نفع خوری کے علاوہ ناواقف دیہاتی بیوپاری اور عامہ خلائق کے ضرر عظیم کا احتمال بھی رکھتا ہے اس وجہ سے شرع اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، اور منشاء شریعت یہ ہے کہ مال تجارت بازاروں میں آجائے، اور لانے والوں کو نرخ بازار معلوم ہوجائے، اور عامۃ الناس اس سے براہ راست معاملہ خرید وفروخت کریں اور یہ سرمایہ داروں کی من مانی قیمتوں کی گرانباری سے محفوظ رہیں اسی غرض سے یہ حکم بھی دیا ہے کہ کوئی شہری تاجر اُن دیہاتی بیوپاری کسانوں کا وکیل نہ بنے، جو مال کی قیمت نرخ بازار کے مطابق نہ جانتا ہو، یہ دونوں حکم اس حدیث نبویؐ میں مذکور ہے:

لا یتلقیٰ احدکم تجارة خادجا من المصر ولا بیع حاضر الباد والمسلمون یرزق الله بعضهم من بعض. (تهذیب الاحکام: ج ۷، ص ۱۵۸)

تم میں سے کوئی شخص سامان تجارت کو شہر سے باہر نکل کر نہ خرید لیا کرے اور کوئی شہری گاؤں والے کی طرف نہ بیچے۔ خدا مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ رزق پہونچاتا ہے“

مکاسب شیخ مرتضیؒ میں ہے:

فیحتمل ان تکون العلة فی کراهته التلقی مسامحة الرکب فی المیزان بما لا یتسامح به المتلقی او مظنة حبس المتلقین مما اشتروه او ادخاره عن اعین الناس و بیعه تدریجا بخلاف ما اذا اتی الرکب و طرحوا امتعتهم فی الخانات والاسواق فان له اثرا بلینا فی امتلاع اعین الناس

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

خصوصا الفقراء وقت الغلاء اذا اتی بالطعام.(المکاسب: ج ۴ ص ۳۵۳)

احتمال ہے کہ "تلقلی الرکبان" کے مکروہ ہونے کی علت یہ ہو کہ دیہات کے آنے والے بیوپاری تول میں سیر چشمی ونرمی وتساہل کا وہ برتاؤ کرتے ہوں جو متلقی (شہر سے باہر نکل کر خرید لینے والا) نہ کرتا ہو یا اس کا احتمال ہو کہ "تلقی کرنے والے" خریدی ہوئی جنس ومتاع کو اپنے پاس روک لیں، اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب کر کے رفتہ رفتہ نکال کر چور بازاری کے طریقہ پر مہنگے داموں فروخت کریں بخلاف اس کے جب باہر کے بیوپاری بازار اور منڈیوں میں آئیں گے اور متاع وجنس دوکانوں میں لا کر ڈالیں گے تو عامہ خلائق کے اندر سیر چشمی کی کیفیت پیدا ہونے میں اس کا نمایاں اثر ہوگا خصوصاً محتاجوں کے اندر جبکہ قحط کے زمانہ میں سامان خوراک دیا جائے گا۔

سامان غذا کی ذخیرہ اندوزی "احتکار" کی حرمت وکراہت

غرض مقصود شریعت تجارتی کاروبار کے ایسے تمام طریقہ کو ممنوع قرار دینا جن سے بے جا نفع خوری کی راہیں کھلتی ہیں۔ اور عامہ خلائق کی ضروریات زندگی کے مہیا ہونے میں تنگی و دشواری پیدا ہوتی ہے ان میں ایک بدترین طریقہ احتکار ہے، اور اس سے مراد سامان غذا کی اس غرض سے ذخیرہ اندوزی ہے کہ قیمتوں کے گراں ہو جانے کے وقت مہنگے داموں پر فروخت کیا جائے۔ فقہاء نے اس کی تعریف میں کہا ہے ،**ھو جمع الطعام وحبسہ یتربص بہ الغلاء**، غذائی اشیاء کو گرانی کے انتظار میں جمع رکھنا احتکار ہے۔

کنز العرفان میں ہے،:

قیل الاحتکار مکروہ لقول الصادقؑ مکروہ ان تحتکر الطعام و

تذرالناس لا شئی لھم. و قیل حرام وھو الاصح لقولہؐ الجالب مرحوم و فی محتلکر ملعون. وانما یکون حراما بشرطین : احدھما: حبس القوت الذی ھو الحنطۃ واشعیر والثمر والزبیب والسمن والملح طلبا للزیادۃ فی الثمن . و ثانیھما ان لا یوجد باذل سواہ فیجبر حیئنذ علی البیع. و ھل یسعر علیہ؟ قیل: نعم والا لانتفت فائدۃ الجبر. و قیل:لا وھو الاصح لقولہؐ الناس مسلطون علی اموالھم. وقولہؐ ایضا الاسعار الی اللہ اللھم الاان یطلب شططا فیسعر علیہ .(کنز العرفان: ج۲ ص ۲۹)

"کہا گیا ہے" "احتکار مکروہ ہے کیونکہ جناب صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ بات مکروہ ہے کہ تم سامان خوراک کے ذخیرے بند کر کے رکھو اور لوگوں کو ایسے حالات میں چھوڑ دو کہ ان کے پاس کھانے کا سامان کچھ نہ ہو۔ یہ قول بھی ہے کہ احتکار حرام ہے، اور یہی قول صحیح ترین ہے کیونکہ رسالت مآب نے فرمایا ہے ضروریات زندگی (سامان خوراک وغیرہ) ادھر اُدھر سے لانے والے تاجر پر خدا کی رحمت ہے اور احتکار کرنے والے (بغرض نفع خوری ذخیرہ اندوزی کرنے والے) پر خدا کی لعنت۔ اور احتکار کے حرام ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک شرط تو یہ ہے کہ جن چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی ہے وہ اشیاء خوردنی ہوں۔ یعنی گیہوں، جو، خرما، کشمش، روغن، نمک، (پس انہیں غذا کی چیزوں میں احتکار ہوگا) جبکہ مقصد زیادہ قیمت حاصل کرنا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص ان اشیاء خوراک کا بیچنے والا نہ ہو، اس صورت میں اسکو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ آیا حکومت کی طرف سے اس کا نرخ بھی معین کیا جائے گا؟ تو بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ ہاں یہ ضروری بات ہے ورنہ بیچنے پر مجبور کرنے کا فائدہ ہی کچھ نہ ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قیمت مقرر کرنے کا خود مالک مال کو اختیار حاصل ہوگا، یہی قول صحت سے قریب تر ہے، کیونکہ حدیث نبویؐ ہے کہ "لوگ اپنے مال پر تسلط رکھتے ہیں"

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

(مال ان کا ہے اُن کو ہر طرح فروخت کرنے کا حق ہے) نیز حضرت کا ارشاد ہے کہ نرخ کا تقرر خدا کے ذمہ ہے، مگر جب کہ مال کا مالک حق سے بہت زیادہ قیمت مانگتا ہو تو اُس سے اس کے ظلم و جور کی وجہ سے نرخ مقرر کر دیا جائے گا۔

احتکار کی مذمت

حدیث نبویؐ میں ہے،:انما رجل اشتری طعاما فحبسه اربعین صباحا یزید به الغلاء للمسلمین ثم باعه و تصدق بثمنه لم یکن کفارة لما صنع.

(وسائل الشیعه: ج۱۷ ص۴۲۵)

''جس آدمی نے کھانے کا سامان خریدا اور اس کو چالیس دن تک اس لئے روک رکھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ گراں قیمت پر فروخت کرے پھر اس نے اُس کو فروخت کیا اور اس کی قیمت محتاجوں پر تصدق کر دی تو یہ تصدق اس کے برے کرتوت کا کفارہ نہ ہوگا۔

احتکار کی مدت کا تعین

ارزانی کے زمانے میں چالیس دن اور گرانی کے زمانے میں تین دن سے زیادہ سامان غذا کی ذخیرہ اندوزی احتکار ہے، حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

الحکرة فی الخصب اربعون یوما و فی شدة والبلاء ثلاثة ایام فما زاد علی الاربعین یوما فی الخصب فصاحبه ملعون وما زادفی العسرة فوق ثلاثة ایام فصاحبه ملعون.

احتکار'' کی مدت ارزانی اور خوشحالی کے زمانے میں چالیس دن اور سختی و قحط کے ایام میں تین دن ہے۔ جو شخص ارزانی و خوشحالی کے زمانے میں چالیس دن سے زیادہ غذا کی چیزوں کو روک رکھے گا تو وہ ملعون ہوگا، اور جو آدمی تنگی کے دنوں میں تین روز سے زیادہ روک رکھے گا وہ ملعون ہوگا۔

حضرت امیرؑ کا فرمان ''احتکار'' کی ممانعت، ذخیرہ اندوزوں کو سزا دو

حضرت امیر المومنینؑ نے مالک اشتر والی مصر کو حکومت کا مبسوط دستور العمل لکھکر بھیجا تھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا:

فامنع من الاحتکار فان رسول اللهؐ منع منه ولیکن البیع بیعا سمحا بموازین عدل لا یجحف بالفریقین من البائع والمتباع فمن قارف حکره بعد نہیک ایاه فنکل وعاقب فی غیر اسراف.(نهج البلاغه: خ ۵۳)

، تم تاجروں کو ''احتکار'' سے باز رکھو کیونکہ جناب رسول خداؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور لازم ہے کہ فروخت سہل (اور سیر چشمی سے) پورے پورے اوزان پر ہو، اور ایسے نرخ پر ہو جس سے فریقین (بائع و مشتری) میں سے کسی کو خسارہ نہ ہونے پائے، جو شخص تمھارے حکم امتناعی کے بعد بھی ''احتکار'' (ذخیرہ اندوزی) کا مرتکب ہو اس کو بغیر ظلم و زیادتی کے سزا دو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام راوی ہیں:

انه مر بالمحتکرین فامر بحکرتهم ان تخرج الی بطون الاسواق و حیث تنظر الابصار الیها .(وسائل الشیعه:ج۱۷ ص۴۳۰)

''جناب رسالتمآبؐ ذخیرہ اندوزی کرنے والے تاجروں کے پاس گزرے تو حکم صادر فرمایا کہ ذخیرہ کئے ہوئے مال کو وہ بازاروں میں منظر عام پر لائیں۔

اس حدیث میں جو حکم مذکور ہے اس کی مصلحت مکاسب کی مذکورہ بالا عبارت میں بیان کی گئی ہے بازاروں اور منڈیوں میں سامان خوراک کا بکثرت آنکھوں کے سامنے ہونا ایک نفسیاتی اثر رکھتا ہے، آسودگی خاطر و اطمینان قلب میں اس کو خاص دخل ہوا کرتا ہے، جس سے آج کل ہماری

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دنیا بالکل محروم ہے۔

سال بھر خوراک جمع کر لینا پسندیدہ کام ہے

اگر چہ شریعت اسلام سال بھر کی خوراک کا فراہم کر لینا فعل حسن و کار پسندیدہ قرار دیتی ہے، ارشاد نبوی ہے: ان النفس اذا احرزت قوتها استقرت ''نفس جب اپنی خوراک پوری حاصل کر لیتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے''۔ (الکافی: ج ۵، ص ۹۰)

اسی بنا پر آئمہ دین و اکابر اسلام کی سیرت یہی رہی ہے کہ سال بھر کے لئے سامان خوراک ذخیرہ کر لیا کرتے تھے ایک طویل روایت میں منقول ہے:

قال ثم من قد علمتم بعده فی فضله و زهده سلمان و ابوذر (رحمهما الله) فاما سلمان فكان اذا اخذ عطائه رفع منه قوته لسنته حق يحضر عطاوه من قابل فقيل له: يا ابا عبد اللهؑ انت فی زهدک تصنع هذا و انت لا تدری لعلک تموت اليوم او غدا فكانه جوابه ان قال: مالكم لا ترجون لی البقاء كما خفتم علی الفناء اما علمتم ياجهله ان النفس قد تلتاث علی صاحبها اذالم يكن لها من العيش ما يعتمد عليه فاذا هی احرزت معيشتها اطمانت. (الکافی: ج ۵، ص ۶۹)۔

حضرتؑ نے فرمایا: سلمان و ابوذر (رحمہما) جن کے فضل و زہد کا حال تم کو معلوم ہے۔ ان کا بھی طریقہ یہی تھا کہ سامان خوراک اپنے پاس مہیا کر لیتے تھے۔ کسی نے عرض کیا یا ابا عبداللہؑ! آپ کا باوجود زہد یہ طریقۂ عمل ہے، حالانکہ یہ خبر نہیں رکھتے ہیں کہ آج موت آجائے گی یا کل، تو آپ نے جواب دیا کہ تم کو جس طرح میرے لئے فنا و موت کا ڈر ہے اسی طرح

میری بقا کی امید بھی ہے (جس طرح یہ احتمال ہے کہ آج یا کل مر جاؤں گا اُسی طرح یہ بھی امید ہے کہ زندہ رہ جاؤں) اے جاہلو! جب سامان معیشت جس پر بھروسہ ہو فراہم نہیں رہتا تو نفس پریشانی میں گرفتار رہتا ہے اور جب اپنی روزی جمع کر لیتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے۔

زمانۂ قحط میں ذخیرۂ خوراک فروخت کر دینا مستحب ہے

راشننگ کے طریقہ کی رضا کارانہ ترغیب

لیکن قحط و گرانی کے زمانہ کے لئے مستحب ہے کہ انسان اپنا ذخیرۂ خوراک فروخت کر دے اور ہر دن بقدر ضرورت خرید لیا کرے۔ اور اس طرح راشننگ کا جو طریقہ حکومتیں جبر و تشدد سے جاری کرتی ہیں اس کو شریعت اسلام اخلاقی بنیادوں پر رضا کارانہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

معتب معتبر راوی ہیں روایت کرتے ہیں: **قال لی ابو عبد اللهؑ و قد يزيد السعر بالمدينة كم عندنا من طعام؟ قال: قلت عندنا ما يكفينا اشهرا كثيره قال: اخرجه و بعه قال: قلت له وليس بالمدينة طعام؟ قال: بعه فلما بعته قال: اشتر مع الناس يوما بيوم وقال: يا معتب اجعل قوت عيالی نصفا شعيرا ونصفا حنطة فان الله يعلم انی واجد ان اطعمهم الحنطة علی وجهها ولكنی احب ان يرنی الله قد احسنت تقدير المعيشة.** (تهذيب الاحكام: ج ۷، ص ۱۹۴)

''مدینہ میں غذا کا نرخ چڑھ گیا تو حضرت امام جعفر صادقؑ نے پوچھا کہ سامان خوراک ہمارے پاس کتنا ہے؟ میں نے کہا، اتنا سامان ہے جو کئی مہینے کے واسطے کافی ہو سکتا ہے تو فرمایا کہ اس کو نکالو اور بیچ ڈالو، معتب کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ مدینہ میں غذا کا سامان نہیں ہے، آپؑ نے فرمایا: تم اپنا ذخیرہ بیچ ڈالو۔ جب میں نے فروخت کر دیا تو فرمایا کہ لوگوں کے

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ساٹھ روز کی غذا کا سامان روز خریدو، اور فرمایا: اے معتب! میرے عیال کی خوراک میں آدھا جو رکھو اور آدھا گیہوں، خدا کو یہ معلوم ہے کہ میں ان کو صرف گیہوں کھلانے پر دسترس رکھتا ہوں مگر مجھے یہ بات پسند ہے کہ خداوند عالم یہ دیکھے کہ میں نے انداز معیشت اچھا مقرر کیا ہے۔

اسی مضمون کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

سیرت آئمہ اسلام

فانا نکره ان ناکل جیدا ویاکل الناس ردیا. مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں عمدہ غذا کھاؤں، اور لوگ بری غذا کھائیں۔ (فروع الکافی: ج ۱ ص ۳۷۵)

دوسری رویت میں ہے: **کان ابو الحسنؑ یامرنا اذا ادرکت الثمرة ان نخرجها فنبیعها و نشتری مع المسلمین یوما بیوم.** امام علی رضاؑ کا ہم کو یہ حکم تھا کہ جب خرما کے پھل پختہ ہو جائیں تو ان کو فروخت کر ڈالیں اور مسلمانوں کے ساتھ ہر روز کی خوراک ہر روز خریدیں۔ (وسائل الشیعه: ج ۱۷ ص ۴۳۷)

شراب اور قمار کی حرمت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۹۰) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ (۹۱) (المائده)

"اے ایماندارو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے ناپاک اور شیطانی ہی کام ہیں تو تم لوگ اس سے بچے رہو، تاکہ فلاح پاؤ، شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمھارے درمیان شراب اور جوے کی وجہ سے عداوت اور دشمنی ڈال دے۔ اور تمھیں خدا کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا

تم اس سے باز آنے والے ہو"۔

اس آیت کے متعلق چند باتیں مجملاً قابل ذکر ہیں:

(اوّل) شراب و قمار کو شریعت اسلام نے جرم قرار دیا ہے اور اس کی وجہیں بھی بتائی ہیں۔

کنز العرفان میں ہے: **انما حض العداوة والبغضاء نالخمر والمیسر موجب لزوال المال وزوال العقل والمال موجبانللعداواة وابغضاء بخلاف الانصاب والازلام فانهمایوجبان یسخط الله والنار لا العداوة بین العابدین.**

"عداوت و دشمنی کو خدا نے شراب اور جوئے کے ساتھ مخصوص کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ شراب عقل کے زوال کا باعث ہوتی ہے اور، جوا، مال کے زوال کا سبب ہوتا ہے اور عقل و مال کے زوال سے عداوت و دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے بت اور پاسے خدا کی ناراضی اور جہنم کی سزا کے موجب ہوتے ہیں، مگر پوجنے والوں کے درمیان عداوت کا باعث نہیں ہوا کرتے"۔ (کنز العرفان: ج ۲ ص ۲۱)

تجارت مسکرات کی ممانعت

(دوم) شراب اور تمام مسکرات کی تجارت اور اُن کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنے کی تمام صورتیں بھی حرام قرار دی گئی ہیں اور اس کے متعلق عام اصول اس حدیث نبوی میں مذکور ہے: **ان حرم الله شیئا حرم ثمنه،** "جب خدا نے کسی چیز کو حرام کیا تو اس کی قیمت بھی حرام کر دی"

نیز جابرؓ صحابی راوی ہیں: **ان رسول اللهؐ لعن الخمر وشاربها وعاصرها وساقیها وبائعها واکل ثمنها فقام الیه اعرابی فقال یا رسول الله انی کنت رجلا هذه تجارتی فحصل لی من بیع من بیع الخمر مال فهل ینفعنی المال ان**

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

علمت به طاعة؟ فقالؐ لو انفقته فی حج او جهاد لم یعدل عندالله جناح بعوضة ان الله لا یقبل الااطیب فترک قل لا یستوی الخبیث والطیب.

(مستدرک الوسائل: ج۱۶ ص۵۵)

''جناب رسولؐ نے شراب اوراس کے پینے والے اس کے بنانے والے اور پلانے والے اور بیچنے والے اوراسکی قیمت کھانے والے سب ہی پرلعنت کی۔تو ایک مرد اعرابی اٹھ کھڑا ہوا،اورعرض کی یا رسول اللہؐ میں ایک ایسا شخص ہوں جس کی یہی تجارت رہی ہے اور مجھے شراب فروشی کے ذریعہ مال حاصل ہوا،اب اگراس کوطاعت خدامیں صرف کروں تو مجھے نفع دیگا ؟ حضرتؐ نے فرمایا اگرتواس کو حج یا جہاد میں صرف کریگا تو وہ پرپشہ کے برابر بھی نہ ٹھہرے گا ،خداتو فقط پاک چیزکوقبول کرتاہے،اس وقت یہ آیت اتری۔ قل لا یستوی الخبیث۔الخ

جوئے کی تمام قسمیں حرام ہیں

(سوم) کنزالعرفان میں ہے: المیسر هو القمار بسائر النواعه كالنردوالشطرنج قاله جل المفسرين هو المرویٰ عن اهل البیت علیهم السلام قالوا: حتی ان لعب الصبیان بالجوز من لاقمار فیحرم التکسب به وعمل الآلة و بیعها والجلوس علی مجلس یکون فیه قال رسول اللہؐ اللاعب بالنردشیر کمن غمس یده لا فی لحم الخنزیر ودمه وقال الصادق علیه السلام اللعب بالشطرنج شرک والسلام علی اللاهی به معصیة.

جوئے کی تمام اقسام وانواع ،میسر، ہیں مثلاً ،نردو شطرنج وغیرہ تمام مفسرین اسی کے قائل ہیں اوریہی آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے بھی مروی ہے یہانتک کہ یہ بھی کہاہے کہ بچوں کا جوز

سے کھیلنا بھی ،قمار، میں داخل ہے لہذا قمار کے ذریعہ روپیہ کمانا اس کے آلات بنانا اور بیچنا اوراس جگہ بیٹھنا جہاں قمار ہورہا ہو، یہ تمام امور حرام ہیں،حضرت رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے نرد کھیلنے والا مثل اس آدمی کے ہے جس کے ہاتھ سور کے گوشت اور خون میں آلودہ ہوں اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایاہیکہ شطرنج کھیلنا شرک ہےاورشطرنج کھیلنے میں جوشخص مشغول ہواس پرسلام کرنا گناہ ہے۔(کنزالعرفان: ج۲ ص۴۰)

تحریم اشیاء کا عام اصول، ضرر ونفع کے تناسب حکیمانہ نظر

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا(۲۱۹)(بقرہ)

اے رسولؐ تم سے لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو تم ان سے کہوان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور (کچھ) فائدے (بھی) ہیں۔مگران کی برائی ان کے نفع سے بڑھکر ہے۔

شراب،قمار، جوئے کی حرمت پرتو پہلی ہی آیت سے پوری روشنی پڑ چکی تھی لہذا یہ آیت محض اس غرض سے یہاں پیش نہیں کی ہے کہ ان محرمات کی حرمت واضح کیجائے بلکہ ان میں سے ان اشیاء کی حرمت کے بارے میں ایک ایسی بات کہی ہے جوتحریم اشیاء کے متعلق شریعت اسلام کا عام بنیادی اصول قرار پاتی ہے،اشیاء مذکورہ کے متعلق یہ بھی فرمایاہیکہ ان میں افراد انسان کے لئے منافع بھی ہے،مگران کا ضرر بہ نسبت ان کے نفع کے بہت بڑا ہے اوران کی وجہ تحریم یہی ہے۔اس بیان قرآنی سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نگاہ شریعت اسلام اشیاء کے منافع ہی پر نہیں پڑتی۔ بلکہ وہ یہ بھی دیکھتی ہیکہ منافع کے مقابلہ میں ضرر ونقصان کا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

تناسب کیا ہے، مگر کسی چیز میں ضرر کا پلہ منافع سے بھاری نظر آتا ہے اور نفع کم ونقصان زیادہ دکھائی دیتا ہے تو اسکو حرام قرار دیتی ہے۔

سود کی تحریم بھی اسی بنیادی نظریہ کے ماتحت ہے

اگر غور وفکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نفع وضرر کے تناسب کا یہ اصول صرف تحریم شراب وقمار ہی پر حاوی نہیں ہے بلکہ، تحریم ربوا۔ یعنی سودی کاروبار کی حرمت کی بنا بھی اسی اصول پر قائم کی گئی ہے

بے قید زندگی اور آزاد زندگی کی خواہش دنیا کے کسی مخصوص دور مادیت کا حصہ نہیں ہے، بلکہ ہر زمانہ میں اہل دولت وثروت کے دلوں میں مچلتی رہی ہے

حضرت شعیبؑ سے اکابر قوم کا یہ خطاب اسی بی چین خواہش کا نتیجہ تھا۔

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاء (هود:۸۷)

کیا تمہاری نماز کا تم کو یہ حکم ہیکہ جن (بتوں) کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں انھیں چھوڑ بیٹھیں یا ہم اپنے اموال میں جو کچھ چاہیں نہ کریں، اس عصر فروغ مادیت میں، سود کی حرمت، کا وعظ سننے والے بہت کم ہونگے کیونکہ یورپ وامریکہ کی بیش از پیش مادی ترقیوں نے عام نگاہوں کو محصور کر رکھا ہے اگر ان کو سودی کاروبار کے بغیر تجارت وصنعت و حرفت میں تمدن ارتقا کا مکان مفقود نظر آئے تو یہ امر حیرت انگیز نہ ہوگا، اور اس میں شبہ بھی نہیں کہ جن ممالک میں سرمایہ داری کا طاغوتی نظام چلایا جارہا ہے وہاں کی ترقیوں کا راز سود ہی کے

اندر مضمر ہے، اور سودی کاروبار ہی کی بدولت سرمایہ داروں کو بام عروج پر پہونچنا نصیب ہوا ہے، مگر دیدہ عبرت کے سامنے ان کی ان کی تمدنی ترقیوں کو کوئی قابل رشک مرتبہ حاصل نہیں ہے، بلکہ وہ قابل رشک ہونے سے زیادہ قابل عبرت ہیں، بعض چیزوں کی اچھائی اور برائی کے نتائج فوراً نہیں کھلتے بلکہ اس کے لئے طویل عرصہ تک انتظار درکار ہوتا ہے، اور بار بار کثرت سے اعادہ کی احتیاج ہوتی ہے، سودخواری کے نتائج کو عاجلانہ نہیں بلکہ صبر آزما انتظار کر کے دیکھا جائے تو روزمرہ کے واقعات شاہد بن جاتے ہیں کہ اخلاق انسانی کیلئے زہر قاتل اور عامہ ناس کی آسائش و بہبود کیلئے بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

زمانۂ حاضرہ عام معاشی تشویش و بے چینی و پریشانی کا دور ہے، سود، دشمن انسانیت سرمایہ داری کا پشت پناہ ہو رہا ہے، دولت وثروت رفتہ رفتہ سمٹ کر ایک مخصوص طبقے کا حصہ بن گئی ہے، اور کروڑوں عامہ خلائق فقر وفاقہ کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، جنکی معاشی تباہ کاریوں کا حل نکالنا اہل عقول وتدبیر کیلئے جوئے شیر لانے کے برابر ہو رہا ہے، ایسے زمانہ میں سودی کاروبار کی مضرت رسائی پر کاوش استدلال واستشہاد کی ضرورت باقی نہیں ہے، عیاں راچہ بیاں۔؟

ضروریات زندگی کیلئے محتاج عوام کا حال خراب یہ بتا دینے کیلئے کافی ہے کہ وہ نظام معیشت جس کی بنیاد سودخوری پر قائم ہے وہ باطل اور شیطانی نظام ہے اور جس نظام کا یہ انجام ہو کہ دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو جائے، ایک طرف دنیا کی بے انتہا دولت وثروت کے مالک سرمایہ دار ہوں اور دوسری طرف بے شمار مفلس ونادار ننگے بھوکے بندگان خدا، وہ بے شبہہ ایسا نظام ہے جس کے گناہ اس کی منفعتوں سے بہت زیادہ ہیں زمانہ حاضر کے سودی کاروبار کے بڑے بڑے ادارے جھنیں بینک کہتے ہیں کیسے ہی عظیم الشان فوائد کے باعث ہیں، مگر وہ محض چند

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

سرمایہ داروں۔ ساہوکاروں اور پیشہ ورسودخواروں ہی کے لئے ہیں۔عوام وغربا کے لئے نہیں۔
لہذا ان کی خوبیوں سے ان کے عیوب ومفاسد عظیم تر ہیں اسی وجہ سے اسلام ہر قسم کے، سود، خواہ وہ قرض کے لین دین میں ہو یا تجارتی کاروبار میں، بدترین جرم اور کسب معاش کا خبیث ترین طریقہ قرار دیتا ہے، اوراس کا کلی انسداد اسلام کے نظام معیشت کا عظیم ترین نصب العین ہے، آیات قرآنی واحادیث اس پر شاہد ہیں:۔

سودخوری کی شدید مذمت

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِی يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىَ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲۷۵) يَمْحَقُ اللّهُ الْرِّبَا وَيُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (۲۷۶) (بقرہ)

جولوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) کھڑے نہ ہوسکیں گے، مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے لپٹ کر مخبوط الحواس بنادیا ہو یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ جیسا خرید و فروخت کا کاروبار ویسا ہی سود کا معاملہ، حالانکہ خدا نے تجارت کو حلال کیا ہے، اور سود کو حرام قرار دیا ہے تو جس کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت (ممانعت) آگئی اور باز آیا پس اس سے پہلے جو وہ لے چکا تو وہ اس کا ہو چکا اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے، اور جو پھر لینے گئے (اور تجارت وسود کے معاملہ کو یکساں بتائیگا) تو ایسے لوگ جہنمی ہیں، (اور) وہ ہمیشہ جہنم میں

رہیں گے۔ خدا سود کو (بے برکت کر کے) مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور خدا ناشکر گزاروں۔ گنہگاروں کو دوست نہیں رکھتا:۔

باقی ماندہ سود چھوڑ دو
ورنہ خدا ورسول سے جنگ مول لو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۲۷۸) فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ (۲۷۹) (بقرہ)

اے ایمان دارو! خدا سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ لڑائی کے لئے خبردار ہو جاؤ، اگر تم نے توبہ کرلی تو تمہارے لئے اصل مال ہیں، نہ تم نقصان پہونچاؤ نہ تمہیں نقصان پہنچایا جائے۔

سود در سود کی ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ . (آل عمران:۱۳۰)

اے ایمان والو! سود بڑھا بڑھا کر (سود در سود) نہ کھاؤ، اور خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ

سود کی لین دین کی مذمت

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّباً لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ (روم:۳۹)

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اور اگر تم لوگ جو سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں ترقی ہو تو وہ خدا کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور تم جو زکوٰۃ خدا کی رضا مندی کے ارادے سے دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ (بارگاہ خداوندی سے صلہ) دو چند لینے والے ہو۔

(۵) عن ابی جعفر علیه السلام اخبث مکاسب کسب الربوا.

''امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ذرائع کسب معاش میں خبیث ترین ذریعہ سود ہے''۔

(الکافی: ج۵ ص۱۴۷)

عن علیؑ قال: لعن رسول اللهؐ الربوا و آکله و بایعه و مشتویه و کاتبه وشاهدیه . ''حضرت امیر المومنینؑ راوی ہیں کہ جناب رسولؐ نے سود، سودخوار۔ خریدنے والے بیچنے والے، معاملہ سود کے لکھنے والے اور گواہوں سب پر لعنت کی ہے''۔

(من لا یحضره الفقیه: ج:۳ ص ۲۷۵)

سود کی تحریم کی معاشی حکمتیں اور مصلحتیں

احادیث میں ان اغراض و مصالح کو بھی بصراحت بیان کیا گیا ہے، جن کے پیش نظر سودی کاروبار کی ممانعت و تحریم واقع ہوئی ہے، قرآن مجید کی آیات منقولہ بالا میں جو باتیں اشارۃً کہی گئی ہیں وہ احادیث میں تصریحاً مذکور ہیں۔

سماعہ راوی ہیں: (۱) قلت لابی عبداللهؑ انی قد رائت الله تعالیٰ قد ذکر الربا فی غیر آیة و کررة مال او تدری لم ذلک قلت لا قال لئلا یمتنع الناس من اصطناع المعروف. (الکافی: ج۵ ص۱۴۶)

میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کی کہ میں نے یہ دیکھا کہ خدا نے سود

کا تذکرہ کئی آیتوں میں مکمل فرمایا ہے حضرت نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟ میں نے کہا نہیں؟ فرمایا اس غرض سے کہ لوگ باہم نیکی کرنے سے باز نہ رہنے گیں۔

اگر سود کا لینا حلال ہوتا تو لوگ تجارت کا کاروبار چھوڑ دیتے جس کی عام احتیاج ہے

(۲) عن هشام بن الحکم انه سأل اباعبد الله عن علة تحریم الربوٰا فقال انه لو کان الربوا حلالا لترک الناس التجارات وما یحتاجون الیه فحرم الله الربوا التنفر الناس من الحرام الی الحلال والی الحلال و الی التجارات من البیع والشراء.(وسائل الشیعه: ج۱۸ ص۱۲۱)

ہشام بن الحکم راوی ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سود کے حرام کئے جانے کی علت پوچھی تو حضرتؑ نے فرمایا اگر سود حلال ہوتا تو لوگ تجارت چھوڑ بیٹھتے اور وہ کاروبار جس کی انھیں احتیاج ہے اس واسطے خدا نے سود کو حرام کردیا تاکہ، لوگ حرام سے حلال کی جانب اور خرید و فروخت کے کاروبار کی طرف توجہ کریں۔

وجوہ تحریم ربا کے متعلق امام رضا علیہ السلام کا مفصل ارشاد

محمد بن سنان راوی ہیں: ان بن موسی الرضاؑ کتب الیه فیما کتب من جواب مسائله و علة تحریم الربالما نهی الله عز وجل عنه ولما فیه من فساد الاموال لان الانسان ازا اشتری الدرهم بدرهمین کان ثمن الدرهم درهما وثمن الآخر باطلا فلبیع الرباوشرائه وکس علی کل حال علی المشتری و علی البائع فحرم الله عزوجل علی العباد الربا بالعلةِ فساد الاموال .. وعلة

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

تحریم الربا بالنیة لعله ذهاب المعروف وتلف الاموال ورغبة الناس فی الربح ووترکهم القرض والقرض صنائع المعروف ولما فی ذلک من الفساد والظلم وفناء الاموال. (وسائل الشیعه: ج۱۸ ص۱۲۱)

امام رضا علیہ السلام میرے سوالات کے جوابات تحریر فرمائے منجملہ ان کی تحریر کیا کہ سود کی حرمت کی علت یہ ہیکہ خدا نے اس کی ممانعت کی ہے اور یہ وجہ ہیکہ اس میں مال کی خرابی و بربادی ہے اس لئے کے جب انسان نے دو درہم کے عوض ایک درہم خریدا تو ایک درہم تو ایک کی قیمت قرار پایا مگر دوسرا درہم ضایع ہوا، (اسکا کوئی عوض اس کو نہ ملا) اس لئے کہ سود کی خرید و فروخت بہرحال باعث نقصان ہے اور اس وجہ سے سود مال کے ضایع ہونے کا باعث ہے خدا نے اسے حرام قرار دیا، اور قرض کے معاملات میں سود کے حرام کئے جانے کی علت یہ ہیکہ اس سے نیکی واحسان کرنے کا جذبہ جاتا رہتا ہے مال تلف اور ضایع ہوتا ہے، بغیر محنت نفع خوری کی رغبت پیدا ہوتی ہے قرض جسکا شمار نیکیوں میں ہے سود کی لالچ میں لوگ اس کو چھوڑ دیتے ہیں (کوئی کسی حاجت مند کو قرض حسنہ دینے پر تیار نہیں ہوتا، اور اس طرح انسانی ہمدردی کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے) اور سود اس لئے بھی حرام کیا ہے کہ اس میں فساد و ظلم ہے اور مال کی ناحق بربادی ہے۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث کا خلاصہ

ان آیات واحادیث میں جو باتیں مذکور ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) محبت ومروت وہمدردی وانسانوں کی مستحکم بنیادوں پر انسانی معاشرت کی تعمیر دین اسلام کا عظیم ترین نصب العین ہے اور اسکا تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد انسان دوسرے کی احتیاج کو اپنی احتیاج سمجھے، حاجتمندوں کی حالت زار پر انسانی احساسات ابھریں اور وہ ان کی حاجت روائی

کی طرف ہاتھ بڑھائے سودخواری کی ذہنیت اس کے برعکس حاجتمندوں کی مجبوری سے اپنا اپنا مفاد حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے، اور بالآخر انسانی مروت وہمدردی واحسان کے جذبات مردہ ہوجاتے ہیں۔ سود کی تحریم سے مقصد شریعت اسی قسم کے بدترین جرائم کا سد باب کرنا ہے۔

(ب) عادت سودخواری کے ساتھ محبت مال وطمع بھی ترقی کرتی ہے، اور اسکی ترقی کی نسبت سے اصول اخلاق وہمدردی انسانی کے احساسات ختم ہوتے جاتے ہیں، اور آخر کار انسان اخلاق فاضلہ اور انسانیت اعلیٰ اوصاف سے محروم اور مال و دولت کے خمار بدمست ہوجاتا ہے ، اور شرف انسانیت کھودیتا ہے، اور اس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے جیسے کوئی شخص مجنون ومخبوط ہوجائے، ممکن ہیکہ وہ اپنی اس حالت کو عقلمندی کا ثمرہ تصور کرتا ہے، مگر دراصل وہ پاگل پن ہے، مال و دولت کی محبت میں شرف انسانیت کو بیچ دینا خبط وجنون نہیں تو اور کیا ہے، چونکہ اکثر نفسیاتی ملکات پختہ اور ناقابل زوال ہوجایا کرتے ہیں، اس لئے ان کا اثر آخرت کی زندگی میں بھی نمایاں ہو تو محل تعجب نہ ہونا چاہیئے ممکن ہے کہ قرآنی تمثیل،، **کما یقول الذین یتخبط الشیطان من المس** (سورۂ بقرہ) اسی بات کی جانب اشارہ ہو۔ اور اسی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہو جو اس کی بداخلاقی وبدکرداری کے نتیجہ کے طور پر اخروی زندگی میں پیدا ہوگی۔

(تفسیر زبدۃ البیان میں ہے صفحہ ۲۴۱)

والحاصل انهم لا یقومون من قبورهمالی المحشر بسبب الربوا ووزره و ثقله علیهم قیاما مثل قیام صحیح العقل بل مثل قیام المعجابین فیسقطون تارة و یمشون علی غیر الااستقامة اخریٰ ولا یقدرون علی القیام اخریٰ.

حاصل یہ کہ وہ لوگ محشر میں اپنی قبروں سے سود کے وبال اور بوجھ کی بدولت اس

Presented by Ziaraat.Com

طرح نہیں اٹھیں گے جس طرح درست ہوش وعقل والے اٹھتے ہیں۔ بلکہ پاگلوں کی طرح اٹھیں گے گر پڑیں گے اور کبھی لڑکھڑاتے چلیں گے اور کبھی اٹھ بھی نہ سکیں گے۔

(ج) جو انسان ایک درہم (یا ایک روپیہ) تو ایک درہم (یا ایک روپیہ) کی قیمت ہوتا ہے اور دوسرے کی قیمت ضایع ہو جاتی ہے، اس کو اس کے عوض میں کچھ نہیں ملتا اور بائع کو ایک درہم (یا ایک روپیہ) مفت ہاتھ آتا ہے، اس میں نہ اس کے اصل درہم (روپیہ) کا کوئی دخل ہوتا ہے، اور نہ محنت کا کوئی اثر۔

(د) یہ ایک حقیقت ثانیہ ہیکہ تجارت وصنعت کو معاشی نظام کے رکن اعظم کی حیثیت حاصل ہے، اور انھیں پیسوں کی بدولت عامہ خلائق کی رفائیت کے سامان اور معاشی خوشحالی کے وسائل ہو یا ہو سکتے ہیں اور تمدن کی ترقی اس سے وابستہ ہے، اور ان ذرایع سے مواش حاصل کرنے میں آدمی کو محنت اور مشقت کی حاجت ہوتی ہے، برعکس اس کے سودی کاروبار میں بے محنت روپیہ ملتا ہے، اب اگر معاشی نظر میں معاملہ سود کے ذریعہ کسب معاش کی اجازت دیدی جائے۔ تجارتی کاروبار کی مشقت وصنعت ومفت کی محنت وتکلیف برداشت کرنے کی طرف رجحان باقی نہ رہے گا، مفت نفع خوری اور آسان طریقہ سے روزی کمانے کی ترغیب ہوگی، اور اس طرح دنیا کا معاشی نظام ابتر ہو جائے گا، کیونکہ منافع خلق اللہ تجارت وصنعت وحرفت سے وابستہ ہیں، دنیوی کاروبار بغیر ان کے چل نہیں سکتے۔

(ہ) خلق ومروت وہمدردئی انسانی کے شریفانہ احساسات کا جہاں یہ تقاضا ہیکہ قرض کے ذریعہ سے حاجتمندوں کی امداد روائی کی ترغیب دی جائے، وہاں یہ بھی ضروری ہیکہ قرض کی لین دین کو پرمنفعت کاروبار اور ذریعہ کسب معاش بننے نہ دیا جائے، کیونکہ اس کے دو بدترین نتیجے، ظلم وفناء اموال، یقینی ہیں، (جنکی جانب حدیث مندرج بالا میں توجہ دلائی ہے) سودی کاروبار کے رواج کی صورت میں ایک طرف غریب حاجتمند کو قرض لینا دشوار ہو جاتا ہے، اور

جو لوگ قرض حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، وہ آخر کار ظالم ساہوکاروں کی ہوس نفع خوری اور حریصانہ مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں، دوسری طرف ہوا پرست مسرفین کی عادت فضول خرچی کو سہارا ملتا ہے بے جا عیش وعشرت اور فضول نام ونمود پر اڑانے کے لئے روپیہ بسہولت حاصل ہونے لگتا ہے، پیشہ ور سود خوار ساہوکار املاک وجائداد کے مالکوں کو روپیہ بحسب طلب بآسانی قرض دیدیتے ہیں، اور آخر کار صرف وہی روپیہ فضول مسارف میں ضایع نہیں ہوتا۔ بلکہ امیروں کی ذاتی املاک وجائداد کو بھی اپنے ساتھ کھینچ لے جاتا ہے، بالخصوص مسلمان زمیندار، جاگیرداروں اور صاحب دولت وثروت گھرانوں کے سودی قرضوں کی بدولت تباہی وبربادی کی عبرت خیز وحسرتناک مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

اسلامی نظام نے سودی کاروبار کی روک تھام کے لئے اس قسم کے مظالم اور فناء اموال کے تباہ کن واقعات کا کلیتہ سد باب کر دیا۔ اور قرض کے معاملات کو باہمی ہمدردی اور حسن سلوک، مواساۃ واحسان کے اعلیٰ اخلاق احساسات کی حدود تک محو کر دیا۔ اور بغیر معاوضہ قرض دینے کو عظیم الشان کار خیر کردار شریفانہ قرار دیکر اس کی جانب ترغیب وتعریف میں بڑا اہتمام فرمایا۔ اور قرضداروں کے ساتھ قرض خواہوں کی طرف سے واقع ہونے والی ہر خلاف مروت وانسانیت بدسلوکی کا انسداد کر دیا۔

قرض سے اعانت کرنیکی ترغیب

من ذاالذی یقرض الله قرضا حسنا ویضاعفه له اضعافا کثیرة و الله یقبض وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُون. (بقرہ:۲۴۵)

(۲) إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (۱۷)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

وہ کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دے تا کہ خدا اس کے مال کو اس کے واسطے کئی گناہ بڑھا دے اور خدا ہی تنگدست کرتا ہے اور وہی رزق کی کشائش عطا کرتا ہے، اگر تم خدا کو قرضہ حسنہ دوگے تو وہ اسکو تمہارے واسطے دگنا کر دیگا، اور تم کو بخش دیگا۔ (سورۂ تغابن: ۱۷)

حدیث نبویؐ ہے، (۳) من شکیٰ الیه اخره المسلم فلم یقرضه حرم الله عزوجل علیه الجنة یوم یجزی المحسنین (وسائل الشیعه: ج۱۶ ص۳۹۰)

جس کے پاس اسکا برادر مسلم اپنی تنگدستی کی شکایت لایا اور اس نے اسے قرض نہ دیا تو خدا اس کو جنت سے اس دن محروم رکھے گا جس میں نیکوکاروں کو جزا دیگا۔

تنگدست و نادار قرضدار کو مہلت دینا چاہیئے اور قرض کو معاف کر دینا بہتر ہے ۔

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ (بقرہ: ۲۸۰)

اگر (تمہارا قرضدار) تنگدست ہو تو اس کو خاشحالی تک مہلت دو اور اگر سمجھو تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے کہ اصل بھی بخش دو۔

قانون شرع اسلام میں تنگدستی و ناداری کے حدود۔ قرض میں سامان خوراک، لباس۔ مسکن خادم صرف نہ کیا جائے

کنزالعرفان میں ہے: والمراد بالمعسر عندنامن یعجز عن اداء ماعلیه من الدین ولا یحسب علیه قوت یومه ودست ثوبه ودارسکناه وخادمة المعتاد فان ذلک لا یجب صرفه فی الدین فاذا تحقق العجز عما عدا ذلک

وجب الانظار وحرم المطالبة والحبس ومع القدرة تحل المطالبة ویجوزالحبس قال لی الواحد یحل عقوبته والتی المطل والعقوبته الحبس.

(کنزالعرفان: ج۲ ص۸۰)

معسر سے مراد ہمارے نزدیک وہ آدمی ہے جو اپنا قرض ادا کرنے سے عاجز ہو اور روز کا خوراک، کپڑے، مکان، اور خادم جس کی عادۃ احتیاج ہوتی ہے یہ چیزیں محسوب نہ ہوگی اور ان کو موجود ہوتے ہوئے "معسر" یعنی نادار و تنگدست قرار دیا جائے گا۔ ان چیزوں کا قرض میں صرف کرنا واجب نہیں جبکہ ان چیزوں کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ ہونے سے اس کا عجز ثابت ہو تو اس کو مہلت دینا واجب ہوگا، اور مطالبہ قرض اور اسے قید کرنا حرام ہوگا، اور جبکہ وہ ادائے قرض پر قدرت رکھتا ہو تو مطالبہ حلال اور قید کرنا جائز ہوگا، جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہیکہ اداء قرض کی قدرت رکھنے والا ٹال مٹول کرے تو اس کو سزا قید کرنا حلال ہوگا۔

قرض دینا تصدق کرنے سے بہتر ہے

عن ابی عبد اللهؑ قال النبیؐ الف درهم اقرضها مرتین احب الیّ من ان اتصدق بها امرة وکمالایحل لعزیمک ان یمطلک وهو معسر فکذالک لا یحل لک ان تعسره اذا علمت انه معسر۔ (وسائل الشیعه: ج۱۸ ص۳۳۴)

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میں ایک ہزار درہم کو اگر دو دفع کر کے قرض دوں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ یکبارگی تصدق کر دوں اور جس طرح تمہارے قرضدار کیلئے جائز نہیں ہیکہ خوشحال ہوتے ہوئے اداء قرض میں ٹال مٹول کرے اسی طرح تمہارے لئے بھی حلال نہیں ہیکہ اس کی تنگدستی کا حال

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

معلوم ہوتے ہوئے اس پر سختی کرو۔

حاجتمندوں کیلئے قرض لینا جائز ہے اور بے ضرورت قرض لینا مکروہ ہے بعض صورتوں میں حرام بھی ہے

جہاں حاجتمندوں کیلئے قرض کی لین دین کو حسن سلوک وکرم اخلاق کا بلند ترین مرتبہ قرار دیا ہے وہاں بے ضرورت قرض لینے کی ممانعت بھی کی ہے اور بعض حالات میں قرض لینا حرام بھی قرار دیا ہے۔

کنز العرفان میں ہے، اباحة الاسّد انه لانهامما قد یضطر الانسان الیه فی معاشه فتکون سایغة ولان النبیؐ اسند ان وکذاعلی علیه السلام وجماعة من الائمة علیهم السلام نعم هومن غیر ضرورة مکروه لقوله صلی الله آله و سلم ایاکم والدین فانه مذلة بالنهار و مهمة باالیل و قدیحرم اذالم یکن له ما یقضیه به فانه خدیعة ویقوی عندی اذالم یکن البائن مطلقا علی حاله والافالکراهة شدیة و قبول الصدقة له اولیٰ من الاستدانة .

قرض لینا اس لئے مباح ہے کہ انسان اپنے معاش کے بارے میں کبھی اس کا محتاج ہوتا ہے لہذا اسکو جائز ہونا چاہئے۔ اور اس لئے کہ خود جناب رسولؐ نے قرض کیا اور اسی طرح حضرت علی اور ائمہ علیہم السلام بھی قرض لیتے تھے، البتہ بے ضرورت قرض لینا مکروہ ہے کیونکہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہیکہ تم قرض سے بچو کیونکہ وہ دن میں باعث ذلت ورات کو باعث فکرمندی ہوا کرتا ہے اور جب ادا کرنے کا ذریعہ اپنے پاس نہ ہو تو ایسی صورت میں قرض لینا حرام ہے اس لئے کہ وہ فریب ہے، اور میرے (یعنی صاحب کتاب فاضل مقدار کے)

نزدیک قول قوی یہ ہیکہ ایسے نادار ومفلس کا قرض لینا حرام اس وقت ہوگا جبکہ قرض دینے والا اسکی ناداری و بے مائگی کے حال سے ناواقف ہو، ورنہ مکروہ ہوگا، اور کراہت شدید ہوگی ایسے آدمی کے لئے صدقہ قبول کرنا قرض لینے سے بہتر ہے۔

قرض کی مذمت، کفر وقرض بے ضرورت دونوں برابر ہیں

حدیث نبویؐ میں ہے: اعوذبالله من الکفر الدین قیل یا رسول الله أیعدل الدین بالکفر قال نعم ؟ (بحار الانوار: ج۱۰۰ ص ۱۴۱)

آنحضرتؐ نے فرمایا، میں کفر وقرض سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس پر کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ کو قرض کو کفر کے برابر ٹھہراتے ہیں تو فرمایا، ہاں ایسا ہی ہے۔

راہ خدا میں شہید ہو جانا ہر گناہ کا کفارہ ہے سوا قرض کے

عن ابی جعفر علیه السلام قال کل ذنب یکفره القتل فی سبیل الله الا الدین لا کفارة الا ادائه و یقضی صاحبه او یعفو الذی له الحق

حضرت محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہیکہ آپ نے فرمایا خدا کی راہ میں شہید ہونا ہر گناہ سے پاک کر دیتا ہے سواء قرض کے کہ اس کا کفارہ صرف اس کا ادا کرنا ہی ہے یا تو شہید ہونے والے کی طرف سے اسکا کوئی ساتھی (یا وارث) ادا کرے یا جس کا حق ہے وہ معاف کر دے۔ (من لا یحضره الفقیه: ج: ۳ ص ۳۷۸)

ادا نہ کرنے کی نیت سے قرض لینے والا چور ہے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: من استدان دینا فلم ینوی قضائه کان بمنزلة السارق. (تهذیب الاحکام: ج۶، ص۱۹۱)

جس نے قرض لیا اور ادا کرنے کا ارادہ نہ تھا تو وہ شخص گویا چور ہے۔

غنی کی ٹال مٹول ظلم ہے

حدیث نبویؐ ہے، مطل الغنی ظلم. ادائے قرض میں غنی کی ٹال مٹول ظلم ہے۔

ناداروں کے جائز قرضے کا ادا کرنا حکومت اسلام کے ذمہ ہے اس کیلئے خاص انتظام

جن قرضداروں کیلئے قرض ادا کرنا ممکن نہیں ان کی گلوخلاصی وسبکدوشی کیلئے مدات خیر میں مخصوص حصہ قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبه: ٦)

مال صدقات تو بس فقیروں اور ناداروں کا حق ہے، اور ان لوگوں کا جو (زکوٰۃ وغیرہ کی وصول کے) کارندے ہیں اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلب کی گئی ہے اور غلاموں کی (غلام کے پھندے سے) گلوخلاصی میں اور قرضداروں کا جو خود ادا نہیں کر سکتے یہ حقوق) خدا کی طرف سے فرض قرار دئے گئے ہیں، اور خدا بڑا صاحب علم اور حکمت والا ہے۔

ارشاد الٰہی میں، غارمین، سے کون لوگ مراد ہیں

کنز العرفان میں ہے۔ الغارمون و هم الذین رکبتهم الدیون فی غیر معصیة بل فی نفقة واجبة او معاش مباح.

غارمین سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر بار قرض ہوگا مگر خدا کی معصیت میں نہیں بلکہ نفق واجبہ یعنی ان لوگوں کی ضرورتوں میں جن کا نفقہ ان پر واجب ہے یا یا نفقہ مستحب یعنی ان جوگوں کے متعلق جن کی مالی امداد مستحب ہے یا معاشر مباح یعنی ان اسباب معیشت میں جو شرعا مباح قرار دیئے گئے ہیں۔

اس سے پہلے اس بات کا تذکرہ گذرا کہ مفلس قرضداروں کے جائز قرضوں کا ادا کرنا خدا کی طرف سے رسولؐ وامامؑ کی ذمہ داریوں میں داخل کیا گیا ہے،

نادار کا قرض ادا کرنا فریضہ امام ہے

حدائق ناضرہ میں ہے: المفهوم من جملته من الاجار انه متی لم یتمکن المدیون من اداء الدین و وجب علی امام ان یودی عنه من سهم الغارمین اذا کان قله انفق ما اشد انه فی طاعة او فی مباح فلو انفقة فی معصیة لم یکن له ذلک .

حدیث سے یہ بات سمجھی گئی ہے کہ جب قرضدار اپنا قرض ادا نہ کر سکے گا تو امامؑ پر واجب ہوگا ''سہم غارمین'' (وہ حصہ جو بنا بر حکم قرآنی قرضداروں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے) سے ادا کریں بشرطہ کہ قرضداروں نے روپیہ طاعت خدا ومباح کاموں میں خرچ کیا ہو۔ پس اگر خدا کی نافرمانی میں خرچ کیا گیا ہوگا تو اسکا ادا کرنا امامؑ پر واجب نہ ہوگا۔

نظام اسلامی کی طرف مشترک کاروبار کی رہنمائی

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

قرآن وحدیث کے منقولہ بالاشواہد سے یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہونچ چکی کہ تمدن کی ترقی درمنفعت اورخوشحالی کو عام بنانے کے لئے زراعت وتجارت صنعت وحرفت کوفروغ دینا اسلامی نظام کاعظیم الشان نصب العین ہے اب صرف یہ بتادینارہ گیا ہے کہ نظام اسلامی صرف انفرادی کاروبار ہی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اجتماعی کاروبار کی راہیں بھی کھولتا ہے اس کے ماتحت زمانہ حاضرہ کے بینکوں اورکواپریٹیو ساسائٹیوں کے ایسے سودی کاروبار کے ادارے تو قائم نہیں کئے جاسکتے مگروہ تعاون ''علی البر والتقویٰ'' کے قرآنی اصول پر مشترک کاروبار کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور امداد باہمی کے سچے جذبے کے پیش نظر ایسے اجتماعی ادارات و مجالس (سوسائیٹیوں) کے قیام کی راہیں کھلی رکھیں جو سرمایہ داراورغریب عامل دونوں کے واسطے یکساں مفید ہوسکتے ہیں، فقہ اسلامی کے ابواب عقود ومعاملات میں اس طرح کے صحیح وسائل معاش کی تفصیلات مذکور ہیں، اس مختصر مضمون میں انکی گنجائش نہیں نکل سکتی، لہذا بعض کی طرف اشارہ کردینے پر قناعت کرلینا مناسب ہے۔

شرکت عنان یا شرکت اموال

انما تصح بالاموال و يتساوى الشريكان فى الربح والخسران مع تساويه ولو كان لاحد هما زيادة كاان له من الربح بقدر راس ماله ولذا عليه من الخسارة ولو شرا لاحد هما زدة فى الربح مع تساوى المالين اوالتساوى فى الربح والخسران مع تفاوت المالين قيل تبطل الشركة اعنى الشروط التصرف الموقوف عليه وقول تصح الشركة والشرط والاول اظهر.

(شرائع الاسلام: ج ٦ ص ٣٧٥)

ہمارے نزدیک صرف شرکت اموال صحیح ہے اور جبکہ دونوں شریک مال برابر کی

شرکت رکھتے ہوں تو نفع ونقصان میں بھی مساوی ہوں گے، اوراگرکسی ایک کا مال زیادہ ہوگا تو نفع میں اسکا حصہ بقدر راس کے اوران اعمال کے ہوگا اوراس پرخسارہ بھی اسی نسبت سے محسوب ہوگا اوراگرمعاملہ شرکت میں باوجود دونوں کے مالوں کی برابری کے ایک شرکت کے واسطے نفع کی زیادتی یا باوجود مالوں میں تفاوت ہونیکے نفع ونقصان میں برابری کی شرکت کی جائے تو (اس صورت میں صحت معاملہ شرکت میں اختلاف ہے) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شرکت باطل ہوجائے گی یعنی شرط وتصرف اس پر موقوف ہے دونوں باطل ہوں گے اوربعض فقہاء کا قول ہے کہ شرکت صحیح ہوگی اوراول (یعنی بطلان شرکت) اظہر ہے۔

حدیث میں ہے: **ان كان ربحافهو بينهماوان نقصانا فعليهما.**

(وسائل الشيعه: ج٩ص٦)

اگرنفع ہوگا تو دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا اوراگرنقصان ہوگا تو اس میں بھی دونوں شریک رہیں گے۔

مضاربۃ

حدائق ناضرہ میں ہے: **هى عقد شرعى لتجارة الانسان بمال غيره بحصة من الربح.**

''مضاربہ'' ایک شرعی معاملہ ہے جس میں ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کے ایک حصہ کے عوض تجارت کرنا ہے۔

جواہرالکلام میں ہے۔ **المضاربة دفع الانسان الى غيره مالا ليعمل فيه بحصة من ربحه.**

''مضاربہ'' یہ ہے کہ انسان کچھ مال بغرض تجارت کسی کودے اورمقابل عمل نفع میں

Presented by Ziaraat.Com

کوئی حصہ اسکا مقرر کرے۔

ان تعریفوں سے ظاہر ہوا کہ ''مضاربہ'' ارباب دولت و مال اور غریب و نادار کے تعاون سرمایہ ومحنت کے اشتراک عمل و مقصد اور اس ذریعہ سے امداد باہمی کے اعلیٰ نصب العین کو حاصل کرنے کیلئے بہتریں طریقہ ہے اور یہ ایک ایسا تجارتی معاملہ ہے۔ جس میں ایک طرف سرمایہ اور مال ومتاع ہوتا ہے اور دوسری طرف عمل و محنت ہوتی ہے اور منافع میں حسب قرارداد تراضی طرفین اشتراک عمل ہوتا ہے ایک شخص اپنے سرمایہ سے ایسے انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے جو دیانت کے ساتھ تجارتی کاروبار کا سلیقہ ہونے کے باوجود نادار اور بے سرمایہ ہے اور وہ اپنی محنت وسلیقہ عمل سے مالک سرمایہ کی منفعت کا باعث ہوتا ہے۔

اجارہ محنت و مزدوری

حدیث منقولہ بالا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: واما وجه الاجارة فقوله عزوجل ... نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ... الآية (زخرف:۳۲)

(وسائل الشیعه: ج۱۹ ص۱۰۳)

وسائل معاش میں طریقہ اجارہ کا تذکرہ اس ارشاد خداوندی میں ہے: نحن قسمنا بينهم ، یہ آیہ مبارکہ اس سے پہلے زیر بحث آچکی ہے یہاں اس کے معنی مراد پر مزید روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے صرف اس قدر گذارش کافی ہے کہ ارشاد ربانی میں ان وسائل معاش کی طرف نہایت جامع و پر معنی الفاظ میں توجہ دلائی گئی ہے جن کا تعلق خدمت، مزدوری، محنت و اجرت سے ہے فقہ اسلام کے باب میں، باب اجارہ، کو بڑی اہمیت حاصل ہے از یں جو تفصیلات مذکور

ہیں ان کا یہاں ترک کر دینا ناگزیر ہے اس مقام پر چند احادیث پیش کی جاتی ہے جن سے ظاہر ہو جائیگا کہ انسان کی محنت و عمل کی اسلام کی نظر میں کتنی عظیم قدر و قیمت ہے۔

کام لینے سے پہلے اجرت طے کر لیا کرو

حدیث میں ہے: نهى رسول الله ؐ ان يستعمل اجيرا حتى ليعلم مااجرته، جناب رسول خدا صلعم کا حکم ہے اجرت معلوم کر لینے سے پہلے کسی اجیر (مزدور) سے کام نہ لیا جائے۔ (وسائل الشیعه: ج۱۹ ص۱۰۶)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يستعملن اجيرا حتى يعلم ما اجرته. (وسائل الشیعه: ج۱۹ ص۱۰۶)

جو آدمی خدا اور روز قیامت پر ایمان لایا ہے اسے ہرگز کسی اجیر سے کام نہ لینا چاہئے جب تک یہ نہ معلوم کرلے کہ اسکی اجرت کیا ہوگی۔

مزدور کی اجرت
اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کردو

حدیث نبویؐ میں ہے: اعط الاجير حقه قبل ان يجف عرقه.

مزدور کا حق اسکا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔

(مستدرک الوسائل: ج۱۴ ص۲۹)

مزدور کے حق اجرت میں ظلم کرنیوالا
ملعون ہے، خدا اس کو نہ بخشے گا

نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

(۱) ملعون من ظلم اجيرا اجره. (مستدرک الوسائل: ج۱۴ ص۲۹)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

(۲) ان اللہ غافر کلی ذنب الامن حجد مھرا او اغتصب اجیرا

جس نے مزدور کی اجرت کے بارے میں ظلم کیا وہ ملعون ہے۔

(مستدرک الوسائل: ج ۱۴ ص ۳۱)

خدا ظاہری گناہ کا بخشنے والا ہے مگر دو شخصوں کو معاف نہ کریگا، ایک، جس نے عورت سے مہر کا انکار کیا، دوسرا، جس نے مزدور کی اجرت مار لی۔

جناب رسول خدا صلعم مزدوروں کی حمایت میں

ان النبیؐ قال ثلاثة انا خصیمھم یوم القیامة. رجلا نتاجر اجیرا فاستوفی منه ولم یوف اجره. (مستدرک الوسائل: ج ۱۴ ص ۳۱)

جناب رسولؐ نے فرمایا کہ بروز قیامت میں تین قسم کے لوگوں کا فریق مقابل بنوں گا (ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں) جو مزدور سے کام لے کر اجرت پوری نہیں دیتے۔"

چرخا و کھدر

خاتمۂ مضمون میں اس بات کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ زمانہ حاضرہ میں چرخے اور کھدر کو رواج دینے میں عظیم الشان جدوجہد کی جا چکی ہے اسکی افادی حیثیت کا تجربہ بھی ہو چکا ہے، مگر اس کو زمانہ حاضر کے کسی محترم و دور اندیش لیڈر کی جدت طرازی نہ سمجھنا چاہیئے، وہ کوئی نئی تحریک نہ تھی بلکہ تیرہ صدیوں سے اسلام کے نظام اقتصادی میں اس کو نمایاں جگہ حاصل ہے اور اسکی اہمیت کے لئے صرف مندرجہ ذیل احادیث و اخبار کافی ہیں:

سوت کاتنے کی ہدایت عورت کے لئے یہ گھریلو کام سب سے بہتر ہے

(۱) قال رسول اللہؐ صلی اللہ علیه و آله: نعم شغل المرائة

الموٴمنة المغزل

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ مومنہ عورت کا بہترین مشغلہ چرخا ہے۔

نیز حدیث نبویؐ ہے، (۲) عملو هن الغزل، عورتوں کو سوت کاتنا سکھاؤ۔

جناب فاطمہ زہراء صلوٰت اللہ علیہا کے چرخہ کی عظمت واہمیت

جناب سید رضی الدین علی بن طاؤس نے کتاب لہوف میں یہ روایت نقل فرمائی ہے:

(۳) قال یزید لعلی بن الحسین علیھما السلام اذکر حاجاتک الثلاث اللاتی وعدتک بقضائھن (الی ان قال) قال والثانیة ما نزد علینا ما اخذ منا (الی ما قال) وانما طلبت ما اخذ منا لان مغزل فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیه و آله (مستدرک الوسائل)

یزید نے حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام سے کہا کہ وہ تین حاجتیں مانگو جس کے پورا کرنے کا میں نے وعدہ کیا ہے: (امامؑ نے منجملہ ان کے یہ بھی فرمایا کہ) میری جو چیزیں چھینی ہیں ان کو واپس کر دے اور میں ان چیزوں کو اس وجہ سے مانگتا ہوں کہ اس میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا چرخا بھی ہے۔

☆☆☆☆☆

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

خاتمۂ کلام

اس مضمون میں اسلام کے نظام معیشت و اقتصاد کا جو مختصر و مجمل خاکہ پیش کیا گیا ہے اس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ نہ نظام سرمایہ داری ہے اور نہ نظام اشتراکیت و اشتمالیت، بلکہ بنیادی طور پر ان سب سے جدا ایک معتدل نظام ہے جس کے وسیع دامن میں ان کی تمام خوبیاں موجود ہیں، اور تمام خرابیاں اور بے اعتدالیاں اس سے خارج ہیں، فطرت کے دباؤ نے منحرف دنیا کا رخ اسی منبع اعتدال و مسلک اقتصاد کی جانب موڑ دیا ہے، ذہنیت سرمایہ داری اب محنت کش غریبوں کی مفاد سے دلچسپی اور احساس ہمدردی کی نمائش کرنے لگی ہے اور طبیعت اشتراک حق اور تفاوت درجات معیشت کے خلاف جنگ میں اعتدال پسندی کی طرف مائل ہے، یہ تدریجی انقلاب ذہنیت و استحالہ طبیعت اس حقیقت کو ناقابل اشتباہ بنا رہا ہے کہ نظام اسلامی ہی مکمل، معتدل و فلاح یافتہ ہے اور وہ دن توقعات کے حدود سے باہر نہ ہونا چاہئے جس میں ساری منحرف دنیا اسی نہج اعتدال و اقتصاد پر گامزن نظر آئے اور ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (سورہ توبہ:۳۳)

کا مضمون واقعہ اور حقیقت بن کر نگاہوں کے سامنے آجائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمام شد

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

فہرست کتاب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۔	ایک نظر ---- تعارف	۵-۱۱
۲۔	اسلام کا معاشی نظام	۱۵
۳۔	قبل ظہور اسلام عرب کی دینی و معاشی ابتری، اور اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ حضرت جعفر طیارؑ کی تقریر	۱۶
۴۔	حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا بیان	۱۷
۵۔	اسلام ایک قابل عمل نظام ہے جو عملی دنیا میں کامیاب ہو چکا ہے	۱۹
۶۔	قرآنی تعلیمات سے روگردانی کا انجام	۲۰
۷۔	عالم اسلام کے انقلاب ذہنیت اور اس کے نتائج کی بابت آنحضرتؐ کی خبر غیب	۲۱
۸۔	چند بنیادی باتیں جن پر اسلامی نظام معیشت کا سمجھنا موقوف ہے	۲۲
۹۔	اسلام مذہب عمل ہے، عمل اس کا عین حقیقت ہے	۲۴
۱۰۔	سارا ایمان عمل ہے	۲۴
۱۱۔	تمام اعضاء و جوارح کا ایمان میں حصہ ہے	۲۴
۱۲۔	اسلام کے نزدیک مفہوم عبادت بہت وسیع ہے	۲۵
۱۳۔	اپنے بچوں کو پیار کرنا بھی عبادت ہے	۲۵
۱۴۔	پیاسے جانوروں کو پانی پلانا بھی عبادت ہے	۲۶
۱۵۔	اسلام مذہب عدل واعتدال اور انسان کا قدیم ترین مذہب ہے	۲۶
۱۶۔	دنیا میں تبلیغ اسلام کی غرض قیام عدل وانصاف ہے	۲۷

Presented by Ziaraat.Com

۱۷۔	انسان کے لئے کونسا نظام معاشی مناسب ہوگا	۲۸
۱۸۔	انسان کی حقیقت کیا ہے	۲۸
۱۹۔	انسان حیوان بن کر بھی غیر ذمہ دار اور آزاد فطرت نہیں بنا سکتا .	۲۹
۲۰۔	حیوانیت وانسانیت کے حدود	۳۲
۲۱۔	عالم کے غیر معتدل نظامات معیشت کی دو قسمیں	۳۳
۲۲۔	صرف اسلام کا کا نظام معاشی معتدل اور مطابق فطرت انسانی ہے	۳۵
۲۳۔	اعمال انسانی کی بنیاد دو قسم کے نظریہ ہیں۔ نظریہ الحاد ولا مذہبی اور نظریہ خدا پرستی	۳۵
۲۴۔	نظریہ مادیت والحاد اور نظریہ خدا پرستی کے متعلق مفصل بیان قرآنی بشکل مکالمہ	۳۸
۲۵۔	انسان کا مقصد اہم خوف وحزن سے نجات ہے اور وہ صرف زبانی ہدایت نامہ سے پورا ہوسکتا ہے	۳۹
۲۶۔	اسلام کے نظام معاشی کا مختصر خاکہ انسان کا خدا سے تعلق	۴۰
۲۷۔	انسان تنہا نہیں پیدا کیا گیا	۴۰
۲۸۔	اگرچہ انسان دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے مگر دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے	۴۱
۲۹۔	دنیا و مافیہا میں تصرف کی دو ضروری شرطیں	۴۱
۳۰۔	دنیوی زندگی سلسلۂ حیات کی ایک کڑی ہے.	۴۲
۳۱۔	دنیا بھی انسان کی اور آخرت بھی	۴۳
۳۲۔	پرہیزگاروں کا دوگنا حصہ	۴۴
۳۳۔	خدا کو بھولنے کا انجام ضیق معیشت ہے	۴۶
۳۴۔	ربط دنیا وآخرت کے متعلق اسلامی نقطۂ خیال	۴۷
۳۵۔	حقیقت وماہیت دنیا	۴۷
۳۶۔	مقصد اور طریقہ تحصیل پر دنیا کے ممدوح اور مذموم ہونے کا مدار ہے	۴۸
۳۷۔	دنیا کی دو قسمیں ہیں	۴۸

۳۸۔	مذموم دنیا کی تصویر	۴۹
۳۹۔	دنیا کا قابل مدح پہلو	۴۹
۴۰۔	دنیا آخرت کی اچھی مددگار ہے	۵۰
۴۱۔	پرہیزگاری کے لئے دولت اچھی مددگا ہے	۵۰
۴۲۔	دنیا آخرت کی کھیتی ہے	۵۱
۴۳۔	طلب دنیا کے پاک مقاصد ذاتی نفع کے ساتھ دوسروں کی منفعت کا خیال	۵۱
۴۴۔	کسب دنیا کے اعلی مقاصد جو اس کو طلب آخرت بنا دیتے ہیں	۵۱
۴۵۔	زہد کی تعریف اور اس کی حقیقت	۵۲
۴۶۔	زہد کا حاصل قرآن کے دو کلموں میں ہے	۵۳
۴۷۔	خدا کی طرف سے حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لینے کی مذمت	۵۳
۴۸۔	مال کو ضایع کرنا یا حلال کو حرام کر لینا زہد نہیں ہے	۵۵
۴۹۔	اگر مقصود رضاء خدا ہو تو انسان دنیا و مافیہا لے کر بھی زاہد ہوسکتا ہے	۵۵
۵۰۔	حرام سے بچنا زہد ہے	۵۶
۵۱۔	انسان دولت کمانے اور خرچ کرنے میں پیش خدا مسئول ہوگا	۵۸
۵۲۔	اسلام نظام معیشت کا دو جملوں میں خلاصہ۔ پاک چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کر	۶۰
۵۳۔	زمین اور اس کی پیداوار میں تمام انسانوں کا حق برابر ہے	۶۳
۵۴۔	وہ پیداوار زمین مباح الاصل ہے جو ذریعہ معاش انسان بن سکتی ہے	۶۶
۵۵۔	حلال وحرام کا کلی اصول۔ وہ چیزیں اور کسب معاش کے وہ طریقے حرام ہیں جن سے بدن وروح میں فساد پیدا ہوتا ہے.	۶۸
۵۶۔	لفظ ''طیب'' کے معنی	۶۸
۵۷۔	اسلام کے نزدیک معاشیات تابع اخلاق ہیں نہ کہ اخلاق تابع معاشیات	۶۹
۵۸۔	کسب معاش کی باعتبار حکم شرعی پانچ قسمیں	۷۱

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

۵۹۔ تذکرۂ ایمان وتقویٰ وصلاح کار میں تکرار کی مصلحت ۷۲

۶۰۔ ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو ۷۳

۶۱۔ معاشی جد و جہد کی اہمیت اسلام کی نظر میں طلب معاش فریضہ ہے اور بہترین عبادت ۷۵

۶۲۔ عیال کے لئے روزی کمانے میں محنت کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کا ہمسر ہے ۷۶

۶۳۔ ممدوح سرمایہ داری، حلال طریقے سے اغراض صحیحہ کے لئے مال جمع کرنا چاہیے ۷۶

۶۴۔ صلہ رحمی اور سخاوت کا دگنا اجر ۷۷

۶۵۔ طلب دنیا کے اعلیٰ مقاصد دوسروں سے بے نیاز ہونا اور ہمسایہ پر مہربانی کرنا ۷۷

۶۶۔ اپنے دست و بازو کی محنت سے کما کر کھانے والا ثواب انبیاء حاصل کرے گا۔ خدا اس پر نظر رحمت کرے گا اور کبھی اس پر عذاب نہ ہوگا ۷۸

۶۷۔ مرد کاسب خدا کا محبوب ہے ۷۸

۶۸۔ دنیا کے کام اس طرح کرو کہ گویا تمہیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اور کار آخرت اس طرح کرو کہ گویا کل ہی مرنا ہے ۷۸

۶۹۔ سب سے بڑا اجر اس آدمی کا ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے ۷۹

۷۰۔ جو شخص عیال کو ضایع کر دیتا ہے، ان کی خدمت نہیں کرتا وہ ملعون ہے ۸۰

۷۱۔ روزی کمانے میں کاہلی کی مذمت ۸۰

۷۲۔ بے صبری اور کاہلی سے بچو ۸۰

۷۳۔ ارشاد نبویؐ۔ جو آدمی منہ کھولے خدا سے روزی کے لئے دعائیں مانگتا ہے اور طلب رزق نہیں کرتا اس کو میں دشمن رکھتا ہوں ۸۰

۷۴۔ جس آدمی کو روزی کمانے میں شرم نہیں آتی اس کا بار ہلکا دل مسرور اور عیال خوشحال رہتے ہیں۔ ۸۱

۷۵۔ جو شخص گھر میں بیٹھا رزق کی دعائیں مانگتا ہے اور طلب رزق کے لئے نہیں نکلتا اس کی دعا مقبول نہیں ہوتی ۸۱

۷۶۔ دنیا چھوڑ دینے والوں کی دعا مقبول نہیں ہوتی، اصحاب رسولؐ کا ایک نصیحت خیز واقعہ ۸۲

۷۷۔ ارشاد نبوی، سوال کرنا، بھیک مانگنا بہت برا کام ہے ۸۳

۷۸۔ جو مسلمان لوگوں سے سوال کرے گا خدا اس کے آنکھوں کے درمیان یہ لکھ دے گا کہ یہ شخص تا قیامت فقیر رہے گا ۸۳

۷۹۔ ایک در سوال کا کھولنا فقیری کے ستر (۷۰) دروازوں کے کھلنے کا باعث ہوتا ہے ۸۳

۸۰۔ لکڑیاں چن کر بیچنا اور اس سے اپنا رزق حاصل کرنا سوال کرنے سے بہتر ہے ۸۳

۸۱۔ ہمارا پیرو وہ آدمی ہے جو بھوکا مر جائے مگر بھیک نہ مانگے ۸۵

۸۲۔ ایک جماعت انصار کا بہترین طرز عمل۔ اتباع امر نبیؐ کا اعلیٰ نمونہ ۸۵

۸۳۔ بھیک مانگنے والے کی گواہی لائق قبول نہیں ۸۶

۸۴۔ دکانداری وتجارت کی ہدایت ۸۶

۸۵۔ تجارتی کاروبار اپنا پیشہ بناؤ ۸۷

۸۶۔ تجارت ودستکاری ۸۷

۸۷۔ صنعت وحرفت کی ترغیب ۸۸

۸۸۔ جب مومن صاحب حرفت نہیں ہوتا تو دین فروشی کرتا ہے اور دین ہی کو ذریعہ معاش بناتا ہے.. ۸۸

۸۹۔ زراعت پرورش حیوانات وباغبانی ۸۸

۹۰۔ کاشتکاری وباغبانی ۸۹

۹۱۔ خدا کو سب سے زیادہ پسند پیشہ کاشتکاری ہے ۸۹

۹۲۔ باغبانی ۹۰

۹۳۔ سیرت نبوی وسیرت دیگر پیشوایان اسلام ۹۰

۹۴۔ روایات مندرجہ بالا کے مضامین کا خلاصہ ۹۲

۹۵۔ اجرت کے کاموں سے تجارت بہتر ہے اور اس کا سبب ۹۳

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

۹۶۔ ''اصول اجمالی فی الطلب''، تحصیل رزق کے لئے سعی ومحنت کے عمدہ طریقے اختیار کرو ۹۳

۹۷۔ اصول اجمالی فی الطلب کا خلاصہ ۹۳

۹۸۔ طلب رزق کے معتدل حدود ۹۴

۹۹۔ حریفانہ مقابلہ ومفاخرت کے خیال سے بطریق حلال تحصیل دولت و مال بھی باعث غضب الٰہی ۹۵

۱۰۰۔ پرہیزگاری وخوش کرداری کا افزائش رزق میں دخل ہے ۹۶

۱۰۱۔ تنگیٔ معاش اور زوال نعمت کے اسباب ۹۷

۱۰۲۔ افزائش رزق حسن نیت سے وابستہ ہے ۹۷

۱۰۳۔ توکل بھی وسعت رزق کا ذریعہ ہے ۹۷

۱۰۴۔ حکم طلب معیشت اور حکم توکل میں ضدیت نہیں ۹۸

۱۰۵۔ تدبیر کے بعد تقدیر پر بھروسہ، سعی عمل کے بعد توکل ۹۸

۱۰۶۔ حقیقت توکل کے متعلق ارشاد نبویؐ ۹۹

۱۰۷۔ حقیقت ''توکل'' خدا کے بھروسہ پر عمل کرنا ہے نہ کہ بے عمل بن جانا ۱۰۰

۱۰۸۔ اصول توکل کا حاصل اور ثمرہ ۱۰۲

۱۰۹۔ بخل کی مذمت ۱۰۴

۱۱۰۔ طول امل کی مذمت ۱۰۵

۱۱۱۔ حرص وطمع نہ کرو ۱۰۶

۱۱۲۔ قطع رحم کی مذمت صلہ رحمی نہ کرنا موجب لعنت خدا ہے ۱۰۶

۱۱۳۔ صلہ رحمی کا تاکیدی حکم ۱۰۷

۱۱۴۔ قطع رحم باعث تعجیل فنا اور سلب نعمت ہے ۱۰۷

۱۱۵۔ صلہ رحمی نہ کرنے سے مال شریروں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے ۱۰۸

۱۱۶۔ اگر بدکار لوگ بھی صلہ رحمی کرتے ہیں تو اس سے ان کی مال ودولت میں زیادتی ہوتی ہے ۱۰۸

۱۱۷۔ سرکشی اور دنیا کو آخرت پر مقدم کرنے کا انجام۔ مذموم سرمایہ داری کے نتائج ۱۰۹

۱۱۸۔ مذموم سرمایہ داری کے کرشمے اور اس کا انجام بد ۱۱۰

۱۱۹۔ اصول قناعت: ۱۱۲

۱۲۰۔ صرف مال میں رعایت اصول اقتصاد واعتدال ۱۱۳

۱۲۱۔ فضول خرچی کی ممانت ۱۱۴

۱۲۲۔ اسراف واقتصاد کے حدود ۱۱۵

۱۲۳۔ اقتصاد اور اسراف ۱۱۵

۱۲۴۔ زندگی کا سب سے کامیاب طریقہ ۱۱۷

۱۲۵۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت کی تاریخ بہت قدیم ہے ۱۱۸

۱۲۶۔ عہد طالوت کے سرمایہ داروں کا قبول اطاعت سے انکار ۱۲۱

۱۲۷۔ ہر پیغمبر کی نبوت ماننے سے اسکے زمانہ کے امیروں نے انکار کیا ۱۲۱

۱۲۸۔ عہد رسالتمآبؐ کے سرمایہ داروں کی غرور ذہنیت ۱۲۲

۱۲۹۔ زبان و وطن کو انسانی شرافت وکرامت میں دخل نہیں وجہ شرافت و مدار کرامت تقویٰ ہے ۱۲۴

۱۳۰۔ مفلسوں اور غریبوں کی اخلاق حالات بلند رکھے والے ہدایات ۱۲۵

۱۳۱۔ ارشاد علوی، عوام کی رضامندی خواص کی خوشنودی پر مقدم ہے ۱۲۶

۱۳۲۔ رہنمایان اسلام کیلئے خدا کے مخصوص احکام وہدایات، سادہ سے سادہ طرز زندگی اختیار کریں۔ شاہانہ طریقے اختیار نہ کئے جائیں ۱۲۷

۱۳۳۔ آداب شاہانہ کی ممانعت ۱۲۷

۱۳۴۔ حکومت الٰہیہ کے نمائندوں کے مخصوص فرائض ۱۲۹

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

۱۳۵۔ حاکم بصرہ کے نام جناب امیر کا ایک پرزور فرمان اور ایک مالدار کی دعوت قبول کرنے پر ملامت وچشم نمائی ۱۳۰

۱۳۶۔ حضرت امیرؑ نے زمانہ خلافت میں نہ گھر بنوایا نہ کسی کو کوئی جاگیر دی: ۱۳۱

۱۳۷۔ حضرت امیرالمومنینؑ کا سادہ سے سادہ طرز زندگی ۱۳۲

۱۳۸۔ شاہانہ تعظیم وجلال کی شدید ترین مخالفت ذلت پسندی کی ذہنیت وغلامانہ رسوم کا سدباب ۱۳۲

۱۳۹۔ اسلامی تعلیمات کا درعمل مسلمانون کی طرف سے حضرت رسالتمآبؐ کی چند پیشینگوئیان جوواقع ہوچکیں ۱۳۳

۱۴۰۔ اسلامی نظام معیشت مال وزر کی ذخیرہ اندوزی کو بدترین جرم قرار دیتا ہے ۱۳۵

۱۴۱۔ ضرورت سے زیادہ زرومال تمہیں اس لئے نہیں دیا گیا کہ اسکے خزانے جمع کررکھو ۱۳۶

۱۴۲۔ اسلام کا عام معاشی اصول دولت کی گردش صرف دولتمندوں کے طبقے میں محدود نہ رہنے پائے.. ۱۳۷

۱۴۳۔ زرومال کی خرچ کی بابت تاکیدی احکام ۱۳۷

۱۴۴۔ محتاجوں کی مالی امداد کی عظمت کا اظہار ۱۴۲

۱۴۵۔ کارخیر کی اہمیت ۱۴۲

۱۴۶۔ بخل کی مذمت ۱۴۳

۱۴۷۔ ماں باپ کے حقوق ۱۴۳

۱۴۸۔ مالی امداد کے مستحق اوران کے درجات ۱۴۳

۱۴۹۔ خوددار غریبوں پر خاص نظر عنایت ۱۴۴

۱۵۰۔ انسانی حقوق دوسرے کارخیر پر مقدم ہیں ۱۴۵

۱۵۱۔ کس قسم کی چیزوں کوراہ خدا میں صرف کرنا چاہئے ۱۴۷

۱۵۲۔ اپنے احسانوں کواحسان جتا کر اور دکھ دیکر برباد نہ کرو ۱۴۸

۱۵۳۔ سچی خیرات کی اعلیٰ مثال ۱۴۸

۱۵۴۔ ریاء شرک اصغر ہے ۱۴۹

۱۵۵۔ چھپی ہوئی خیرات کی فضیلت ۱۴۹

۱۵۶۔ اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال غریبوں پر خرچ کرو ۱۴۹

۱۵۷۔ حداعتدال کا خیال رکھو، راہ خدا میں خرچ کرو مگر ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ ۱۵۰

۱۵۸۔ خیرات میں سب مال وسرمایہ خرچ کرکے خود محتاج نہ بنجاؤ ۱۵۰

۱۵۹۔ ملکہ ایثار اخلاق کا بلندترین درجہ کمال ہے ۱۵۱

۱۶۰۔ خیرات کرنیکی وصیت کیجائے ۱۵۲

۱۶۱۔ جوکار خیر وصی کے ذریعہ سے مقصود ہووہ جیتے جی خود کرجاؤ. ۱۵۴

۱۶۲۔ ماعون یعنی روزمرہ کے استعمال کی ضروری اشیاء کے دینے میں بخل کی شدید مذمت ۱۵۴

۱۶۳۔ ''ماعون'' کی تعریف ۱۵۵

۱۶۴۔ اسلام کا اصول تقسیم دولت قانون ''تقسیم بالسویہ'' ۱۵۵

۱۶۵۔ تقسیم بالسویہ کی اہمیت شارع اسلام کی نظر میں ۱۵۶

۱۶۶۔ اصول تقسیم مساوات کے متعلق حضرت امیرؑ کا نقطۂ نظر ۱۵۶

۱۶۷۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی نظر میں دنیا کی معاشی پریشانی کا سبب سرمایہ کی غیر مساوی تقسیم ہے ۱۵۷

۱۶۸۔ اسلام کا مقصد انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے ۱۵۸

۱۶۹۔ وہ اصول معیشت جومناسب حال انسان ہوسکتا ہے ۱۵۸

۱۷۰۔ اسلام کا عام اصول۔انسان کی قدروقیمت اسکا حسن عمل ہے ۱۶۳

۱۷۱۔ نظام اسلامی کے اساسی نظریات ۱۶۴

۱۷۲۔ اسلام کسی انسان کو ایسی اقتصادی مسابقت کی اجازت نہیں دیتا جو دوسروں کیلئے باعث ضرر ہو ۱۶۵

۱۷۳۔ فقراء اور افلاس مٹانا اسلام کا عظیم ترین مقصد ہے ۱۶۷

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

۱۷۴۔ حاجتمندوں کی قسمیں اور انکی امداد کا مکمل بندوبست ۱۶۸

۱۷۵۔ سرمایہ داری واشتراکیت کا اسلام سے موازنہ ۱۶۹

۱۷۶۔ قرآن مجید اور معاشیات ۱۷۱

۱۷۷۔ وجہ امارت ووسیلۂ حکومت ۱۷۲

۱۷۸۔ طرز حکومت کے متعلق اسلام کا عام نظریہ، اسلام کی پسندیدہ حکومت ۱۷۲

۱۷۹۔ اسلام کی نظر میں قابل نفرت حکومت کے اوصاف ۱۷۲

۱۸۰۔ اسلامی معاشیات کا ایک بنیادی اصول تعاون علی البر والتقویٰ ۱۷۳

۱۸۱۔ وجہ عمارۃ'' یعنی زمین کی آبادی کے ذریعہ سے معاش حاصل کرنا ۱۷۳

۱۸۲۔ زمین اور زراعت ۱۷۴

۱۸۳۔ دوسروں کے ثمرات محنت پر دست درازی کا سد باب کرنے والے اصول ۱۷۵

۱۸۴۔ زمین کے اقسام اور ان کے احکام پہلی قسم ''موات بالاصالۃ ۱۷۶

۱۸۵۔ معاشیات میں مسلمان وکافر کا فرق نہیں ۱۷۸

۱۸۶۔ زمین کی دوسری قسم ۱۷۹

۱۸۷۔ زمین کی تیسری قسم ۱۸۰

۱۸۸۔ زمین کی چوتھی قسم ۱۸۰

۱۸۹۔ ممالک مفتوحہ کی آراضی کے متعلق نظریہ اشتراک، ارض خراج کا حکم ۱۸۱

۱۹۰۔ ارض خراج کی ملکیت کی خاص نوعیت ۱۸۲

۱۹۱۔ آراضی مفتوحہ سابق کاشتکاروں کے قبضے میں رکھی جائیگی، مقدار خراج کی بابت اسلام کا منصفانہ نظریہ ۱۸۳

۱۹۲۔ غیر مسلم کاشتکاروں کے ساتھ رعایت ۱۸۴

۱۹۳۔ لگان ومالگذاری زمین کی اجرت ہے اس کی تعیین کاشتکار کی رضامندی پر موقوف ہے ۱۸۵

۱۹۴۔ ایک ضروری امر کی توضیح ۱۸۶

۱۹۵۔ امیر ریاست اسلامی کے مخصوص فرائض اور ذمہ داریاں ۱۸۷

۱۹۶۔ کس قسم کے دیون کا ادا کرنا حاکم شرع کا فرض ہے ۱۸۸

۱۹۷۔ خود کاشت کرنے کی ہدایت ۱۸۹

۱۹۸۔ قانون مزارعت ۱۸۹

۱۹۹۔ مالک زمین کا مطالبہ صرف اس کی زمین کے پیداوار سے متعلق ہوگا ۱۹۰

۲۰۰۔ اسلام کا قانون مزارعت نظام جاگیرداری نہیں یہ کاشتکاروں کا حامی اور نظام عدل ومساوات ۱۹۰

۲۰۱۔ کسانوں کے حقوق کا تحفظ، وقت وفات شارع اسلام کی وصیت کاشتکاروں پر ظلم نہ ہونے پائے، مقررہ لگان سے زیادہ رقم وصول نہ کی جائے بیگار کی ممانعت ۱۹۱

۲۰۲۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان کاشتکاروں کی حمایت میں بیگار اور نذرانہ کی ممانعت ۱۹۱

۲۰۳۔ خراج کی وصولیابی میں جابرانہ طریقوں کی ممانعت ۱۹۳

۲۰۴۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان عمال خراج کے نام عام کسانوں کے حق میں لاثانی ہمدردی ۱۹۳

۲۰۵۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان مالک اشتر کے نام ۱۹۴

۲۰۶۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ان غیر مسلم زمینداروں کے نام جنکی زمینوں پر سے اسلامی افواج گذرنے والی تھیں ۱۹۶

۲۰۷۔ معادن کے اقسام واحکام ۱۹۷

۲۰۸۔ معادن ظاہرہ ۱۹۷

۲۰۹۔ معادن باطنہ ۱۹۸

۲۱۰۔ چند ضروریات زندگی جن کو اسلام نے اشتراکی سرمایہ قرار دیا ہے ۱۹۸

۲۱۱۔ تجارت کی اہمیت وضرورت اور اسکے شرعی احکام ۱۹۹

۲۱۲۔ معاملہ تجارت کی بنیاد تراضی ترفین پر ہونی چاہئے ۲۰۲

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

۲۱۳۔ حق کی لین دین شرط تجارت ہے ۲۰۳

۲۱۴۔ تجارت میں بدمعاملگی نہ ہونے پائے ۲۰۴

۲۱۵۔ آداب تجارت کی بابت تجار کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایتیں ۲۰۴

۲۱۶۔ ارشاد نبوی: تاجر کو پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے ۲۰۵

۲۱۷۔ چند آداب تجارت ارشاد نبویؐ میں ۲۰۵

۲۱۸۔ آداب تجارت کے متعلق امام جعفر صادق کی ہدایات ۲۰۵

۲۱۹۔ کم تولنے کی مذمت ۲۰۷

۲۲۰۔ وزن کب پورا ہوگا ۲۰۸

۲۲۱۔ غبن حرام ہے ۲۰۸

۲۲۲۔ شرط بیع یہ ہے کہ مقدار شئ معلوم و معین ہو ۲۰۹

۲۲۳۔ تاجروں کیلئے قسمیں اور دستکاروں کے لئے آج کل کے جھوٹے وعدے تباہی کے باعث ہیں ۲۰۹

۲۲۴۔ حد سے سوا نفع خوری کی شدید مذمت ۲۰۹

۲۲۵۔ خبر غیب کا ایک آئینہ جس میں ہمارے زمانہ کے حالات کی تصویریں نظر آتی ہیں ۲۱۰

۲۲۶۔ ہر چھوٹے بڑے امیر و غریب کے ساتھ یکساں معاملہ ہونا چاہیئے ۲۱۲

۲۲۷۔ کسی کو دوسرے کے معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیئے ۲۱۳

۲۲۸۔ نجش حرام ہے ۲۱۳

۲۲۹۔ سامان غذا کی ذخیرہ اندوزی ''احتکار'' کی حرمت و کراہت ۲۱۷

۲۳۰۔ احتکار کی مذمت ۲۱۹

۲۳۱۔ احتکار کی مدت کا تعین ۲۱۹

۲۳۲۔ حضرت امیرؑ کا فرمان ''احتکار'' کی ممانعت، ذخیرہ اندوزوں کو سزا دو ۲۲۰

۲۳۳۔ سال بھر خوراک جمع کر لینا پسندیدہ کام ہے ۲۲۱

۲۳۴۔ زمانہ قحط میں ذخیرۂ خوراک فروخت کر دینا مستحب ہے راشننگ کے طریقہ کی رضا کارانہ ترغیب ۲۲۲

۲۳۵۔ سیرت آئمہ اسلام ۲۲۳

۲۳۶۔ شراب اور قمار کی حرمت ۲۲۳

۲۳۷۔ تجارت مسکرات کی ممانعت ۲۲۴

۲۳۸۔ جوئے کی تمام قسمیں حرام ہیں ۲۲۵

۲۳۹۔ تحریم اشیاء کا عام اصول، ضرر و نفع کے تناسب حکیمانہ نظر ۲۲۶

۲۴۰۔ سود کی تحریم بھی اسی بنیادی نظریہ کے ماتحت ہے ۲۲۷

۲۴۱۔ سود خوری کی شدید مذمت ۲۲۹

۲۴۲۔ باقی ماندہ سود چھوڑ دو ورنہ خدا اور رسول سے جنگ مول لو ۲۳۰

۲۴۳۔ سود در سود کی ممانعت ۲۳۰

۲۴۴۔ سود کی لین دین کی مذمت ۲۳۰

۲۴۵۔ سود کی تحریم کی معاشی حکمتیں اور مصلحتیں ۲۳۱

۲۴۶۔ اگر سود کا لینا حلال ہوتا تو لوگ تجارت کا کاروبار چھوڑ دیتے جس کی عام احتیاج ہے ۲۳۲

۲۴۷ وجوہ تحریم ربا کے متعلق امام رضا علیہ السلام کا مفصل ارشاد ۲۳۲

۲۴۸۔ مندرجہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ ۲۳۳

۲۴۹۔ قرض سے اعانت کرنیکی ترغیب ۲۳۶

۲۵۰۔ تنگدست و نادار قرضدار کو مہلت دینا چاہیئے اور قرض کو معاف کر دینا بہتر ہے ۲۳۷

۲۵۱۔ قانون شرع اسلام میں تنگدستی و ناداری کے حدود ۔ قرض میں سامان خوراک، لباس۔ مسکن خادم صرف نہ کیا جائے ۲۳۷

۲۵۲۔ قرض دینا تصدق کرنے سے بہتر ہے ۲۳۸

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

۲۵۳۔ حاجتمندوں کیلئے قرض لینا جائز ہے اور بے ضرورت قرض لینا مکروہ ہے بعض صورتوں میں حرام بھی ہے ۲۳۹
۲۵۴۔ قرض کی مذمت، کفر وقرض بے ضرورت دونوں برابر ہیں ۲۴۰
۲۵۵۔ راہ خدا میں شہید ہو جانا ہر گناہ کا کفارہ ہے سوا قرض کے ۲۴۰
۲۵۶۔ ادا نہ کرنے کی نیت سے قرض لینے والا چور ہے ۲۴۰
۲۵۷۔ غنی کی ٹال مٹول ظلم ہے ۲۴۱
۲۵۸۔ ناداروں کے جائز قرضے کا ادا کرنا حکومت اسلام کے ذمہ ہے اس کیلئے خاص انتظام ۲۴۱
۲۵۹۔ ارشاد الٰہی میں، غارمین، سے کون لوگ مراد ہیں ۲۴۱
۲۶۰۔ نظام اسلامی کی طرف مشترک کاروبار کی رہنمائی ۲۴۲
۲۶۱۔ شرکت عنان یا شرکت اموال ۲۴۳
۲۶۲۔ مضاربۃ ۲۴۴
۲۶۳۔ اجارہ محنت ومزدوری ۲۴۵
۲۶۴۔ کام لینے سے پہلے اجرت طے کر لیا کرو ۲۴۶
۲۶۵۔ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کر دو۔ ۲۴۶
۲۶۶۔ مزدور کے حق اجرت میں ظلم کرنیوالا ملعون ہے، خدا اس کو نہ بخشے گا ۲۴۶
۲۶۷۔ جناب رسول خدا صلعم مزدوروں کی حمایت میں ۲۴۷
۲۶۸۔ چرخا وکھدر۔ ۲۴۷
۲۶۹۔ سوت کاتنے کی ہدایت عورت کے لئے، یہ گھریلو کام سب سے بہتر ہے ۲۴۷
۲۷۰ جناب فاطمہ زہراء صلوٰۃ اللہ علیہا کے چرخہ کی عظمت واہمیت ۲۴۸
۲۷۱۔ خاتمۂ کلام ۲۴۹

منابع

١ ـ قرآن مجيد
٢ ـ تفسير صافي
٣ ـ تفسير نور الثقلين
۴ ـ مجمع البيان
٥ ـ نهج البلاغه
٦ ـ شرح نهج البلاغه
٧ ـ الكافي
٨ ـ شرح اصول كافي
٩ ـ تهذيب الاحكام
١٠ ـ من لا يحضره الفقيه
١١ـ فروع الكافي
١٢ـ شرح فروع كافي
١٣ـ وسائل الشيعه
١۴ـ مستدرك الوسائل
١٥ـ مستدرك المسائل
١٦ ـ لئالي الاخبار
١٧ ـ عدة الداعي
١٨ ـ كنزل العمال
١٩ ـ حدائق الناضره
٢٠ ـ كنزل العمال
٢١ ـ تحف العقول
٢٢ ـ كنزالعرفان
٢٣ ـ المحجة البيضاء
٢۴ ـ مجموعة الورام
٢٥ ـ مشكاة الانوار
٢٦ ـ بحارالانوار
٢٧ ـ جامع السعادات
٢٨ ـ سفينة البحار
٢٩ ـ مستدرك سفينة البحار
٣٠ ـ جامع الاخبار
٣١ ـ المكاسب
٣٢ ـ شرائع الاسلام
٣٣ ـ المقنع

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com